صلیب

& ہلال

سلام کو سمجھ

صلیب

&

ہلال

اسلام کو سمجھنا

عبدالہادی

فہرست مضامین

باب 1 - مسلمانوں میں انجیل کی منادی: کام کی نوعیت.....01

باب 2 - مسلمانوں کے ساتھ بات چیت کا طریقہ.....13

باب 3 - محمد 35

باب 4 - اسلام کی توسیع 75

باب 5 - مسلمان کیا عقیدہ رکھتے ہیں.....84

باب 6 - مسلمانوں کے فرائض.....110

باب 7 - اسلامی فرقے.....122

باب 8 - اسلام میں حضرت عیسیٰؑ کی برتری.....133

باب 9 - اسلام اور مسیح کی الوہیت.....157

باب 10 - بائبل کی صداقت کو کیسے ثابت کیا جائے.....173

باب 11 - مسیح کی مصلوبیت کے بارے میں مسلمانوں کا نظریہ.198

باب 12 - مصلوبیت کے ثبوت.....214

باب 13 - یسوع کو کیوں مرنا پڑا.....231

باب 14 - مسیحی تثلیثِ مقدس پر کیوں ایمان رکھتے ہیں.....247

باب 15 - مسلمانوں کو تثلیث کی وضاحت کرنا.....257

تعارف

1840 میں مؤرخ تھامس کارلائل نے لکھا:

ان بارہ صدیوں سے اسلام بنی نوع انسان کے پورے خاندان کے پانچویں حصے کا مذہب اور رہنمائے حیات رہا ہے۔ سب سے بڑھ کر، یہ ایک ایسا مذہب رہا ہے جس پر دل سے یقین کیا گیا ہے۔ یہ عرب اپنے مذہب پر یقین رکھتے ہیں، اور اس کے مطابق زندگی گزارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ابتدائی زمانوں کے بعد کسی عیسائی نے، یا شاید جدید دور میں صرف انگریز پیوریٹنوں نے، کبھی اپنے ایمان کے ساتھ اس طرح وفاداری نہیں نبھائی جیسے مسلمان اپنے ایمان کے ساتھ نبھاتے ہیں – اس پر مکمل یقین رکھتے ہوئے، اسی کے ساتھ زمانے کا سامنا کرتے ہوئے، اور اسی کے ساتھ ابدیت کا سامنا کرتے ہوئے۔[i]

آج، اسلام کے پیروکار تعداد یا ایمان، دونوں میں کسی کمزوری کا مظاہرہ نہیں کرتے۔ مسلم ایمان اتنا ناقابلِ تسخیر دکھائی دیتا ہے کہ بہت سے مسیحی مسلمانوں کو مسیح کی طرف لانے سے مایوس ہو جاتے ہیں۔

پھر بھی جب خدا نے مجھے مسلمانوں کے لیے خادم بننے کے لیے بلایا، تو اُس کی حوصلہ افزائی بہت بڑی تھی اور اُس کی تنبیہ واضح تھی۔ "اُن کے چہروں سے خوفزدہ نہ ہونا، کیونکہ میں تجھے چھڑانے کے لیے تیرے ساتھ ہوں۔ اُن کے چہروں کے سامنے ہراساں نہ ہونا، ایسا نہ ہو کہ میں تجھے اُن کے سامنے ہراساں کر دوں۔" (یرمیاہ 1:8,17) کئی بار میں نے پوچھا، اور اُس نے مجھے اپنے شاگردوں کو دیے گئے اپنے جواب کی یاد دلائی: "اوقات یا زمانوں کا جاننا تمہارا کام نہیں جنہیں "اے خداوند، اسلام کی دیوار کب گرے گی؟" باپ نے اپنے اختیار میں رکھا ہے۔ لیکن جب روح القدس تم پر نازل ہوگا تو تم قوت پاؤ گے؛ اور تم میرے گواہ ہو گے···زمین کی انتہا تک۔" (اعمال 1:7,8)

آج، میں اسلامی دیوار میں ایک دراڑ دیکھتا ہوں۔ ایلیاہ کی طرح میں صاف نیلے آسمان کی طرف دیکھتا ہوں اور مجھے "ایک بادل دکھائی دیتا ہے جو آدمی کے ہاتھ جتنا چھوٹا ہے۔" (I Kings 18:44) میری خواہش اور میری دعا ہے کہ

ہر مسیحی وعدہ کی سرزمین کی سرحدوں پر یشوع اور کالب کا وژن اپنے اندر رکھے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم ان لوگوں میں شامل ہوں جو کہتے ہیں، "ہم ان لوگوں کے خلاف چڑھائی کرنے کے قابل نہیں، کیونکہ وہ ہم سے زیادہ طاقتور ہیں۔" اس کے بجائے، یشوع اور کالب جیسی سوچ ہمارے اندر ہو، جنہوں نے اعلان کیا، "آؤ ہم فوراً چڑھائی کریں اور اسے قبضے میں لے لیں، کیونکہ ہم اس پر غالب آنے کے لیے پوری طرح قادر ہیں۔" (Numbers 13:30)

یہ کلیسیا کے لیے خدا کا چیلنج ہے۔ یہ کتاب ان اہم سوالات کے جوابات دینے کی کوشش کرتی ہے جو مسیحی اسلام کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ اسلام کا ایمان اتنا پُرجوش کیوں ہے؟ مسلمان مسیحیت پر اعتراض کیوں کرتے ہیں؟ ایک سچا مسیحی مسیح، نجات دہندہ اور فدیہ دینے والے کو ان کے سامنے کیسے پیش کر سکتا ہے؟

عبدالہادی–

---

i جمعہ 8 مئی 1840 کو "ہیرو اور ہیرو کی عبادت" کے موضوع پر دیے گئے ایک لیکچر سے ۔ تھامس کارلائل کی سب سے مشہور تصانیف (نیویارک: دی بک لیگ آف امریکہ ، اے بلیو ربن بک ، 1942) صفحہ 205 دیکھیں ۔

باب 1

مسلمانوں میں انجیل کی منادی: کام کی نوعیت

یکم جنوری 1985 کو، لیبیا کے صدر کرنل معمر القذافی نے نئے سال کے آغاز کے موقع پر نام نہاد مسیحی ممالک کے سربراہوں کو ایک خط بھیجا۔ یہ خط اس بات کے بارے میں بہت کچھ بتاتا ہے کہ مسلمان مسیحیوں کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ اُس نے لکھا:

"میں آپ کو نئے سال کے موقع پر اور یسوع کی پیدائش کے 1984 سال گزرنے پر مبارک باد پیش کرتا ہوں، جن پر خداوند کا سلام ہو۔ اگر یہ بات محمد پر نازل نہ کی گئی ہوتی، جن پر سلام ہو، تو ہم یسوع کے بارے میں کچھ نہ جانتے۔

یہ محمد ہی تھے جنہوں نے یسوع اور اُن کی ماں مریم کی مکمل کہانی بیان کی۔ ہم مسلمانوں نے اُس قرآن کے وسیلہ سے، جو محمد پر نازل کیا گیا اور جسے آپ نے بدقسمتی سے تسلیم نہیں کیا، یسوع کی معجزانہ پیدائش اور نبوت پر ایمان لایا ہے۔

یہ کہانی ہم تک نہ تو توریت اور نہ ہی بائبل کے ذریعے واضح طور پر پہنچی، کیونکہ عہدِ قدیم اور عہدِ جدید کے موجودہ نسخے جعل سازی اور تحریف کا شکار ہو چکے ہیں۔ اُن میں نبی محمد کا نام اور بہت سی دوسری باتیں جان بوجھ کر حذف کر دی گئی ہیں۔ کیونکہ یسوع، سچی بائبل میں بنی اسرائیل سے، جنہوں نے اُنہیں چھوڑ دیا اور قتل کرنے کی کوشش کی، مخاطب ہو کر کہتے ہیں: 'اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف خدا کا بھیجا ہوا رسول ہوں، توریت اور بائبل کی تصدیق کرنے والا اور اپنے بعد آنے والے احمد نامی ایک نبی کی بشارت دینے والا ہوں' (سورۃ الصف 61:6)۔

اس مقدس موقع پر، میں مسیحی دنیا کی نئی نسل کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ قرآن پڑھے تاکہ یسوع مسیح، 'جن پر سلام ہو'، اُن کی والدہ مریم اور اُن کے بھائی ہارون کے بارے میں سچائی کو دریافت کرے۔ میں اُنہیں دعوت دیتا ہوں کہ وہ قرآن پڑھیں اور دیکھیں کہ کنواری مریم کے پاس جبرائیل کیسے آئے اور یسوع کی خوشخبری سنائی، اور یسوع کس طرح ایک دور دراز جگہ پر پیدا ہوئے۔

وہ یہ بھی جانیں گے کہ خدا نے اُن کے لیے آسمان سے خوراک اور ایک کھجور کا درخت کس طرح مہیا کیا، اور اُن کی قوم نے اُن پر کس طرح حملہ کیا... کہ بچپن میں یسوع نے کس طرح گفتگو کی اور لوگوں کو یقین دلایا کہ وہ ایک مبارک نبی ہیں اور یہ کہ اُن کے بعد محمد نبی کے طور پر آئیں گے... کہ بنی اسرائیل نے اُنہیں کس طرح چھوڑ دیا اور قتل کرنے کی کوشش کی، اور اُن کے ہم شکل کو صلیب پر چڑھا دیا گیا، جبکہ خدا نے یسوع کو آسمان پر اٹھا لیا... کہ یسوع نے خدا کے وسیلہ سے مُردوں کو زندہ کیا اور کوڑھیوں اور گونگوں کو شفا دی۔

ان تمام تفصیلات نے ہمیں، یعنی مسلمانوں کو، یسوع کی معجزانہ پیدائش، اُن کی نبوت، اُن کی ابتدا اور انجام، بنی اسرائیل کی اُن کے خلاف جنگ، اور شاگردوں کی اُن کی حمایت پر ایمان لانے پر آمادہ کیا ہے... ہم نے یہ سب کچھ صرف قرآن سے سیکھا ہے، جسے آپ نے نہ پڑھا ہے ،اور نہ ہی اُس پر ایمان رکھتے ہیں، کیونکہ عرب قوم کے خلاف اندھی قوم پرستانہ تعصب گمراہ کن اسرائیلی پروپیگنڈا، اور وہ جہالت جس نے آپ کو قرآن اور نبی محمد کی سچائی کی تلاش سے روکا، جنہوں نے قرآن میں یسوع اور دوسرے انبیاء کی کہانیاں تفصیل سے بیان کیں۔

،لہٰذا، میں مسیحی دنیا کی نئی نسل کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ ایک ثقافتی انقلاب برپا کرے تاکہ مسیحی دنیا کے عقائد کو تبدیل کیا جا سکے، جو اس وقت انتشار اور زوال کے عمل سے گزر رہی ہے اور جسے اب ساوونارولا، مارٹن لوتھر اور کیلون جیسے افراد کی ضرورت ہے۔

تمام راستبازوں پر سلامتی ہو...“[1]

اس ثبوت کی بنیاد پر، مسلمان مسیحیت کے بارے میں اتنا ہی کم سمجھ سکتے ہیں جتنا بہت سے مسیحی اسلام کے بارے میں سمجھتے ہیں۔

پھر بھی، دونوں تبلیغی مذاہب ہیں۔ مسیحیت بشارت کا کام کرتی ہے اور یسوع مسیح کی خوشخبری کا اعلان کرتی ہے۔ اسلام دعوت دیتا ہے، یعنی سب کو اپنے ایمان کو قبول کرنے کی دعوت دیتا ہے۔

اس پس منظر میں، اس کتاب کے پیغام کو ایک ہی جملے میں بیان کیا جا سکتا ہے: اگر خدا ہمیں مسلم دنیا میں بشارت دینے کے لیے بلاتا ہے، تو وہ ہمیں اسے کامیابی سے انجام دینے کے لیے ہر وہ چیز فراہم کرے گا جس کی ہمیں ضرورت ہے۔ کیونکہ خدا ہمیں کبھی ناممکن کام کرنے کا حکم نہیں دیتا۔

لیکن ابتدا میں ہمیں یہ پوچھنے کی ضرورت ہے کہ مسلمانوں میں بشارت دینے کے کام میں کون سی مشکلات شامل ہیں، اور کیوں بہت سے مسیحیوں نے عملاً اس چیلنج سے ”ہار مان لی ہے“۔

میری رائے میں اس کے دو عوامل ہیں۔ پہلا، کلیسیا کی کمزوری، اور دوسرا، اسلام کی مزاحمت۔

I. کلیسیا کی کمزوری

1. عظیم حکم کی اطاعت کا فقدان

مسلمانوں میں بشارت دینے کی سب سے بڑی رکاوٹ خود مسیحی کلیسیا میں ہے۔ ایک کمزور اور سرد مہر کلیسیا اپنے اولین فرض، یعنی مشنری خدمت کو نظر انداز کرتی ہے۔ تقسیم شدہ ایمانداروں کے پاس آپس میں لڑنے کے لیے تو بہت وقت ہوتا ہے، لیکن گواہی دینے کے لیے کوئی وقت نہیں ہوتا۔

بہت سی جماعتیں خود سے مطمئن ہوتی ہیں۔ وہ کھوئے ہوئے لوگوں تک پہنچنے کے لیے باہر جانے کے چیلنج کی بجائے اپنی بند رفاقت کے آرام دہ ماحول کو ترجیح دیتی ہیں۔

نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایماندار اپنے اردگرد کی دنیا سے "رابطہ کھو دیتے ہیں۔" درحقیقت وہ گنہگاروں کو دور کر دیتے ہیں، کیونکہ کوئی بھی اُن جیسا بننا نہیں چاہتا۔

اس کے برعکس، روح القدس سے معمور اور روح کی فرمانبرداری کرنے والا ایماندار خدا کی نجات بخش قدرت کی گواہی دیتا ہے اور اس طرح دوسروں کو مسیح کو اپنا ذاتی نجات دہندہ جاننے کی طرف لے آتا ہے۔

2. مسیحی ایمان پر اعتماد کا فقدان

تقریباً تمام ممالک میں جہاں مسیحی اقلیت میں ہیں، اُن میں اپنے آپ پر اور اپنے ایمان پر اعتماد کی کمی پائی جاتی ہے۔ وہ اُن دس جاسوسوں کی مانند عمل کرتے ہیں جو کنعان سے موسیٰ کے پاس واپس آئے اور اعلان کیا کہ مجوزہ حملہ روک دیا جانا چاہیے (گنتی 13:28-33)۔

مسلم ریاستوں میں اس رویے کو ساتویں صدی کے عہدِ عمر سے شروع ہونے والے سماجی رویوں نے مزید مضبوط کیا ہے۔

عہد کا ایک بڑا مقصد غیر مسلموں، خصوصاً مسیحیوں اور یہودیوں، کی جان و مال کی حفاظت کرنا تھا جو مسلم ممالک میں رہتے تھے۔ لیکن یہ سخت شرائط کے تحت تھا۔ پہلی شرط یہ تھی کہ مسیحی کسی ایسے ساتھی مسیحی کے راستے میں رکاوٹ نہ ڈالیں جو مسلمان ہونا چاہتا ہو۔ دوسری شرط یہ تھی کہ مسیحی مسلمانوں کو مسیحیت کی طرف تبدیل کرنے کی کوئی کوشش نہ کریں۔

خلیفہ عمر بن الخطاب نے اس عہد کو اپنی فتوحات کو مضبوط کرنے کے لیے استعمال کیا۔ وہ اسے مفتوحہ علاقوں میں مسیحیوں کے سامنے پیش کرتے اور مطالبہ کرتے کہ وہ اس پر دستخط کریں۔ یہ مختلف شکلوں میں موجود تھا۔ ایک شکل میں یہ یوں درج ہے:

"اللہ کے نام سے، جو نہایت مہربان، رحم کرنے والا ہے:

جب آپ ہمارے ملک میں آئے، تو ہم نے آپ سے درخواست کی کہ ہماری اور ہمارے خاندان کے افراد اور ایمان میں ہمارے بھائیوں کی جانوں کی حفاظت کریں۔ ہم نے آپ سے مزید درخواست کی کہ آپ ہماری جائیدادوں کی حفاظت کریں۔ [ان خدمات کے بدلے] ہم عہد کرتے ہیں کہ نہ نئی کلیسیائیں بنائیں گے اور نہ خانقاہیں؛ اور نہ ہی اُن علاقوں میں موجود کلیسیاؤں کی مرمت کریں گے جہاں مسلمان رہتے ہیں۔

ہم اعلان کرتے ہیں کہ ہم اپنی کلیسیاؤں یا خانقاہوں میں کسی جاسوس یا غیر ملکی سفیر کو نہیں چھپائیں گے، اور نہ ہی مسلمانوں سے ایسی معلومات چھپائیں گے جو اُن کی سلامتی کے لیے خطرہ بن سکتی ہوں۔

ہم عہد کرتے ہیں کہ نہ تو اپنی مذہبی عبادات کھلے میدان میں کریں گے اور نہ ہی اپنے وعظوں میں اس کی سفارش کریں گے۔ اگر ہماری مذہبی جماعت میں سے کوئی شخص اسلام قبول کرنا چاہے تو ہم اسے نہیں روکیں گے۔ ہمارا فرض ہوگا کہ ہم مسلمانوں کے ساتھ مہربانی سے پیش آئیں اور جب وہ بیٹھیں تو ہم کھڑے ہوں۔ ہم شراب کی تجارت نہیں کریں گے۔ ہم اسلامی علاقوں میں اپنی کتابیں یا صلیب ظاہر نہیں کریں گے۔"

صدیاں گزرنے کے باوجود، اس عہد کی شرائط اسلامی ممالک میں مسیحی اور مسلم برادریوں کے باہمی تعلقات کے طریقے میں گہرائی سے پیوست ہیں۔

روزنامہ **العالم** کے مطابق، مراکش کے بادشاہ حسن ثانی، جو اپنے ملک کے امام بھی تھے، نے 15 مئی 1990 کو انسانی حقوق کے ایک کمیشن کے سامنے یہ بیان دیا:

"اگر کوئی مسلمان کہے، 'میں نے اسلام کے بجائے کوئی دوسرا مذہب قبول کر لیا ہے،' تو توبہ کی دعوت دینے سے پہلے اسے طبی ماہرین کے ایک گروہ کے سامنے پیش کیا جائے گا، تاکہ وہ اس کا معائنہ کریں اور دیکھیں کہ آیا وہ ابھی بھی صحیح ذہنی حالت میں ہے یا نہیں۔ اس کے بعد اگر اسے توبہ کی دعوت دی جائے اور وہ پھر بھی کسی دوسرے مذہب کی گواہی پر قائم رہے جو اللہ کی طرف سے نہیں — یعنی اسلام نہیں — تو اُس کا فیصلہ کیا جائے گا۔"

اس پس منظر میں، مسلم ممالک میں رہنے والی مسیحی اقلیتوں کے لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ اُن سے کیا توقع کی جاتی ہے۔ انہیں ایک تخلیقی اقلیت ہونا چاہیے — **زمین کا نمک، دنیا کا نور، اور وہ خمیر جو سارے گوندھے ہوئے آٹے کو خمیر کر دیتا ہے** (متی 5:13،14؛ 13:33)۔

3. مسلمانوں کے لیے محبت کی کمی

طویل عرصے کی جنگوں اور ایذا رسانیوں کے بعد، مسیحی اکثر مسلمانوں کو ایسے لوگوں کے طور پر نہیں دیکھتے جن سے خدا محبت کرتا ہے اور جن کے لیے مسیح نے جان دی۔ یہ واضح ہے کہ مسیحیوں کو روح القدس سے ایک نئی معموری کی ضرورت ہے تاکہ وہ ان لوگوں سے بھی محبت کر سکیں جو ان سے اختلاف رکھتے ہیں (متی 5:43-48)۔

محبت کا سب سے بڑا اظہار یہ ہے کہ انسان دوسروں کے ساتھ وہ سب سے قیمتی چیز بانٹے جو ایک مسیحی کے پاس ہے، یعنی یسوع مسیح کی نجات کی خوشخبری۔

4. عقیدے کے علم کی کمی

زیادہ تر مسیحی یہ نہیں جانتے کہ غیر ایمانداروں کے سامنے اپنے ایمان کی وضاحت کیسے کریں۔ انہوں نے مسیح کی نجات تو حاصل کر لی ہے، لیکن وہ اپنے بنیادی عقائد کا دفاع نہیں کر سکتے۔ رسول پطرس کے مطابق، ہمیں ہمیشہ ہر اس شخص کو جواب دینے کے لیے تیار رہنا چاہیے جو ہم سے اس امید کی وجہ پوچھے جو ہم میں ہے (1 پطرس 3:15)۔

لیکن زیادہ تر مسیحی نہ تو کسی مسلمان کے سوالات کا جواب دے سکتے ہیں اور نہ ہی بنیادی مسیحی عقائد پر ہونے والے مسلمان کے اعتراضات کا رد کر سکتے ہیں۔ وہ ابھی تک اسلامی

اصطلاحات کو بھی اچھی طرح نہیں سمجھتے۔ مثال کے طور پر، کتنے مسیحی جانتے ہیں کہ مسلمان روح القدس کو فرشتہ جبرائیل کہتے ہیں؟

5. خدا پر ایمان کی کمی

زیادہ تر مسیحی محض یہ یقین نہیں رکھتے کہ خدا مسلمانوں کو نجات دے سکتا ہے۔ مسلم ممالک میں بہت سے مسیحی خادموں نے ایک بھی مسلمان کو مسیح کی طرف آتے نہیں دیکھا۔ اسی دوران، انہوں نے غالباً سیکڑوں مسیحیوں کو اسلام قبول کرتے دیکھا ہوگا۔

یسوع مسیح کو آسمان اور زمین پر پورا اختیار حاصل ہے، اور مسیحی مبشر کو کبھی بھی اس حقیقت سے نظریں نہیں ہٹانی چاہئیں (متی 28:18)۔

6. مسلم ریاست میں تحفظ کی کمی

مسیحی مسلمانوں کے سامنے گواہی دینے سے اس لیے گریز کرتے ہیں کہ انہیں ایذا رسانی کا خوف ہوتا ہے۔ بعض مسلمان جو مسیحیوں سے مسیحیت کی وضاحت کرنے کو کہتے ہیں، پولیس یا بنیاد پرست مسلم گروہوں کے جاسوس ہوتے ہیں۔

مسیحیوں کی جانب سے نئے ایمان لانے والوں کو قبول کرنے میں ہچکچاہٹ، ان نئے ایمان لانے والوں کے لیے یہ امکان بڑھا دیتی ہے کہ وہ خاندان اور دوستوں کے دباؤ کے تحت دوبارہ اسلام کی طرف لوٹ جائیں۔ اس کے بعد یہ لوگ مسیحی سرگرمیوں کی اطلاع حکام کو دے سکتے ہیں۔

II. اسلام کی مزاحمت

1. مسلمان عموماً اپنے ایمان سے مطمئن ہوتے ہیں

ایک عام مسلمان یہ یقین رکھتا ہے کہ یہودیوں کے پاس موسیٰؑ پر نازل ہونے والی خدا کی وحی ہے؛ مسیحیوں کے پاس موسیٰؑ اور یسوع مسیح پر نازل ہونے والی خدا کی وحی ہے؛ جبکہ مسلمانوں کے پاس وہ سب کچھ ہے جو موسیٰؑ، یسوعؑ اور محمدؐ پر نازل ہوا۔

دوسرے لفظوں میں، مسلمان یقین رکھتا ہے کہ اس کے پاس آخری اور حقیقی وحی موجود ہے۔ اس کے نزدیک محمدؐ **"خاتم النبیین"** ہیں (سورۃ الاحزاب 33:40)۔ چنانچہ وہ ایک بظاہر معقول سوال کرے گا: "ہم یسوع کو اپنے عظیم انبیاء میں سے ایک مانتے ہیں۔ آپ محمد "کو اپنے انبیاء میں سے ایک کیوں نہیں مانتے؟

لیکن یسوع اور محمدؐ برابر نہیں ہو سکتے؛ اپنے بارے میں ان کے دعوے ایک دوسرے سے مطابقت نہیں رکھتے۔ اور اگر مسیحی "انصاف" کرنے کے لیے محمدؐ کو ایک سچا نبی تسلیم کرنے کی کوشش کریں، تو جلد ہی ان پر یہ دباؤ ڈالا جائے گا کہ وہ انہیں آخری نبی بھی تسلیم کریں۔

ہمیں مسلمانوں سے پوچھنا چاہیے: "کس بنیاد پر کوئی یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ سب سے بعد میں آنے والے مذہبی رہنما کو لازماً سب سے زیادہ سچا اور عظیم سمجھا جائے؟" سب سے جدید فلسفی — اور یقیناً ابھی بہت سے آنے والے ہیں — ضروری نہیں کہ سب سے زیادہ منطقی یا ذہین ہو۔ کون سا جدید فنکار نشاۃِ ثانیہ کے عظیم فنکاروں کا مقابلہ کر سکتا ہے؟ کون سا بیسویں صدی کا موسیقار بیتھوون یا موزارٹ کے کمال کا مقابلہ کر سکتا ہے؟

مسیح صرف انبیاء میں سب سے عظیم نہیں ہیں۔ وہ اوّل اور آخر ہیں (مکاشفہ 1:8)۔

لیکن ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی بشارت کے لیے صرف کلامِ مقدس کا حوالہ دینا محدود فائدہ رکھتا ہے، کیونکہ تقریباً تمام مسلمان یقین رکھتے ہیں کہ موجودہ بائبل اصل متن کی تحریف شدہ شکل ہے۔ ان کا ماننا ہے کہ یہودیوں اور مسیحیوں نے اپنے صحائف میں تبدیلی کی ہے اور اسلام نے تمام سابقہ وحیوں کو منسوخ کر دیا ہے۔ بہت سے مسلمان کہتے ہیں کہ جب یسوع کو مصلوب ہونے سے پہلے آسمان پر اٹھا لیا گیا تو وہ اصل انجیل کو بھی اپنے ساتھ آسمان پر لے گئے!

2. مسلمانوں کا ایمان نسبتاً سادہ ہے

اسلام مذہب کی صورت تو رکھتا ہے، لیکن اس کی قدرت کا انکار کرتا ہے۔ مسلمان اسے دین الفطرت، یعنی "فطری مذہب" کہتے ہیں۔ اس میں نماز، روزہ اور خیرات دینا ضروری ہے۔ اسلام نے دنیا کے مذہبی تصورات میں کوئی نئی چیز شامل نہیں کی۔ قرآن خود تسلیم کرتا ہے کہ اس کی سچائیاں پہلے صحائف میں نازل ہو چکی تھیں (دیکھیں سورۃ فصلت 41:43؛ سورۃ الاعلیٰ 87:18،19)۔

اسلام کی کشش کا ایک بڑا سبب اس کی سادگی ہے۔ مسلمان بننے کے لیے کسی شخص کو صرف عربی میں کلمۂ شہادت دہرانا ہوتا ہے: "لا إله إلا الله، محمد رسول الله" یعنی "اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں۔" خدا صرف "ایک" ہے، "تین میں ایک" نہیں۔

انصاف کے معاملات میں اسلام "آنکھ کے بدلے آنکھ" کے اصول کو بلا جھجک نافذ کرتا ہے (سورۃ المائدہ 5:45)۔ مسلمان اسے یسوع کی پہاڑی وعظ میں دی گئی تعلیم "دوسرا گال بھی پیش کر دو" (متی 5:39) سے زیادہ فطری سمجھتے ہیں۔

اسلام کھلے طور پر مردوں کو عورتوں پر فوقیت دیتا ہے۔ معاشی طاقت رکھنے والے مرد اپنی جائیداد سے عورتوں کی کفالت کرتے ہیں اور ان کے معاملات چلانے کے حق دار ہیں (سورۃ النساء 4:34)۔ اسلامی قانون کے تحت مرد کو چار عورتوں تک شادی کرنے کا حق حاصل ہے اور لونڈیاں رکھنے کی بھی اجازت ہے (سورۃ النساء 4:3)۔ مرد کسی بھی وقت اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے۔

طلاق کے بعد عورت "اس کے لیے حلال نہیں رہتی جب تک وہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کر لے، پھر اگر وہ دوسرا شوہر اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ دوبارہ

ایک دوسرے سے نکاح کر لیں، اگر وہ سمجھیں کہ اللہ کی حدود قائم رکھ سکیں گے" (دیکھیں سورۃ البقرہ 2:227-230)۔

سورۃ البقرہ 2:223 مرد کو اپنی بیوی کے ساتھ اپنی پسند کی کسی بھی حالت میں تعلق قائم کرنے کا حق دیتی ہے۔ اس میں کہا گیا ہے: "تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں، سو اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو آؤ۔"

مسیحیت کے اسرار مسلمانوں کو الجھن میں ڈال دیتے ہیں۔ وہ یسوع کے مجسم خدا ہونے کے عقیدے کو سمجھنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں۔ تثلیث کا عقیدہ بھی ان کے لیے ناقابلِ فہم ہے — کیونکہ ان کے نزدیک جو مسیحی تین خداؤں کی عبادت کرتے ہیں، وہ مشرک ہی ہوں گے۔ اور ظاہر ہے کہ خدا کی محبت پر خدا کی عظمت کو زیادہ اہمیت دیتے ہوئے، وہ انسانوں کے لیے خدا کی محبت کے سب سے اعلیٰ ثبوت — یعنی مصلوبیت — کو فطری طور پر رد کرتے ہیں۔

3. مسلمان مسیح کے بارے میں آدھی سچائیاں مانتے ہیں

یسوع مسیح کے بارے میں اسلامی اور مسیحی عقائد کئی مقامات پر ایک دوسرے سے ملتے ہیں۔ مسلمان مانتے ہیں کہ وہ کنواری مریم سے جبرائیل ("روح القدس") کی قدرت سے پیدا ہوئے اور انہوں نے ہر قسم کے معجزات کیے۔ لیکن وہ اس بات کا انکار کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنے آپ کو خالی کیا یا خادم کی صورت اختیار کی (فلپیوں 2:7)۔ وہ گرے ہوئے انسانوں کی نجات کے لیے ان کی مصلوبیت کو قبول نہیں کرتے۔

لہٰذا اہم معاملات میں "مسلمانوں کا مسیح" انجیلوں کے یسوع سے مختلف ہے — ایک نکتہ جس کی طرف میں ابواب آٹھ اور نو میں دوبارہ رجوع کروں گا۔

4. مسلمان "مسیحی" کو "مغربی" سمجھتے ہیں

چونکہ اسلام مذہب اور ریاست کے درمیان بہت کم فرق کرتا ہے، اس لیے مسلمان مغربی معاشرے اور سیاست کو مسیحی ایمان کا براہِ راست اظہار سمجھتے ہیں۔ ان کے خیال میں مغربی لوگ جو کچھ کرتے ہیں، وہی مسیحیت ہے۔ حیرت کی بات نہیں کہ اس سے ان کے نزدیک مسیح پر ایمان کی قدر کم ہو جاتی ہے۔

ہالی وڈ کی کسی تازہ ترین فلم میں جو بھی بے راہ روی دکھائی جائے، وہ اسے مسیحی رویّے کا معیار سمجھ سکتے ہیں۔

5. مسلمان مسیحیت کو ایک مخالف سیاسی قوت سمجھتے ہیں

بہت سے مسلمان مسیحیوں کو اپنا سب سے بڑا دشمن سمجھتے ہیں۔ ریاستِ اسرائیل کا قیام جس میں "مسیحی مغرب" کی مدد شامل تھی — اور اس کے نتیجے میں فلسطینیوں کی بے — دخلی کو بہت سے مسلمان آٹھ صلیبی جنگوں (1096ء–1291ء) کی تجدید سمجھتے ہیں، جن کے بارے میں ناراضی اسلامی یادداشت میں اب بھی تازہ ہے۔

خصوصاً امریکہ، اپنی اسرائیل نواز خارجہ پالیسی، مسیحی سیاسی بیان بازی اور مسیحی مشنریوں کی آسان دستیابی کے باعث، اکثر مسلمانوں کو یہ تاثر دیتا ہے کہ وہ اسلام کی تباہی کے لیے وقف ہے۔

6. مسلمان اکثر ارتداد کے سخت قانون کو نافذ کرتے ہیں

اسلام میں دیگر مذاہب کے لوگوں کے ساتھ تعلقات رکھنے کی بھی سخت حوصلہ شکنی کی جاتی ہے۔ "اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ۔ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور تم میں سے جو کوئی انہیں دوست بنائے گا، وہ انہی میں سے ہوگا۔ بے شک اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا" (سورۃ المائدہ 5:51)۔

چونکہ مرتد اپنے ایمان اور اپنی جماعت سے غداری کرتے ہیں، اس لیے انہیں سخت ترین سزاؤں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ مسلمانوں کے لیے ارتداد کا قانون، مرتد یہودیوں کے بارے میں موسیٰ کی شریعت سے مشابہ ہے (استثنا 13:6-11)۔

عبدالرحمن الجزیری نے اسلامی ارتداد کے قانون پر اپنی کتاب میں کہا ہے: "چاروں ائمہ [اسلامی قانون کے چار مکاتبِ فکر کے بانی] اس بات پر متفق ہیں کہ جس مرتد کا اسلام سے پھر جانا ثابت ہو جائے، اسے قتل کر دینا چاہیے اور اس کا خون بلا کسی تردد کے بہانا چاہیے۔ منافق اور بدعتی جو بظاہر مسلمان ہو مگر خفیہ طور پر کافر رہے، اسے بھی قتل کیا جانا چاہیے۔"

یہاں تک کہ جہاں یہ مکمل قانون نافذ نہیں ہوتا، وہاں بھی کوئی مسلمان جو مسیحیت قبول کر لے، اسے خاندان کی طرف سے بائیکاٹ، وراثت سے محرومی اور ملازمت کے نقصان کا سامنا ہو سکتا ہے۔

7. مسلمان ایک پُرتشدد مذہب کو قبول کرتے ہیں

قرآن میں "دعا" کا لفظ فعل، اسم اور صفت کی صورت میں 99 مرتبہ آتا ہے، جبکہ "قتل" کا لفظ کم از کم 170 مرتبہ آتا ہے۔ اور اسلام میں صرف مرتد ہی سخت سلوک کا نشانہ نہیں بنتے۔

قرآن گھریلو زندگی میں تشدد کو ایک بنیادی خصوصیت کے طور پر پیش کرتا ہے۔ بیوی کو مارنا جائز قرار دیا گیا ہے۔ سورۃ النساء 4:34 میں کہا گیا ہے:

"مرد عورتوں کے نگہبان ہیں، اس لیے کہ اللہ نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس لیے کہ مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔ پس نیک عورتیں فرمانبردار ہوتی ہیں اور مردوں کی غیر موجودگی میں اس چیز کی حفاظت کرتی ہیں جس کی اللہ نے حفاظت کی ہے۔ اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمہیں خوف ہو، انہیں نصیحت کرو، ان کے بستروں سے الگ ہو جاؤ اور انہیں مارو۔ پھر اگر وہ تمہاری اطاعت کریں تو ان کے خلاف کوئی راستہ تلاش نہ کرو۔ بے شک اللہ بلند اور بڑا ہے۔"

اسلام میں عورتوں کی حیثیت بھی اس تشدد کو ظاہر کرتی ہے۔ سورۃ النساء 4:3 تعددِ ازدواج کا حکم دیتی ہے۔ اس میں کہا گیا ہے: "ان عورتوں سے نکاح کرو جو تمہیں پسند ہوں، دو، تین یا چار۔ پھر اگر تمہیں خوف ہو کہ انصاف نہ کر سکو گے تو صرف ایک سے، یا ان سے جو تمہاری ملکیت میں ہوں۔ یہ اس کے زیادہ قریب ہے کہ تم ناانصافی نہ کرو۔"

تاہم محمدؐ کو چار قسم کی عورتوں سے نکاح کرنے کی اجازت دی گئی۔ سورۃ الاحزاب 33:50 میں اللہ نے محمدؐ سے کہا:

"اے نبی! ہم نے آپ کے لیے آپ کی وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جن کے مہر آپ ادا کر چکے ہیں، اور وہ عورتیں جو آپ کے دائیں ہاتھ کی ملکیت میں ہیں، جنہیں اللہ نے آپ کو مالِ غنیمت میں عطا کیا ہے، اور آپ کے چچا کی بیٹیاں، آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں، آپ کے ماموں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں، جنہوں نے آپ کے ساتھ ہجرت کی، اور کوئی مومن عورت اگر وہ اپنے آپ کو نبی کے لیے پیش کرے اور نبی اس سے نکاح کرنا چاہے۔ یہ صرف آپ کے لیے خصوصی اجازت ہے، دوسرے مومنوں کے لیے نہیں۔"

سورۃ البقرہ 2:228 کہتی ہے کہ مرد عورتوں سے ایک درجہ بلند ہیں: "عورتوں کے لیے بھی ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حقوق ان پر ہیں... اور مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے۔"

عورت کی وراثت کے بارے میں سورۃ النساء 4:11 کہتی ہے: "مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر ہے۔"

عورت کی گواہی کے بارے میں سورۃ البقرہ 2:282 کہتی ہے: "اپنے مردوں میں سے دو گواہ بناؤ، اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں، جنہیں تم گواہوں کے طور پر پسند کرو۔"

طلاق کے بعد نکاح کے بارے میں سورۃ البقرہ 2:229 کہتی ہے: "اگر اس نے اسے طلاق دے دی تو وہ اس کے لیے اس کے بعد حلال نہیں، جب تک وہ کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کر لے۔ پھر اگر وہ دوسرا شوہر اسے طلاق دے دے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ وہ دوبارہ ایک دوسرے سے مل جائیں، اگر وہ سمجھیں کہ اللہ کی حدود قائم رکھ سکیں گے۔" (استثنا 24:1-4 سے موازنہ کریں۔)

عورتوں کے عوامی ظہور کے بارے میں سورۃ النور 24:31 کہتی ہے: "مومن عورتوں سے کہو کہ وہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں، اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں سوائے اس کے جو خود ظاہر ہو، اور اپنے سینوں پر اپنی اوڑھنیاں ڈالے رکھیں اور اپنی زینت ظاہر نہ کریں۔"

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ زنا کے لیے سخت سزا مقرر کی گئی ہے۔ سورۃ النور 24:2 کہتی ہے: "زنا کرنے والی عورت اور زنا کرنے والے مرد میں سے ہر ایک کو سو کوڑے مارو، اور اگر تم اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتے ہو تو اللہ کے دین کے معاملے میں تمہیں ان پر ترس نہ آئے، اور مومنوں کی ایک جماعت ان کی سزا کے وقت موجود ہو۔"

بت پرستوں کے بارے میں سورۃ التوبہ 9:5 کہتی ہے: "جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو، انہیں پکڑو، ان کا محاصرہ کرو اور ہر گھات کی جگہ ان کی تاک میں بیٹھو۔ پھر اگر وہ توبہ کریں، نماز قائم کریں اور زکوٰۃ ادا کریں تو ان کا راستہ چھوڑ دو۔ بے شک اللہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔"

یہودیوں اور مسیحیوں کے بارے میں سورۃ التوبہ 9:29 کہتی ہے: "ان لوگوں سے لڑو جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے، اور جو اس چیز کو حرام نہیں سمجھتے جسے اللہ اور اس کے رسول نے حرام کیا ہے، اور جو اہلِ کتاب میں سے دینِ حق کو قبول نہیں کرتے، یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور مغلوب ہو جائیں۔"

جہاد ("مقدس جنگ") کے لیے خدا کی طرف سے اجر کا وعدہ کیا گیا ہے۔ سورۃ التوبہ 9:111 کہتی ہے: "اللہ نے مومنوں سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لیے ہیں، اس کے بدلے میں ان کے لیے جنت ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں، قتل کرتے ہیں اور قتل کیے جاتے ہیں۔ یہ اللہ کے ذمہ تورات، انجیل اور قرآن میں سچا وعدہ ہے۔ اور اللہ سے بڑھ کر اپنے وعدے کو پورا کرنے والا کون ہے؟ پس اپنے اس سودے پر خوش ہو جاؤ جو تم نے اس سے کیا ہے، اور یہی بڑی کامیابی ہے۔"

سورۃ النساء 4:74 کہتی ہے: "پس چاہیے کہ وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑیں جو دنیا کی زندگی کو آخرت کے بدلے بیچ دیتے ہیں۔ اور جو اللہ کی راہ میں لڑے، پھر مارا جائے یا غالب آ جائے، ہم اسے بڑا اجر عطا کریں گے۔"

مسلمانوں کو بشارت دینا ایک ایسی بلاہٹ ہے جسے خدا برکت دے گا۔

ہر طرح کی وجوہات کی بنا پر اسلامی دنیا میں بشارت دینا ایک مشکل کام ہے۔ لیکن یہ اس سے زیادہ ناممکن نہیں جتنا کہ ابتدائی شاگردوں کے لیے رومی دنیا میں انجیل کی منادی کرنا تھا۔ رسول پطرس ہمیں بتاتے ہیں کہ کلیسیا کے قائم کیے جانے کی بنیادی وجہ بشارت دینا ہے (1 پطرس 2:9،10)۔ اعمال کی کتاب پر ایک نظر ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابتدائی ایمانداروں نے بے خوف ہو کر انجیل کی منادی کی (مثلاً اعمال 2:8؛ 4:20،29؛ 8:4؛ اور 13:1-4)۔ ہر وہ مسیحی جو عشائے ربانی میں شریک ہوتا ہے، اسے یاد دلایا جاتا ہے کہ ''جب کبھی تم یہ روٹی کھاتے اور اس پیالے میں سے پیتے ہو تو خداوند کی موت کا اعلان کرتے ہو جب تک کہ وہ آئے'' (1 کرنتھیوں 11:26)۔

خدا کبھی ناممکن کام کا حکم نہیں دیتا۔ جب وہ کلیسیا کو حکم دیتا ہے کہ زمین کی انتہا تک انجیل کی منادی کرے، تو وہ ایمانداروں کو اس حکم کی تعمیل کے لیے ضروری قوت اور وسائل بھی عطا کرتا ہے۔ اسی لیے اس کی فرمانبرداری بلاشرط ہونی چاہیے۔ آپ اسے ''خداوند'' کہہ کر پھر اسے ''نہیں'' نہیں کہہ سکتے۔ خداوند اپنے پیروکاروں کا ''نہیں'' قبول نہیں کرتا؛ خدا کو خداوند'' کہنا اور پھر اس کی فرمانبرداری سے انکار کرنا اپنے آپ میں ایک تضاد ہے۔''

جب خداوند حکم دیتا ہے تو وہ اپنے لوگوں کو فرمانبرداری کی طاقت بھی دیتا ہے۔ پولس نے 1 کرنتھیوں 9:7 میں پوچھا، ''کون کبھی اپنے خرچ پر جنگ کرتا ہے؟'' مزید یہ کہ جب ہم اس کی فرمانبرداری کرتے ہیں تو وہ نتائج کی ضمانت دیتا ہے۔ وہ ہمیشہ اپنے تخت پر قائم ہے۔ اس سے پہلے کہ یسوع نے اپنے شاگردوں کو اپنی گواہی دینے کے لیے بھیجا، اس نے ان سے کہا، ''آسمان اور زمین کا کل اختیار مجھے دیا گیا ہے'' (متی 28:18)۔ جو لوگ اس کی فرمانبرداری کرتے ہوئے جاتے ہیں، ان سے وہ کہتا ہے، ''دیکھو، میں دنیا کے آخر تک ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں'' (متی 28:20)۔

یہ بھی یاد رکھیں کہ تبدیلی کا کام آپ نہیں کرتے۔ آپ صرف خدا کے کلام کا بیج بوتے ہیں۔ متی 13:1-9 میں یسوع کی بیان کردہ تمثیل میں کسی نے بیج بونے والے سے یہ نہیں کہا کہ پہلے دیکھو زمین اچھی ہے یا کانٹوں والی یا پتھریلی۔ اس کا کام صرف بیج بونا تھا۔ اسی طرح دل کی تبدیلی وہ کام ہے جسے صرف روح القدس ہی انجام دے سکتا ہے۔

،پولس کو اس حقیقت کے بارے میں کوئی غلط فہمی نہیں تھی۔ اس نے کرنتھیوں سے پوچھا پس اپلوس کیا ہے؟ اور پولس کیا؟ صرف خادم جن کے وسیلہ سے تم ایمان لائے، اور جیسا'' خداوند نے ہر ایک کو کام دیا۔ میں نے پودا لگایا، اپلوس نے پانی دیا، مگر خدا نے اسے بڑھایا۔ پس نہ لگانے والا کچھ ہے نہ پانی دینے والا، مگر خدا جو بڑھانے والا ہے۔ لگانے والا اور پانی دینے والا دونوں ایک ہی مقصد رکھتے ہیں اور ہر ایک اپنی محنت کے مطابق اجر پائے گا۔ کیونکہ ہم خدا کے ہم خدمت ہیں؛ تم خدا کی کھیتی اور خدا کی عمارت ہو'' (1 کرنتھیوں 3:5-9)۔

جب کوئی شخص کہتا ہے کہ اس نے کسی شخص کو مسیح کے پاس جیت لیا، تو وہ صرف آدھی حقیقت بیان کر رہا ہوتا ہے۔ وہ واحد شخص نہیں تھا جسے روح القدس نے استعمال کیا۔ بہت سے لوگ اس سے پہلے کام کر چکے ہوتے ہیں، اور ان کے وسیلہ سے خدا اس دل کو مسیح کو قبول کرنے کے لیے تیار کر رہا ہوتا ہے۔ یہ بھی نہیں بھولنا چاہیے کہ یہ ''مل کر کام کرنا'' تبدیلی کے بعد بھی جاری رہتا ہے—اور مسلمان پس منظر سے آنے والے نوایمانداروں کے لیے یہ خاص اہمیت رکھتا ہے، کیونکہ انہیں مسلسل توجہ اور مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔

مسیح کو قبول کرنے والا مسلمان نوایماندار مسلسل دباؤ میں زندگی گزارتا ہے۔ گھر میں وہ آزادی سے اپنی بائبل نہیں پڑھ سکتا اور نہ ہی خدا کے ساتھ اپنا ذاتی وقت گزار سکتا ہے۔ ایمان سے ناواقفیت کی وجہ سے اس کے لیے مسیحی تعلیمات اور وعظ کو سمجھنا مشکل ہوتا ہے۔ یہ احساس کہ اس نے اسلام کو ترک کر کے اپنے خاندان کا دل توڑ دیا ہے، خود اس کے دل کو بھی توڑ دیتا ہے اور اسے مسلسل غم میں مبتلا کر سکتا ہے۔ یہ سب ایک تیزی سے بڑھنے والی گھاس کی مانند بن سکتا ہے جو خدا کے کلام کو اس کے اندر سے دبا دیتی ہے (متی 13:21)۔

اس کے علاوہ، اسے غالباً خاندان، پڑوسیوں اور حکام کی طرف سے ہراسانی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اکثر بیوی تبدیل شدہ شوہر کو چھوڑ دیتی ہے اور بچوں کو اپنے ساتھ لے جاتی ہے۔ نوایماندار اپنی ملازمت اور وراثت سے محروم ہو سکتا ہے۔ اگر وہ غیر شادی شدہ ہو تو اسے رہنے کے لیے دوسری جگہ اور شادی کے لیے مناسب شریکِ حیات تلاش کرنا پڑ سکتا ہے۔

تمام ضروری احتیاط کے ساتھ—اور جاسوسوں کو پہچاننے کے لیے امتیاز کی روح کے لیے دعا کرتے ہوئے (1 تھسلنیکیوں 5:21)—مسلم ممالک میں مسیحیوں کو چاہیے کہ وہ نئے نوایماندار کے سامنے ایک اچھا نمونہ قائم کریں۔ اسے بپتسمہ دینے سے پہلے یہ واضح کر دینا چاہیے کہ مسیحیت کے دو پہلو ہیں: مسیح میں آرام اور سلامتی، لیکن مسیح کی خاطر اذیت اور مصیبت بھی۔ مسیحی ایمان کی ایک متوازن تصویر پیش کی جانی چاہیے۔ بائبل مسیحی ایمانداروں سے کہتی ہے، ''کیونکہ مسیح کی خاطر تم پر یہ فضل ہوا کہ نہ صرف اس پر ایمان لاؤ بلکہ اس کی خاطر دکھ بھی سہو'' (فلپیوں 1:29)۔ کلیسیاؤں کو ان تمام باتوں سے باخبر رہنا چاہیے اور مسیحی خاندانوں کو تربیت دینی چاہیے کہ وہ نئے نوایماندار کا خیرمقدم کریں اور اس کے نئے ایمان میں بڑھنے میں اس کی مدد کریں۔

لیکن سب سے پہلے ہمیں مسلمانوں کو انجیل سنانے کے ایک نہایت اہم مسئلے کی طرف متوجہ ہونا چاہیے۔ ایک مسیحی اسلامی ایمان رکھنے والے شخص تک مؤثر طور پر انجیل کا پیغام کیسے پہنچا سکتا ہے؟

باب 2

مسلمانوں کے ساتھ بات چیت کا طریقہ

ایمانی مسائل پر نتیجہ خیز اور جاری بحث کو تیار کرنا
ایک مسلمان کے ساتھ صبر اور زبردست سفارت کاری کی ضرورت ہے۔ یہ آسان ہے۔
غلط سمجھا جائے معاملات میں الجھنا بھی آسان ہے۔
پیچیدہ تفصیل کی جو طویل مدت میں کسی بھی فریق کو فائدہ نہیں پہنچاتی۔
اس باب میں ذہن میں رکھنے کے لیے کچھ اہم رہنما خطوط بیان کیے گئے ہیں۔

I. سوالات کے جوابات دیں – اور انہیں اٹھائیں۔

دعا کریں کہ کوئی مسلمان آپ سے آپ کے ایمان کے بارے میں پوچھے۔ یہ ہے
سوالات کے مناسب جواب کے ساتھ تیار رہنا ضروری ہے۔
کوئی مسلمان پوچھ سکتا ہے۔ اپنے لیے تنازعہ نہ تلاش کریں۔
خاطر، اور مشکل سوالات کو "بطخ" نہ کریں - جو دے گا۔
مسلمانوں کے اعتراضات کا کوئی جواب نہیں دیا جا سکتا۔ دی
عیسائی دلیل کا نمونہ اعمال 17:23، 24 میں دیا گیا ہے جہاں
پولس نے اریوپیگس کو نامعلوم خدا کے بارے میں مخاطب کیا۔
متبادل کے طور پر، اسلام کے بارے میں مخلصانہ سوالات اٹھائیں۔ کیوں
نماز سے پہلے وضو؟ زکوٰۃ کیوں؟ مسلمان کیسے ہو سکتا ہے۔
یقین ہے کہ اللہ ان کو معاف کر دے گا؟ وہ کیوں سوچتے ہیں کہ عیسائیوں کی جگہ؟
کفارہ پر زور، اور مسلمان کیوں غور کرتے ہیں۔
الاضحی (ابراہام کے بیٹے کو چھڑانے کی عید) ان کی پہلی اور
سب سے بڑی دعوت؟ اس بات کو یقینی بنائیں کہ آپ جتنا سیکھ سکتے ہیں اس کے بارے میں

اسلام کی ثقافت اور مذہب، جیسا کہ اس سے آپ کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

ایک مسلمان کے جوابات، اور اپنی نیک نیتی کا مظاہرہ کریں۔

ڈاکٹر رچرڈ تھامس انجیلی بشارت کے بارے میں یہ اچھا مشورہ دیتے ہیں۔

مسلمان اپنی کتاب اسلام، پہلوؤں اور امکانات: میں

مسلمان دوست کا کیا کہنا ہے غور سے سنیں۔ کرو

تنازعہ کو دعوت نہیں دیتے لیکن استفسارات کا خیرمقدم کرتے ہیں۔ میں لبنان کے ایک ہسپتال کے ٹی بی وارڈز میں اکثر چکر لگاتا تھا۔

خلیجی ریاستوں کے مسلمان تھے۔ ایک اتوار کو ایک

بزرگ سعودی نے مجھے روکا اور کہا کہ تم پڑھنا چاہتے ہو۔

مجھے انجیل؟ کیا آپ دھیان دیں گے جب میں تلاوت کروں گا۔

قرآن؟" اس نے آگے بڑھنے سے پہلے 60 آیات کی تلاوت کی۔

مجھے جاری رکھنے دو مکالمہ وقت طلب ہوسکتا ہے، لیکن پھر

تمام قابل قدر کاموں میں وقت لگتا ہے۔

آپ کسی ایجنڈے پر پہلے سے اتفاق کرنا چاہیں گے۔ کوشش نہ کریں۔

ایک کھیت کو بہت چوڑا ڈھانپنا، جیسا کہ ایک نقطہ سے دوسرے مقام پر پھڑپھڑانا

ہر طرف کنفیوژن پیدا کرتا ہے۔ ہر بحث کو سامنے لانے کی کوشش کریں۔

ایک عارضی نتیجہ، اور اس اصول کو یاد رکھیں جو مردوں کو کرنا چاہیے۔

گواہی صرف مسلمان مردوں کے لیے اور عورتیں صرف مسلمان کے لیے

خواتین تمام بات چیت میں، سیاست سے بچنا ہی بہتر ہے۔ مسلمان

عربوں کو خاص طور پر یہودیوں کے خلاف بہت سی شکایات ہیں۔

عیسائی، اور اکثر آپس میں دشمنی رکھتے ہیں۔ رچرڈ

تھامس یاد کرتے ہیں کہ ایک انجیلی بشارت کا کارکن – ایک عرب جس کے ساتھ اے

مہمان نوازی اور مسلمانوں کے لیے فکرمندی کا عمدہ ریکارڈ - ایک بار ڈالیں۔

ایک سیاسی بحث کا اچانک اختتام: "میں اجازت نہیں دیتا

میرے گھر میں سیاسی جھگڑا ہو رہا ہے۔ اس نے کام کیا۔

II ۔مسلمان کو اطلاع دیں

،ایک مسلمان کو بتائیں کہ عیسائی ریڈیو کی نشریات کہاں سے مل سکتی ہیں
کرسچن ٹی وی پروگرام اور عیسائی ویب سائٹس۔ یہ تجویز کریں۔
وہ "جیسس فلم" دیکھتا ہے۔ ایک ٹریکٹ، کتابچہ، حصہ فراہم کرنے کی پیشکش
صحیفے یا نئے عہد نامہ کا - اور ہمیشہ زیادہ ہوتا ہے۔
ان کی درخواست کی صورت میں حوالے کرنے کے لیے مواد۔ کے بہترین ٹکڑے
استعمال کرنے کے لیے صحیفہ پہاڑ پر خطبہ، زبور، اور ہیں۔
لوقا کی انجیل کی کتاب پڑھنا بہت سے مسلمان پسند کرتے ہیں۔
جاب وہ یسوع سے بھی متوجہ ہوتے ہیں، لیکن اکثر ان تک رسائی نہیں ہوتی
اس کی تعلیمات، تمثیلوں، انٹرویوز، یا اس کے معجزات کی کہانیاں۔
اگر کوئی مسلمان آپ کو قرآن یا ٹریکٹ دے تو اسے شائستگی سے قبول کریں۔ پڑھیں
یہ اور دوستانہ بحث کے لیے تیار اور تیار رہیں۔

III ۔قرآن کی دعوت سے استفادہ کریں

ایمان پر بحث کرنے کے لیے
مسلمانوں کے اعتراضات کی تفصیل میں جانے سے پہلے
عیسائیت، آپ سورہ 29:46 کا حوالہ دینا پسند کر سکتے ہیں، جو کہتا ہے، "اہل کتاب سے بحث نہ کرو، جب تک کہ ایسا نہ ہو۔
اس طریقے سے جو بہتر ہے، ان میں سے جس نے معاملہ کیا ہے ان کے ساتھ بچاؤ
آپ کے ساتھ ظلم ہوا: اور کہو کہ ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جو ہے۔
ہم پر نازل کیا گیا ہے اور آپ پر نازل کیا گیا ہے۔ ہمارے خدا اور
‘‘تمہارا خدا ایک ہے اور ہم اسی کے آگے سر تسلیم خم کرتے ہیں۔
:یہ قرآنی آیت ایک مسلمان کو ہدایت کرتی ہے

اچھے یہودیوں اور اچھے عیسائیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ ·

پرانے عہد نامے پر یقین رکھیں، جو یہودیوں پر نازل ہوا، اور ·

نیا عہد نامہ، عیسائیوں پر نازل ہوا۔

یقین رکھو کہ یہودیوں اور عیسائیوں کا خدا اس کا ہے۔ ·

اپنا خدا، جس کے آگے اسے سر تسلیم خم کرنا چاہیے۔

تسلیم کریں کہ عیسائی نہ تو کافر ہیں اور نہ ہی ·

مشرک

.چہارم عظیم حقائق کا اشتراک کریں

خدا کے ساتھ بنی نوع انسان کے تعلق کے بارے میں تین عظیم حقائق جھوٹے ہیں۔

اسلام کی گرفت سے باہر ہے، لیکن اس کی مضبوطی سے تصدیق کی جاتی ہے۔

:عیسائی انجیل

1. خدا آپ سے محبت کرتا ہے۔

اسلام خدا کی عظمت پر زور دیتا ہے، اللہ اکبر

"("خدا عظیم ہے")۔ عیسائیت سکھاتی ہے کہ "خدا محبت ہے

۔ اس قانون میں کتنا فرق ہے۔(یوحنا 4:8،16 دیکھیں 1)

لوگوں کو خوفزدہ کرتا ہے اور وہ فضل جو انہیں قریب کرتا ہے (عبرانیوں

!(؛ میتھیو 12:18-215:1

اسلام کہتا ہے کہ خدا پرہیزگاروں سے محبت کرتا ہے۔ عیسائیت کہتی ہے۔

کہ اللہ ساری دنیا سے محبت کرتا ہے۔ وہ گنہگار سے محبت کرتا ہے اور

توہین کرنے والا وہ بنانے کے لیے بے دینوں سے محبت کرتا ہے۔

.وہ خدا پرست

ایک مسلم حدیث (یا روایت) کہتی ہے کہ خدا نے ایک لیا ۔

اس کے دائیں ہاتھ میں مٹھی بھر مٹی نے کچھ لوگوں کو پیدا کیا۔

اس کے ساتھ، اور کہا، "جنت کی طرف، اور مجھے پرواہ نہیں ہے۔" اس نے لے لیا۔
اس کے بائیں ہاتھ میں ایک اور مٹھی بھر مٹی نے کچھ پیدا کیا۔
ii ".لوگ اس کے ساتھ، اور کہا، "جہنم میں، اور مجھے پرواہ نہیں ہے
،اسلام اللہ کو رحم کرنے والا تسلیم کرتا ہے۔ درحقیقت
یہ نام قرآن میں کسی دوسرے نام سے زیادہ آیا ہے۔
خدا کے لیے لیکن اپنی رحمت میں بھی اللہ عظیم رہتا ہے۔
اور بلند و بالا۔ اپنی رحمت کے استعمال میں بھی وہ قائم رہتا ہے۔
.دور اور غیر ذاتی

اس کے برعکس، بائبل ہمیں بتاتی ہے کہ خُدا، اپنی محبت میں، آیا
یسوع مسیح میں ہماری سطح پر۔ اس نے ایک کی شکل اختیار کی۔
غلام اور خود کو ذلیل کیا، ہمارے جرم کو برداشت کیا اور ہمارا لے لیا۔
فیصلے میں جگہ. ہم گنہگاروں کے لیے اس کی خود قربانی ہمیں دیتی ہے۔
خدا کے خاندان میں مستقل جگہ۔ لوگ ہر جگہ تلاش کرتے ہیں۔
محبت کرنا، پیار کرنا، اور سلامتی سے لطف اندوز ہونا۔ یہ تین بنیادی ہیں۔
انسانی ضروریات. صرف ہمارے خداوند یسوع مسیح کے باپ میں کرتے ہیں۔
ہمیں تینوں ملتے ہیں - ہمیشہ کے لیے

2. آپ کا خدا کے ساتھ ذاتی تعلق ہو سکتا ہے۔

اسلام سکھاتا ہے کہ لوگ خدا کے بندے ہیں۔ مسیح ہدایت دیتا ہے۔
سچے مسیحی خدا کو "ہمارا باپ، جو آسمان پر ہیں" کہنے کے لیے۔
یوحنا رسول واضح طور پر کہتا ہے، ''دیکھو کیسی محبت ہے۔
باپ نے ہمیں عطا کیا ہے، کہ ہم بلائے جائیں۔
خدا کے بچے!... پیارے، اب ہم خدا کے بچے ہیں۔

۔(یوحنا 3:1، 2 1)

3. آپ ہمیشہ نجات کا یقین رکھ سکتے ہیں۔

مومنوں کے لیے ابدی نجات کے موضوع پر، قرآن ہے۔
غیر یقینی صورتحال سے گزرا۔ اس میں فرعون کے جادوگروں کا حوالہ دیا گیا ہے۔
جیسے کہ ہم رب العالمین پر ایمان لائے، یقیناً ہم
امید ہے کہ ہمارا رب ہمارے گناہوں کو معاف کر دے گا، کیونکہ ہم ہیں۔
مومنوں میں سے پہلے" (سورہ 26:47،51) اس میں ابراہیم کا بھی حوالہ دیا گیا ہے۔
جیسا کہ کہتے ہیں، "...اور جس سے، مجھے پوری امید ہے، میرے گناہ کو معاف کر دے گا۔
جزا کا دن" (سورہ 26:82)
قرآن اپنے پڑھنے والوں کو حکم دیتا ہے کہ ''اللہ سے ڈرو تاکہ تم
(سورہ 2:189) اور "اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو
تاکہ تم پر رحم کیا جائے" (سورہ 3:132) خود کہتا ہے، "یہ
ایک بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے... اس کی پیروی کرو اور
اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے" (سورۃ 6:155)
سورہ 19:71،72 کے مطابق، ہر مسلمان، مذہبی ہو یا نہ ہو۔
جہنم میں جائے گا: "تم میں سے کوئی نہیں ہے، لیکن وہ نیچے جائے گا
یہ کہ تیرے رب کے لیے ایک چیز مقرر ہے ہم کریں گے۔
پرہیزگاروں کو نجات دے اور ظالموں کو ہم کریں گے۔
"گھٹنوں کے بل گرتے ہوئے وہاں سے چلے جائیں۔

!خدا سے ڈرنے والا کوئی مسلمان نہیں جانتا کہ اسے کب نجات ملے گی
ایک حدیث کا دعویٰ ہے کہ مسلمان اپنی زندگی اسی کام میں گزار سکتا ہے۔
اہل جنت کے کام، اور جہنم میں ختم ہوتے ہیں، جبکہ جہنم میں، اور جنت میں ختم ہوتے ہیں۔
آدم کو پیدا کیا پھر اپنی پیٹھ کو دائیں ہاتھ سے رگڑا

اور اس سے ایک اولاد نکالی اور کہا: میں نے پیدا کیا۔
یہ جنت کے لیے اور قیدیوں کے اعمال کے ساتھ
جنت جو وہ کریں گے۔'' اس کے بعد اس نے اپنی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا۔
:اپنے ہاتھ سے اولاد نکالی اور فرمایا
میں نے ان کو جہنم کے لیے اور قیدیوں کے اعمال سے پیدا کیا ہے۔
جہنم، جو وہ کریں گے۔
اس کے برعکس، مسیح میں، وہ مومن جو اپنا بھروسہ کس چیز پر رکھتا ہے۔
یسوع نے اس کے لئے کیا ہے ابدی زندگی کی ضمانت ہے. نجات
صرف فضل پر منحصر ہے. قرآن ایسی کشیدگی کی اجازت نہیں دیتا
خدا کی پاکیزگی کے درمیان، جو سب کی موت کا مطالبہ کرتا ہے۔
جو مجرم ہیں، اور خُدا کی محبت، جو تمام گنہگاروں کے لیے ترستی ہے۔
بچایا جائے. اللہ گنہگاروں کو پسند نہیں کرتا (ایک اصول درج ہے۔
قرآن میں 24 بار - سورہ 2: 190-192 دیکھیں)۔ وہ صرف محبت کرتا ہے۔
جو اس سے ڈرتے ہیں (سورہ 3:76)۔ اس وجہ سے کوئی مسلمان نہیں کر سکتا
کبھی یقین کرو کہ اللہ نے اس کے لیے کوئی جگہ تیار کر رکھی ہے۔
جنت یا مختصراً اسے جہنم میں بھیج دیا۔
عیسائی مبلغین کو ہر موقع کو پکڑنا چاہئے۔
خُدا کی محبت کی تین عظیم حقیقتوں کا اعلان کریں، اُس کی خواہش
ذاتی تعلق، اور نجات کی ضمانت۔ یہ
قبولیت، جسے ہر کوئی حاصل کرنا چاہتا ہے، کے لیے دستیاب ہے۔
مسلمان صرف ہمارے خداوند یسوع مسیح کی انجیل کے ذریعے۔
،اجنبی بیٹے کے باپ کی طرح، خدا واپسی کا انتظار کر رہا ہے
کھلے بازوؤں کے ساتھ توبہ کرنے والا گنہگار (لوقا 15)۔

V. قرآنی آیات کا استعمال کریں جو پل بناتے ہیں۔

قرآن مجید کی متعدد آیات سے پتہ چلتا ہے کہ عیسائی
اسلامی فکر میں بہت عزت دی جاتی ہے۔
اس سے کہیں زیادہ مسلمان پہلے تسلیم کریں گے۔ یہ
ان اقتباسات کو کسی مسلمان کے لیے آہستہ سے کھینچنا قابل قدر ہے۔
توجہ میں نے اس باب میں پہلے سورہ 29:46 کا ذکر کیا ہے۔ یہاں
:کچھ اور ہیں

سورہ 3:55
یاد کرو جب اللہ نے کہا، "اے عیسیٰ... میں ان کو قائم کر رہا ہوں۔
جو دن تک کافروں کے اوپر تیری پیروی کرتے ہیں۔
قیامت کی. پھر تم سب کو میری طرف لوٹنا ہے اور میں کروں گا۔
"اپنے درمیان اس بات کا فیصلہ کرو جس میں تم اختلاف کرتے تھے۔
سورہ 3:113-115
اہل کتاب میں ایک راست باز ہے۔
جماعت جو رات کے وقت آیات کی تلاوت کرتی ہے۔
اللہ اور اس کے آگے سجدہ ریز ہو جاؤ۔ وہ اللہ پر یقین رکھتے ہیں۔
اور آخرت کا دن، اور نیکی کا حکم دینا اور کن چیزوں سے روکنا
برائی ہے، اور اچھے کاموں میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرو۔ وہ کے ہیں۔
صالحین اور جو بھی نیکی کریں گے اس کا اجر نہیں ملے گا۔
ان سے انکار کیا جائے. اللہ پرہیزگاروں سے باخبر ہے۔
سورہ 5:69
جو لوگ [مسلمانوں] کو مانتے ہیں، اور جو یہودی ہیں، اور
صابی، اور عیسائی، جو اللہ اور اس پر ایمان رکھتا ہے۔
آخری دن اور نیک کام کرتے ہیں، ان پر کوئی خوف نہیں، نہ ہی
کیا وہ غمگین ہوں گے؟
سورہ 5:82

آپ کو ان لوگوں کی دشمنی میں سب سے زیادہ سخت لوگ پائیں گے۔
جو یہودیوں اور مشرکوں کو مانتے ہیں۔ اور آپ کریں گے۔
ایمان والوں کے ساتھ پیار میں ان میں سے قریب تر تلاش کریں۔
وہ لوگ جو کہتے ہیں، "ہم عیسائی ہیں۔" اس لیے کہ
ان میں پادری اور راہب ہیں، اور کیونکہ وہ
.مغرور نہیں ہیں

جانئے اور شیئر کریں۔ VI
زوال کی قرآنی کہانی

آدم اور حوا کے زوال کی کہانی کا ذکر دو بار آیا ہے۔
:قرآن، سورتوں 2 اور 7 میں۔ یہاں مکمل کہانیاں ہیں
سورہ 2:30-38
تمہارے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں ایک نائب پیدا کروں گا۔ (30)
زمین پر." انہوں نے کہا: کیا تم اس میں کسی کو رکھو گے؟
اس میں فساد برپا کریں گے اور خون بہائیں گے؟ جبکہ ہم کرتے ہیں۔
تیری حمد منانا اور تیرے مقدس نام کی تسبیح کرنا؟ وہ
کہا میں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ (31) اور اس نے سکھایا
آدم تمام چیزوں کے نام؛ پھر اس نے ان کو سامنے رکھا
فرشتوں نے کہا، اگر تم ہو تو مجھے ان کے نام بتاؤ
ٹھیک ہے۔" (32) انہوں نے کہا کہ تو پاک ہے ہم علم والے ہیں۔
کوئی نہیں، سوائے اس کے جو تو نے ہمیں سکھایا ہے: حقیقت میں یہ تو ہی ہے۔
جو علم اور حکمت میں کامل ہیں۔" (33) فرمایا اے آدم! ان کے نام بتاؤ۔" جب اس نے ان سے
،کہا
اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ میں اس کے رازوں کو جانتا ہوں۔

آسمان اور زمین، اور میں جانتا ہوں کہ تم کیا ظاہر کرتے ہو اور کیا کرتے ہو۔
تم چھپاتے ہو؟" (34) اور دیکھو ہم نے فرشتوں سے کہا
آدم کو سجدہ کرو۔" وہ جھک گئے: ایسا نہیں ابلیس۔"
اس نے انکار کر دیا اور مغرور ہو گیا۔ وہ انکار کرنے والوں میں سے تھا۔
ایمان. (35) ہم نے کہا اے آدم تم اور تمہاری بیوی اس میں رہو
باغ؛ اور کھاؤ اس میں کی بہت سی چیزیں تمہاری طرح
مرضی لیکن اس درخت کے پاس مت پہنچنا، یا آپ کو نقصان پہنچا اور
زیادتی۔" (36) پھر شیطان نے ان کو اس سے پھسلایا
باغ]، اور انہیں اس حالت سے باہر نکالا جس میں وہ
تھا. ہم نے کہا، ''تم نیچے اترو، سب [آپ لوگ]، ساتھ
آپس میں دشمنی زمین پر تمہارا ٹھکانہ ہو گا۔
ایک وقت کے لیے جگہ اور تمہارے ذریعہ معاش۔ (37) پھر
آدم نے اپنے رب سے الہامی الفاظ سیکھے، اور اس کے
رب اس کی طرف متوجہ ہوا۔ کیونکہ وہ سب سے زیادہ رجوع کرنے والا ہے۔
مہربان۔ (38) ہم نے کہا تم سب یہاں سے اتر جاؤ۔
اور اگر، جیسا کہ یقینی ہے، میری طرف سے تمہارے پاس ہدایت آتی ہے۔
جس نے میری ہدایت کی پیروی کی اس پر کوئی خوف نہیں
"اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

سورہ 7:11-26

ہم نے تمہیں پیدا کیا اور تمہاری صورتیں بنائیں۔ (11)
پھر ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کریں اور وہ
جھک گیا ایسا نہیں ابلیس۔ اس نے ان لوگوں میں سے ہونے سے انکار کر دیا۔
جھکنا (12) اللہ نے فرمایا تمہیں کس چیز نے روکا؟
جب میں نے تمہیں حکم دیا تو سجدہ کرو؟ اس نے کہا، "میں ہوں۔
اس سے بہتر. تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا اور اسے آگ سے

مٹی۔'' (13) (اللہ نے) فرمایا اس سے نیچے اتر جا۔ یہ نہیں ہے
آپ یہاں تکبر کرنے کے لئے. باہر نکلو، کیونکہ تم میں سے ہو۔
سب سے ذلیل [مخلوقات]۔ (14) اس نے کہا مجھے مہلت دو
اس دن تک جس دن وہ اٹھائے جائیں گے۔" (15) اللہ نے فرمایا تم ہو جاؤ
مہلت پانے والوں میں۔" (16) فرمایا کیونکہ
تم نے مجھے راستے سے ہٹا دیا ہے، لوا میں انتظار میں پڑا رہوں گا۔
ان کے لیے تیرے سیدھے راستے پر۔ (17) پھر میں حملہ کروں گا۔
ان کے آگے سے اور ان کے پیچھے سے، ان کے دائیں طرف سے
اور ان کے بائیں طرف، اور نہ آپ ان میں سے اکثر کو شکر گزار پائیں گے۔
اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس سے ذلیل و خوار ہو کر نکل جا (18)
نکال دیا اگر ان میں سے کوئی تیری پیروی کرے تو میں تجھ سے جہنم بھر دوں گا۔

،اے آدم! تم اور تمہاری بیوی باغ میں رہو (19)
اور اپنی مرضی کے مطابق لطف اٹھائیں، لیکن اس درخت یا آپ کے قریب نہ جائیں۔
نقصان اور سرکشی میں بھاگنا۔" (20) پھر شیطان شروع ہوا۔
ان کے سامنے سرگوشی کرنے کے لیے، ان پر ظاہر کرنے کے لیے
ان کی شرمندگی جو ان سے پوشیدہ تھی۔ اس نے کہا، "آپ کا
رب نے تمہیں صرف اس درخت سے منع کیا ہے، ایسا نہ ہو کہ تم بن جاؤ
فرشتے یا ایسی مخلوق جو ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔" (21) اور قسم کھائی
ان دونوں کے لیے کہ وہ ان کا مخلص مشیر تھا۔ (22) پس
دھوکہ اس نے ان کے زوال کا سبب بنا۔ جب انہوں نے اس کا ذائقہ چکھا
درخت، ان کی شرم ان پر ظاہر ہو گئی اور وہ شروع ہو گئے
ان کے جسموں پر باغ کے پتوں کو ایک ساتھ سلائی کرنا۔
اور ان کے رب نے انہیں پکارا، کیا میں نے تمہیں منع نہیں کیا تھا؟
وہ درخت، اور آپ کو بتاتا ہے کہ شیطان ایک کھلا دشمن تھا۔

آپ کو؟" (23) انہوں نے کہا اے ہمارے رب! ہم نے ظلم کیا ہے۔
ہماری اپنی جانیں. اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور نہ عطا کیا۔
ہم پر تیری رحمت، ہم یقیناً ضائع ہو جائیں گے۔ (24) [اللہ]
آپس میں دشمنی کے ساتھ نیچے اتر جاؤ
زمین تمہارا ٹھکانہ اور ذریعہ معاش ہو گی۔
ایک وقت کے لیے۔" (25) فرمایا تم اسی میں رہو گے اور
تم اسی میں مرو گے۔ لیکن اس میں سے تمہیں نکالا جائے گا۔ (26)
اے آدم کی اولاد، ہم نے تم کو لباس عطا کیا ہے۔
اپنی شرم گاہوں کو ڈھانپیں اور آپ کی زینت بنیں۔ لیکن
تقویٰ کا لباس، یہ سب سے بہتر ہے۔ ایسے میں شامل ہیں۔
"اللہ کی نشانیاں، تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔
ان دو حوالوں سے ہم دیکھتے ہیں کہ پہلا حل
آدم کے زوال کو پیش کیا گیا تھا جو آدم کو حاصل کرنے کے لئے تھا۔
اپنے رب کی طرف سے "الہام کے الفاظ" (آیت 37)۔ دوسرا
اُس کے لیے ''تقویٰ کا لباس'' حاصل کرنا تھا (آیت 26)۔
قرآن نے ان میں سے کسی ایک جملے کی وضاحت نہیں کی۔
"تاہم، پیدائش کی کتاب کرتی ہے۔ خدا کے "الہام کے الفاظ
پیدائش 3:15 میں یہ ہے کہ عورت کی نسل کو کچل دے گا۔
سانپ کا سر، جبکہ سانپ اس کی ایڑی کو مارے گا۔ یہ ہے
"،زوال کے صدیوں بعد ہوتا ہے۔ یسوع، "عورت کی نسل
سانپ (شیطان) کے سر کو کچلتا ہے، جبکہ سانپ مارتا ہے۔
.مصلوب کے ذریعے اس کی ہیل
مسلمان کنواری پیدائش پر یقین رکھتے ہیں (اس طرح عیسیٰ کو قائم کیا گیا ہے۔
عورت کا بیج")۔ وہ بھی کمال پر یقین رکھتے ہیں۔"

یسوع کا (دیکھیں سورہ 19:19 "بے عیب بیٹا")۔ وہ صرف مصلوبیت کو تسلیم کرنے سے انکار کرنے میں اختلاف رکھتے ہیں – حالانکہ یہ صاف ہے۔

پیدائش میں پیش گوئی کی گئی ہے۔ کی طرف سے فراہم کردہ "تقویٰ کے لباس" کے لیے

خدا کو جانوروں کی کھال سے بنایا گیا تھا – جانوروں کی طرف اشارہ

قربانی اور "خدا کے برّہ" کے طور پر یسوع کا مستقبل کا کردار۔

دلیل میں کامل شائستگی کی مشق کریں۔ VII

ایک مسلمان کے ساتھ گفتگو کا انتظام کرنے کے لیے مہارت کی ضرورت ہوتی ہے۔

صبر آپ کو اپنے نقطہ نظر کو تبدیل کرنے کی ضرورت ہوگی اور

طریقہ نوٹ کریں کہ آپ کا مسلمان دوست کس قسم کا شخص ہے۔

وہ اپنے متعلقہ اصولوں کے بارے میں کتنا جانتا ہے۔

مذہب اور آپ کا؟ کیا اس کے پاس مذہبی کا مبہم علم ہے؟

مسائل؟ کیا وہ اختلافات کی گرفت کے ساتھ ایک گہری دانشور ہے؟

اسلام اور عیسائیت کے درمیان؟ یاد رکھیں آپ کے پاس بہت کچھ ہے۔

معاہدے کی گنجائش، لیکن مسلمان اکثر نظر انداز کر دیتے ہیں۔

گناہ اور خدا سے علیحدگی کی اہمیت - اور

خدا کی راستبازی مفاہمت کے ذرائع فراہم کرتی ہے۔

رب سے پوچھتے رہیں کہ بات چیت میں کس طرح آگے بڑھنا بہتر ہے۔

مسیح نے وعدہ کیا ہے کہ روح القدس مومنوں کی مدد کرے گا۔

جب وہ الفاظ اور خیالات کے لیے پھنس جاتے ہیں۔ تمام مسلمان نہیں۔

ایمان کے مسائل پر بحث میں مشغول ہونا چاہیں گے، لیکن بہت سے

مرضی اور جیسا کہ رچرڈ تھامس نے اشارہ کیا، "خدا سننا پسند کرتا ہے۔

ہم اُس کے بیٹے کی اچھی بات کرتے ہیں۔

مسلمانوں کے ساتھ مناسب طریقے سے برتاؤ کر سکتا ہوں۔

سے بہتر کوئی گائیڈ تلاش نہ کریں۔ لکھا Rev. W. St. Clair Tisdall

v:دہائیوں پہلے، اس کا مشورہ بالکل متعلقہ رہتا ہے

1. "جیتنے کے لیے بحث نہ کریں۔"

یاد رکھیں کہ آپ کا مقصد اعتراض کرنے والوں کو خاموش کرنا نہیں ہے، نہیں۔
محض منطقی فتوحات حاصل کریں، لیکن روحوں کو مسیح تک لے جانے کے لیے۔ میں
دلیل ہمیں ٹھوکریں کھانے والی رکاوٹوں کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔
ہمیں روحوں کو تبدیل کرنے کی امید نہیں رکھنی چاہیے۔ یہ اس کا کام ہے۔
روح القدس، جس کی مدد ہر قدم پر ہونی چاہیے، دعا کے ساتھ اور
یقین سے ملوث. استفسار کرنے والے کو دعا کے ساتھ پڑھنے کی ترغیب دیں۔
بائبل، خاص طور پر نئے عہد نامہ اور مطمئن نہ ہونا
اس کے ساتھ غلطی تلاش کرنے کے ساتھ، اور نہ ہی اس میں مشکلات دریافت کرنے کے ساتھ۔

2. توجہ مرکوز رکھیں۔

ہر موقع پر بحث کو ایک یا تک محدود رکھنے کی کوشش کریں۔
دو قطعی نکات، جن پر پہلے ہی فیصلہ کیا جانا چاہیے۔ استفسار کرنے والے کو ایک نقطہ سے دوسرے مقام پر جلدی کرنے دیں۔
جواب کا انتظار کیے بغیر وقت کا ضیاع ہے، یا اس سے بھی بدتر۔
دلیل کو کسی حتمی نتیجے تک پہنچانے کی بھی کوشش کریں۔
یہ صرف کورس کی منصوبہ بندی کر کے ہی کیا جاسکتا ہے۔
بحث، جہاں تک ممکن ہو اپنے ذہن میں، اور
مقصد کو مستقل طور پر مدنظر رکھنا۔

3. شائستگی میں ایک مثال قائم کریں۔

اپنے دلائل میں انصاف اور شائستگی پر پوری توجہ دیں۔
یہ عام طور پر دلائل میں جتنی کثرت سے ہوتا ہے اس پر عمل نہیں کیا جاتا ہے۔
عام گفتگو میں مجھے یقین ہے کہ دلائل میں اس کا استعمال ایک ہے۔
بہت بڑا اثر. اگر آپ اپنے الفاظ میں شائستہ اور مہربان ہیں۔

،اور اس طرح، ایک مسلمان عام طور پر، یہاں تک کہ اس کی مرضی کے خلاف
شائستگی کے اصولوں پر عمل کرنے پر مجبور کیا جائے۔ اسے ایک کے طور پر دیکھیں
بھائی جس کے لیے مسیح مرا، اور جس کے پاس آپ بھیجے گئے ہیں۔
مفاہمت کے پیغام کے ساتھ۔ آپ عام طور پر دباؤ ڈال سکتے ہیں۔
اس کی طرف سے کوئی بدتمیزی، اسے ناراض کیے بغیر، دکھا کر
اس کے ساتھ بشکریہ اور اپنے انداز سے یہ واضح کرنا کہ آپ
اس سے اسی طرز عمل کی توقع رکھنا۔ کبھی بحث نہ ہونے دیں۔
.جھگڑے میں بدل جانا

4. کبھی غصہ نہ کریں۔

یاد رکھیں کہ مسلمان آپ کو بنانے کی کوشش کر رہا ہے۔
ناراض اگر وہ ان لوگوں کی رہنمائی کرنے میں کامیاب ہو سکتا ہے جن کا تصور ہو۔
کہ آپ ناراض ہیں، وہ، ان کی رائے میں، حاصل کر چکے ہوں گے۔
،فتح اگر آپ غیر ارادی طور پر کسی بحث میں ناراض ہو جائیں
آپ کا مخالف توقف کرے گا اور سامعین کو ترتیب سے دیکھے گا۔
ان کی توجہ حاصل کرنے کے لیے۔ پھر وہ معافی مانگنے لگے گا
خوف کی ظاہری شکل کے ساتھ، غیر دانستہ طور پر ہونے کی وجہ سے
آپ کو ناراض کیا. اس نے راؤنڈ حاصل کر لیا ہے۔ اس نے بنایا ہے
،اس کا مخالف ناراض ہے، یا کم از کم یہ سوچتا ہے کہ اس کے پاس ہے
اور شاید باقیوں کو قائل کرتا ہے کہ ایسا ہی ہے۔ غصہ ظاہر کرتا ہے۔
شکست کا شعور

5. ایمان اور گناہ کے لیے سنجیدہ رویہ کا مظاہرہ کریں۔

مسلمانوں کو اس کی گہری اہمیت کا احساس دلانے کی کوشش کریں۔
معاملات پر وہ بہت ہلکے سے بات کرنے کی طرف مائل ہے۔ اسے دکھاؤ
آپ ان کو زندگی یا موت کا معاملہ سمجھتے ہیں۔ تاہم

وہ پہلے تو غیر سنجیدہ ہو سکتا ہے، وہ عام طور پر آپ کے ساتھ بہت آسانی سے ہمدردی کرے گا اگر آپ مخلص ہوں گے۔ اگر آپ ہیں۔

تخلیق کریں۔ ...نہیں، آپ مسیح کے لیے سچے گواہ نہیں ہیں

آب و ہوا جو گناہ کی سزا کی طرف لے جاتی ہے اور اسے دکھاتی ہے۔

اسے نجات دہندہ کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کو اس کا بہت کم خیال ہے۔

گناہ کی سنگینی ان کے دلوں تک پہنچنے کی کوشش کریں اور نہ کریں۔

صرف ان کی عقل. ان سے بطور فرد اپیل کریں۔

جسے مسیح مر گیا، جسے نجات کی ضرورت ہے، جو اس کے پاس ہے۔

آپ کو انجیل کے ذریعے پیش کرنے کا حکم دیا۔

6. جرم کرنے کی طرف لے جانے سے گریز کریں۔

اس طرح کے جوابات (بات چیت میں) میں کبھی گمراہ نہ ہوں۔

سوال جیسا کہ "محمد کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟" یا میں

اس پر براہ راست حملہ کرنا۔ ایسا کرنا ہو گا۔

اپنے سننے والوں کو ٹھیس پہنچائیں اور بہت زیادہ نقصان کریں۔ یہ بے نیاز ہے۔

انہیں محمد کے بارے میں اپنی رائے بتائیں، کیونکہ وہ ایسا نہیں کریں گے۔

،اسے اپنے اختیار پر قبول کریں۔ وقت کے ساتھ، اگر وہ بائبل پڑھتے ہیں

وہ خود ایک بہت طے شدہ رائے بنائیں گے۔ یہ ہے

اس طرح کچھ جواب دینا بہتر ہے، "اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

محمد کے بارے میں میری کیا رائے ہے؟ میں آپ کو بتانے والا ہوں۔

مسیح۔" اس کا مطلب آپ پر بالکل واضح ہو جائے گا۔

سامعین آپ کے حسن سلوک کی تعریف کی جائے گی۔ شاید آپ

یسوع کے بارے میں بات کرنے کو کہا جائے گا۔

7. محمد سے مناسب احترام کے ساتھ بات کریں۔

عیسائی کا کچھ عنوان دینے میں محتاط رہنا چاہئے۔

محمد کے ساتھ اور اگر ضرورت ہو تو (شیعوں کے درمیان)

مسلمانوں کو) علی اور فاطمہ یا دیگر افراد کی طرف سے اعزاز حاصل ہے
مسلمان کچھ ممالک میں اگر آپ ایسا کرتے ہیں تو ایسا ہوگا۔
بے عزتی سمجھا. ہندوستان میں، "محمد" کہنا بہتر ہے۔
"صاحب؛" فارس میں، عیسائیوں کے بعد سے "حضرت محمد
اسے اعلیٰ القابات نہیں دے سکتے لیکن مسلمان اس پر راضی ہیں۔
ہم اسے یہ دیتے ہیں۔ مصر اور مشرق وسطیٰ کے ممالک میں
وہ اس کے سادہ الفاظ میں کہے جانے سے ناراض نہیں لگتے
بطور "محمد" آپ کہہ سکتے ہیں، "نبییوکم" ("آپ کا
نبی") شائستگی سے باہر۔ تاہم، یہ شامل کرنے کے لئے ضروری ہے
یسوع" کو "ہمارا نجات دہندہ" یا "خداوند" کا لقب۔ مسلمان"
خود ہمیشہ اسے عزت کا کوئی لقب دیتے ہیں، اور وہ
اگر آپ اسے چھوڑ دیتے ہیں تو ناراض ہیں

8. مذہبی تکنیکی چیزوں سے پرہیز کریں۔

،آپ جو مذہبی اصطلاحات استعمال کرتے ہیں ان میں محتاط رہیں۔ دیکھیں کہ آپ
سب سے پہلے، ان کو اپنے آپ میں اچھی طرح سمجھیں۔
،مادری زبان الفاظ جیسے "پاک، کفارہ، گناہ
آسمان کی بادشاہی، اور امن" جو کہ میں استعمال ہوتے ہیں۔
بائبل کے مقامی ورژن، ان کی تبلیغ نہیں کرتے
پہلی نظر میں مسلمان کے لیے عیسائی مذہبی معنی۔
اس کی طرف سے کسی غلط فہمی سے بچیں۔ اس کا استعمال کریں۔
جہاں تک ممکن ہو مذہبی اصطلاحات کے مالک ہوں، اس بات کو یقینی بناتے ہوئے
کہ آپ سب سے پہلے ان کو پوری طرح سمجھیں۔

9. بائبل کے متن میں زمینی بحث۔

جب بھی مسلمان حوالہ دیتے ہیں اور کسی میں دلیل ڈھونڈتے ہیں۔
بائبل سے حوالہ، اس کی طرف رجوع کرنے کا ایک نقطہ بنائیں

سیاق و سباق سے گزرنا اور اس بات کا پتہ لگانا کہ بالکل کیا ہے۔
کہا اور کیا مراد ہے؟ یادداشت پر بھروسہ نہ کریں۔ یہ ہے
انتہائی اہمیت کا آیت کے اندر بلند آواز سے پڑھنا
،سیاق و سباق اکثر مشکل کا مکمل جواب دے گا
جس پر بات کی گئی ہے۔ ایک ہی منصوبہ منافع بخش ہو سکتا ہے
قرآن پر لاگو کیا جائے، جس کا حوالہ سیاق و سباق میں ہونا چاہیے۔

10. جانیں کہ آپ کیا سوچتے ہیں۔

ایک دلیل میں داخل ہونے سے پہلے، آپ کو صرف جاننا نہیں چاہئے
بائبل ٹھیک ہے، لیکن آپ کا اپنا ذہن بھی بنانا چاہئے۔
ان معاملات پر جو تنازعات میں ہیں۔ یقیناً آپ کو ہونا چاہیے۔
تمام اہم عیسائیوں کی صداقت کے مکمل طور پر قائل ہیں۔
عقائد اور یہ بھی جانتے ہیں کہ بائبل کیا سکھاتی ہے اور
یہ زوال، مشروط جیسے مضامین پر کیا نہیں سکھاتا ہے۔
لافانی، ابدی امید، کفارہ، اور بہت کچھ۔

11. گرمجوشی سے تصدیق کریں کہ آپ میں کیا مشترک ہے۔

،آسانی سے قبول کریں، اور یہ واضح کریں کہ آپ دل سے قبول کرتے ہیں
تمام سچائی عیسائیت اور اسلام کے لیے مشترک ہے۔ پھر آگے بڑھیں۔
معاہدے کے ان نکات سے ان کو ظاہر کرنے کے لئے کہ کتنا
ان کے کچھ عقیدے اس سے کہیں زیادہ گہرے ہیں جن کا وہ احساس ہے۔ آپ
ظاہر کر سکتے ہیں کہ بائبل وہ سب کچھ سکھاتی ہے جو ان میں سچ ہے۔
عقیدوں اور یہ کہ اس سے بھی زیادہ اس طرح کے نکات پر آگے بڑھتا ہے۔
ان کی الہیات کرتا ہے. قرآن کی بات کرتے ہوئے، آپ کے پاس ہے۔
بہت احترام کرنا اور محتاط رہنا کہ آپ اسے کیسے نقل کرتے ہیں۔ لیکن ان عظیم سچائیوں کے علاج میں جو دونوں میں مشترک ہیں۔
مذاہب، عیسائی آزادانہ اور دل سے بات کر سکتے ہیں، اور

،ایسا کرنے سے سننے والے میں ہمدردی کی چمک جاگ سکتی ہے
جو کم از کم اسے سننے کے لئے تصرف کرے گا کہ آپ کے پاس کیا ہے۔
مخصوص عیسائی عقائد کے حوالے سے کہنا۔

12. نکالیں، لیکچر نہ دیں۔

،اپنے آپ کو جتنا ہو سکے مسلمان کی جگہ پر رکھو
اس کی مشکلات کو سمجھنے کے قابل ہو. آپ اس طرح ہوں گے۔
آپ کے جوابات کو اس طرح ترتیب دینے میں بہتر ہے کہ وہ
سمجھتا ہے سوال پوچھنے کا سقراطی طریقہ اور
،جوابات تلاش کرنے کے لیے اپنے مخالف کی رہنمائی کرنا، اور، اس طرح
آپ جو کچھ سکھانا چاہتے ہیں اس کی سچائی سے خود کو قائل کریں۔
اسے، اگر صحیح طریقے سے استعمال کیا جائے تو شاید بہترین طریقہ ہے۔ آپ کر سکتے ہیں۔
پوچھو، "نماز سے پہلے وضو کیوں؟ کیا یہ صرف جسمانی کے لیے ہے؟
،صفائی؟" یا "اگر خدا ہر چیز پر قادر ہے
کیا وہ آدمی کے روپ میں ہمارے پاس نہیں آسکتا؟

13. جس چیز کو مسلمان قبول کر سکتا ہے اس سے شروع کریں۔

یاد رکھیں کہ راسخ العقیدہ مسلمان کیا کرنے کے لیے تیار ہوں گے۔
تسلیم کریں اور جو وہ پہلے تسلیم نہیں کرے گا۔ آپ اس طرح ہوں گے۔
آپ کے دلائل میں یقینی بنیاد پر، اور ایک جگہ ہوگی
اپنے بیج لگانے کے لیے کھڑے ہونے کے لیے۔
a وہ دلائل کی صداقت کو تسلیم کرنے کا پابند ہے۔
مفروضہ (دلیل کی خاطر، جہاں تک آپ ہیں۔
متعلقہ) کہ قرآن خدا کی کتاب ہے، کہ ہر
اس کا لفظ اور حرف اصل میں خدائی تصنیف ہے۔
اور یہ کہ وہ اس پر سمجھوتہ کرنے کو تیار نہیں ہے۔

،ب وہ (1) خدا کی وحدانیت کے عظیم عقائد کو قبول کرتا ہے

قادر مطلق طاقت، حکمت، ابدیت، ناقابل تبدیلی، اور

کہ وہ تمام اچھی صفات کا اتحاد ہے۔ (2) اس کی تخلیق

کائنات کی، اور اس کی الہی حکومت اور پرووِیڈنس؛

تمام انبیاء کا الہی مشن، جیسے (3)

آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ؛ (4) ابدی

خالق اور اس کی مخلوق میں فرق: (5)

دنیا کا وجود اور انسانی شخصیت، کا

انسانی روح، موت کے بعد کی زندگی، مستقبل کے انعامات اور

،سزائیں، قیامت، ایمان کی ضرورت

اچھی اور بری روحوں کا وجود؛ (6) مسیح کا الہی مشن، کنواری کی پیدائش، اس کی بے گناہی
تمام انبیاء)

مسلمانوں کے ذریعہ بے گناہ کہا جاتا ہے) اس کا عروج، جنت میں اس کی زندگی

اب، اس کی دوسری آمد، اور یہ کہ مسیح "کا کلام ہے۔

خدا" (کلیمۃ اللہ) اور "اس کی طرف سے ایک روح" (روحون

،منحو) (سورۃ 4:171)؛ (7) کہ بائبل، جیسا کہ اصل میں دیا گیا ہے

ایک الہی وحی تھی؛ اور (8) وہ بت پرستی ہے۔

ناقابل معافی گناہ (سورہ 116،4:48)۔

دوسری طرف، اسے جرم کا احساس نہیں ہے۔

گناہ، ابدی اخلاقی قانون کا وجود۔ اس کے پاس نہیں ہے۔

خدا کی پاکیزگی یا انصاف یا محبت کا حقیقی تصور۔ وہ

عملی طور پر خدا کی قادر مطلقیت کو سب کو گرہن کے طور پر تصور کرتا ہے۔

اس کی دوسری صفات۔ وہ کفارہ کی ضرورت نہیں دیکھتا۔ وہ

تثلیث، مسیح کی اولاد اور اس کی موت کا انکار کرتا ہے۔

،صلیب اس کا خیال ہے کہ بائبل کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کی گئی تھی

یا کسی بھی قیمت پر، وہ سوچتا ہے کہ اسے منسوخ کر دیا گیا ہے۔
"محمد پر قرآن کا نزول"
نوے فیصد مسلمانوں کے اعتراضات کی طرف سے آتے ہیں۔
ہر چیز کو دیکھنے اور تشریح کرنے کا ان کا رجحان
سب کچھ جسمانی طور پر. میری اصل کوشش کوشش کرنا اور سیٹ کرنا ہے۔
متن یا نظریے کے روحانی پہلو کو آگے بڑھائیں۔ اگر میں
انہیں یہ احساس دلایا جا سکتا ہے کہ اس کا ایک روحانی پہلو بھی ہے۔
مذہبی تقاریب، مجھے لگتا ہے کہ کچھ حاصل ہوا ہے۔
مثال کے طور پر، جب وہ اعتراض اٹھاتے ہیں جو ہم کرتے ہیں۔
نماز سے پہلے وضو نہ کرنا، اعتراض کرنے والے کا ہے۔
،شاید وضو کو ایک شکل سے زیادہ نہیں دیکھا
اور روحانی تعلیم جو اس سے حاصل کی جا سکتی ہے۔
بہت امکان ہے کہ اس کے لئے ایک وحی ہے۔ اس کے ساتھ میری لائن اور
اسی طرح کے اعتراضات اعتراض کرنے والے کو ایک قدم اٹھانے پر ہوں گے۔
واپس دعا کی نوعیت اور تیاریوں کی طرف
جب ہم اپنے خالق سے رجوع کرتے ہیں۔
اسی طرح ہماری داڑھی کاٹنے پر اعتراضات اور
مونچھیں یا ہمارے کپڑوں کی بناوٹ، یا ہماری حقیقت
ہمارے سر کے کپڑے اور جوتے کو ہٹانا یا نہیں ہٹانا
کچھ شرائط سب بحث کو واپس لاتے ہیں۔
حقیقی مذہب کے بنیادی محرکات اور اندرونی نوعیت۔
انہیں الفاظ یاد دلانے سے مدد حاصل کی جا سکتی ہے۔
وہ نماز سے پہلے "نیت" میں استعمال کرتے ہیں جس پر زور دیا جاتا ہے۔
دل کی تیاری بیرونی چیزوں کے برعکس۔

14. دعا کرو!

مبشر کو بینجیل کے مشورے کو یاد رکھنا اور اس پر عمل کرنا چاہیے:

بغیر علم کے، بغیر کسی جھگڑے میں نہ پڑو"

محبت، بغیر ضرورت کے" اور، آئیے شامل کریں، بغیر دعا کے۔

باب 3

محمد

I. اسلام سے قبل عرب

یہ ایک غور طلب اور افسوسناک بات ہے کہ اگر چھٹی صدی میں جزیرۂ عرب میں کوئی مستند اور مؤثر مسیحی مبشر موجود ہوتا، تو ممکن ہے کہ محمد دنیا کے عظیم مسیحی مبشروں میں سے ایک بن جاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ محمد مسیحیت سے متاثر تھے، اور ان کے زمانے میں جزیرۂ عرب میں موجود دیگر بہت سے مذہبی فرقوں سے بھی متاثر ہوئے، جن میں **یہودیت، صابئین اور حنیفیت** شامل تھے۔

1. یہودیت

یہودیت جزیرۂ عرب میں اُن یہودیوں کے ذریعے پہنچی جو سن 70 عیسوی میں ٹیٹس (Titus)، کے ہاتھوں یروشلم کی تباہی کے بعد وہاں سے فرار ہو گئے تھے۔ کچھ امیر یہودی خاندان یثرب یمن اور دیگر علاقوں میں آباد تھے۔ ان کی دولت کا ذریعہ زراعت، قرض پر رقم دینا، زرہ بکتر اور زیورات کی تجارت تھا۔ عرب لوگ ان کا احترام کرتے تھے کیونکہ یہودیوں کے پاس ایک مقدس کتاب" تھی۔ بعض عربوں نے یہودیت کو بھی قبول کر لیا تھا۔"

محمد یقیناً یہودی صحائف سے واقف تھے، کیونکہ ان میں موجود بہت سا مواد قرآن میں بھی ملتا ہے۔ سورۃ 3 کا نام آلِ عمران ہے (عمران کا خاندان، یعنی موسیٰ کے والد عمران)؛ سورۃ 10 کا نام یونس ہے؛ سورۃ 12 کا نام یوسف ہے؛ سورۃ 14 کا نام ابراہیم ہے؛ اور سورۃ 71 کا نام نوح ہے۔ قرآن خروجِ مصر (Exodus) کا بھی ذکر کرتا ہے (سورۃ 2:49، 50)۔

محمد اکثر اپنے زمانے کے یہودیوں کو ان انکشافات اور وحی کی یاد دہانی کراتے تھے جو خدا نے موسیٰ کو عطا کی تھیں۔ قرآن یہ بھی کہتا ہے:

"اور ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب، حکم اور نبوت عطا کی، اور انہیں پاکیزہ چیزیں دیں، اور انہیں تمام لوگوں پر فضیلت دی۔"
(سورۃ 45:16)

عرب لوگ جانتے تھے کہ یہودیوں نے مسیح کی کنواری ولادت، تثلیث، اور مسیح کی الوہیت و کفارہ دینے والی موت کے مسیحی عقائد کو قبول نہیں کیا تھا۔

قرآن اسرائیل کے زوال کا سبب ان الفاظ میں بیان کرتا ہے:

"ان کے عہد توڑنے، اللہ کی آیات کا انکار کرنے، ناحق نبیوں کو قتل کرنے، اور یہ کہنے کے سبب، کہ ہمارے دل پردوں میں ہیں۔ بلکہ اللہ نے ان کے کفر کے سبب ان کے دلوں پر مہر لگا دی ...پس وہ بہت کم ایمان لاتے ہیں۔ اور ان کے کفر اور مریم پر بہتانِ عظیم باندھنے کے سبب" *(سورۃ 4:155، 156)*

دوسری صدی عیسوی کے عربستان میں یہودیوں کا ایک قابلِ ذکر فرقہ ابیونائٹس (Ebionites) تھا۔ وہ یسوع کو مسیح، داؤد کا بیٹا، اور عظیم شریعت دینے والا مانتے تھے۔ تاہم، وہ یسوع کو موسیٰ کی مانند صرف ایک انسان سمجھتے تھے، جسے مسیح ہونے کی دعوت دی گئی، اور ان کے عقیدے کے مطابق یسوع بپتسمہ لینے کے وقت ہی **روح القدس** کے ساتھ متحد ہوئے۔

اسکندریہ کے اوریجن (Origen) نے ابیونائٹس کو ایک ایسے نابینا شخص سے تشبیہ دی جو "اے داؤد کے بیٹے، مجھ پر رحم کر"، لیکن وہ اس بات کی واضح سمجھ نہیں رکھتا تھا کہ یسوع حقیقت میں کون تھے۔

2. مسیحیت

اپنی دعوت کے ابتدائی دور میں کم از کم، محمد مسیحیوں کے بارے میں بظاہر مثبت رویہ رکھتے تھے۔

سورۃ 5:69، 82

"بے شک جو لوگ ایمان لائے، اور جو یہودی ہوئے، اور صابئین اور نصاریٰ، جو کوئی اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے، تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے... تم ایمان والوں کے ساتھ دشمنی میں سب سے زیادہ سخت یہودیوں اور مشرکوں کو پاؤ گے۔ اور تم ایمان والوں سے محبت میں سب سے زیادہ قریب ان لوگوں کو پاؤ گے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہ اس لیے کہ ان میں علماء اور راہب موجود ہیں اور وہ تکبر نہیں کرتے۔"

تاہم، جو مسیحی تعلیمات جزیرۂ عرب تک پہنچی تھیں، ان میں سے زیادہ تر غیر روایتی یا بدعتی تعلیمات تھیں۔ چونکہ جزیرۂ عرب رومی سلطنت کے زیرِ اقتدار نہیں تھا، اس لیے بہت سے ایسے مذہبی نظریات اور فرقے، جنہیں رومی سلطنت میں دبا دیا گیا تھا، جزیرۂ عرب میں پناہ حاصل کر لیتے تھے۔

نتیجتاً، محمد کا جن مسیحی عقائد اور تعلیمات سے واسطہ پڑا، وہ مسیحیت کی روایتی اور مستند تعلیمات سے کافی مختلف تھیں۔

(Monophysites) (الف) مونو فیزائٹس

(Al-) رومی سلطنت میں مذہبی اختلافات اور کشمکش کے باعث **مونو فیزائٹس** لوگ الحیرہ (Hira ،کی طرف ہجرت کرنے پر مجبور ہوئے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ مسیح کی فطرت الٰہی تھی لیکن ان میں انسانی صفات بھی موجود تھیں۔ وہ شام اور عراق سے آئے تاکہ اپنی مخصوص مسیحی تعلیمات کو پھیلائیں۔

(Ghassan) غسان قبیلہ نے مونو فیزائٹ عقیدہ قبول کر لیا۔ 518 عیسوی تک ان کا ایک خانقاہ بھی موجود تھا۔ تاریخی ریکارڈ کے مطابق 424 عیسوی میں عمان اور 575 عیسوی میں بحرین میں بھی بشپ موجود تھے۔

(Nestorians) (ب) نیسٹورین

نیسٹورین مسیحیت ابتدائی زمانے میں ہی الحیرہ پہنچ گئی تھی، جہاں 410 عیسوی میں ایک خانقاہ تعمیر کی گئی۔ نیسٹورینز کا عقیدہ تھا کہ مجسم مسیح میں دو الگ الگ شخصیتیں تھیں—ایک انسانی اور دوسری الٰہی۔

یہ عقیدہ روایتی مسیحی تعلیم کے خلاف سمجھا جاتا ہے، جس کے مطابق مسیح مکمل طور پر انسان، مکمل طور پر خدا، اور ناقابلِ تقسیم ہیں۔

525 عیسوی تک نیسٹورین ایتھوپیا سے یمن کی طرف ہجرت کرنا شروع کر چکے تھے۔ ان کا مقصد انجیل کی تبلیغ کے بجائے زیادہ تر تجارت قائم کرنا تھا۔ وہ بنیادی طور پر جزیرۂ عرب کے جنوبی حصے میں آباد ہوئے۔

(Waraqa محمد کے زمانے میں نیسٹورین فرقے کی ایک نمایاں اور بااثر شخصیت ورقہ بن نوفل ibn Nawfal) تھے۔ وہ مکہ کے ایک پادری اور محمد کی پہلی بیوی خدیجہ کے چچا زاد بھائی تھے۔

ورقہ نے انجیلِ متی کے ابواب 1 تا 25 کا عربی میں ترجمہ کیا، لیکن آخری تین ابواب کو شامل نہیں کیا، کیونکہ وہ مسیح کی مصلوبیت اور قیامت پر ایمان نہیں رکھتے تھے۔

(Mariamites) (ج) مریمائٹس

(Venus) کی عبادت کیا کرتے تھے۔ جب انہوں نے مسیحیت اس بدعت کے پیروکار پہلے زہرہ قبول کی تو انہوں نے اس کے بجائے کنواری مریم کی عبادت شروع کر دی اور مریم کو روح القدس کی جگہ تثلیث میں شامل کر دیا۔

:مصنف کے مطابق، محمد نے اس عقیدے کی خاص طور پر مذمت کی

سورۃ 5:116

اور جب اللہ فرمائے گا: اے عیسیٰ ابنِ مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں" کو اللہ کے سوا دو معبود بنا لو؟ وہ کہیں گے: پاک ہے تو! میرے لیے یہ مناسب نہ تھا کہ میں "ایسی بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہ تھا۔

(د) ڈاکیٹزم (Docetism)

سے نکلا dokein یہ بدعت **مسیح کی مکمل انسانیت** کا انکار کرتی تھی۔ اس کا نام یونانی لفظ ہے، جس کا مطلب ہے "ظاہر ہونا" یا "ایسا معلوم ہونا"۔

ڈاکیٹس کے نزدیک مادی چیزیں روحانی چیزوں سے کمتر تھیں، اس لیے وہ یہ قبول نہیں کر سکتے تھے کہ یسوع حقیقی اور مکمل معنوں میں انسان بنے۔ ان کے مطابق یسوع صرف انسان دکھائی دیتے تھے۔

اس عقیدے کا مطلب یا تو یہ تھا کہ یسوع نے پیدائش کے وقت انسانی فطرت اختیار کی اور صلیب پر اسے ترک کر دیا، یا یہ کہ ان کی انسانی فطرت محض آسمانی یا غیر مادی نوعیت کی تھی۔

کی (Resurrection) اور قیامت (Atonement) کفارہ ،(Incarnation) ڈاکیٹس نے تجسّد تعلیمات کو مسترد کیا۔ شاید یہی وجہ ہے کہ محمد نے یہ دعویٰ کیا کہ یہودیوں کے نقطۂ نظر سے یسوع صرف صلیب پر چڑھائے گئے دکھائی دیے (دیکھیے سورۃ 4:157)۔

(ہ) آریَن ازم (Arianism)

یہ بدعت خدا کی وحدانیت اور برتری پر زور دیتی تھی اور مسیح کو ایک مخلوق سمجھتی تھی جو باپ کے تابع اور اس سے کمتر تھے۔

میں مئی 325 عیسوی میں مذمت کی (Council of Nicaea) آریَن بدعت کی نیقیہ کی کونسل گئی۔ اس کونسل نے یہ تعلیم دی کہ مسیح "پیدا ہوئے، لیکن تخلیق نہیں کیے گئے" اور "باپ کے ساتھ ایک ہی جوہر رکھتے ہیں"۔

صابئین (The Sabaeans)

قرآن میں **صابئین** کا ذکر تین مرتبہ مسلمانوں، یہودیوں اور مسیحیوں کے ساتھ **مثبت انداز** میں کیا گیا ہے:

"ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے، اور نہ ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔"
(سورۃ 2:62، 5:69، 22:17)

سے نکلا ہے، جس کا مطلب "غوطہ دینا" یا "غسل دینا" ہے، اور sba یہ نام غالباً عبرانی لفظ (Mesopotamia) اس سے مراد ایک ایسا یہودی-مسیحی فرقہ ہو سکتا ہے جو بین النہرین میں بپتسمہ دینے کی رسم پر عمل کرتا تھا۔

تاہم، صابئین کا نام ایک بت پرست فرقے کے لیے بھی استعمال ہوتا تھا۔ ممکن ہے کہ اس گروہ نے جان بوجھ کر یہ نام اس لیے اختیار کیا ہو تاکہ اسے یہودیوں اور مسیحیوں کو حاصل مذہبی برداشت اور تحفظ حاصل ہو سکے۔

یہ لوگ ستارہ پرست تھے۔ وہ سیاروں کو "باپ" اور عناصر کو "مائیں" کہتے تھے۔ وہ دن میں سات مرتبہ کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔

ان کے مذہبی اعمال میں درج ذیل شامل تھے:

- جنازے کی دعائیں پڑھتے تھے، لیکن گھٹنے ٹیکنے یا سجدہ کرنے کے بغیر۔
- سال میں ایک ماہ روزہ رکھتے تھے۔
- ختنہ کرتے تھے۔
- مکہ کی زیارت/حج کرتے تھے۔
- تعددِ ازدواج (Bigamy) سے منع کرتے تھے۔
- خنزیر کا گوشت، مردار گوشت اور خون کھانے سے منع کرتے تھے۔
- طلاق صرف جج کے حکم سے دینے کی اجازت تھی۔

مصنف کے مطابق، اسلام نے ان کی بہت سی تعلیمات کو اختیار کیا۔

حنیفیت (The Hanifites)

حنیفیت سے مراد ایسے لوگ ہیں جو جھوٹے مذاہب کی طرف مائل ہونے سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتے تھے اور حضرت ابراہیم کے بیٹے حضرت اسماعیل کے حقیقی دین کی پیروی کرتے تھے۔ وہ ایک خدا پر ایمان رکھتے تھے، جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔

حنیفیت کے پیروکار بت پرستی، یہودیت اور مسیحیت کو رد کرتے تھے۔ وہ خدا کی سادہ اور کامل وحدانیت، مرنے کے بعد زندگی اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے تھے۔

وہ باقاعدگی سے وضو/غسل کرتے اور ختنہ کرتے تھے۔ دعا اور غور و فکر کے لیے غاروں میں خلوت اختیار کرتے تھے۔

وہ درج ذیل اعمال کو بھی رد کرتے تھے:

- زنا
- قرض پر سود لینا

- شراب نوشی
- خنزیر کا گوشت کھانا
- نومولود بچیوں کو قتل کرنے کی رسم

چوروں کو وہ ہاتھ کاٹنے کی سزا دیتے تھے، زنا کرنے والوں کو سنگسار کرتے تھے، اور شراب نوشی کرنے والوں کو کوڑے مارنے کی سزا دیتے تھے۔

حنیفیت کے پیروکار محمد کے پیغام کو سب سے پہلے قبول کرنے والوں میں شامل تھے، اور ان کے بہت سے مذہبی طریقے اور تصورات بعد میں اسلامی فکر اور تبلیغ میں شامل ہوئے۔

II. محمد کی زندگی

محمد (جس کے نام کا مطلب "قابلِ تعریف" ہے) تقریباً 570 عیسوی میں مکہ میں قریش کے قبیلے میں پیدا ہوئے۔ وہ تاریخ کی سب سے بااثر شخصیات میں سے ایک بننے والے تھے—یعنی اسلام کے نبی۔ اسلام کا مطلب "خدا کی مرضی کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا" بیان کیا جاتا ہے۔

محمد کے والد کا نام عبداللہ تھا، جو عبدالمطلب کے بیٹے تھے۔ ان کی والدہ کا نام آمنہ تھا۔

مکہ، بحیرۂ احمر کی بندرگاہ جدہ سے تقریباً 85 کلومیٹر اندرونِ ملک واقع تھا۔ محمد کے زمانے میں یہ عرب کا ایک اہم تجارتی اور مذہبی مرکز تھا۔ مکہ کے لوگ ان تجارتی قافلوں کی مالی معاونت کرتے تھے جو یمن سے شام تک سفر کرتے تھے۔ یہ قافلے مغربی علاقوں کو خوراک محفوظ کرنے کے لیے مصالحے، نیز ریشم اور دوسری قیمتی اشیاء فراہم کرتے تھے۔

تاجر یہ سامان عدن میں ہندوستانی بحری جہازوں سے خریدتے، پھر اسے شمال کی طرف مکہ لے جاتے اور وہاں سے شام اور مصر تک پہنچاتے تھے۔ اس طرح مکہ مشرقی تجارتی راستے پر ایک اہم تجارتی پڑاؤ تھا۔

قریبی علاقوں سے زائرین عبادت کے لیے مکہ آتے تھے۔ مکہ میں موجود مشہور کعبہ اور اس میں رکھا ہوا کالا پتھر سینکڑوں سال سے بت پرستی کی عبادت کا مرکزی مقام تھا۔

مقامی روایت کے مطابق، جب آدم اور حوا کو جنت سے نکالا گیا تو ان کی ملاقات میدانِ عرفات میں ہوئی۔ وہ مغرب کی طرف چلتے ہوئے اس وادی تک پہنچے جہاں بعد میں مکہ قائم ہوا۔ وہاں آدم نے چار دیواری پر مشتمل ایک چھوٹی سی عمارت بنائی اور ایک کونے میں کالا پتھر نصب کیا۔

حضرت نوح کے طوفان کے بعد یہ عمارت ریت کے نیچے دب گئی۔ بعد میں خدا کے حکم سے حضرت ابراہیم اور ان کے بیٹے حضرت اسماعیل نے اس کے کھنڈرات کو تلاش کیا اور اسے دوبارہ تعمیر کیا۔

:قرآن کہتا ہے

اور جب ابراہیم اور اسماعیل اس گھر کی بنیادیں اٹھا رہے تھے، [ابراہیم نے دعا کی:] اے"
"ہمارے رب! ہم سے یہ خدمت قبول فرما۔ بے شک تو ہی سننے والا، جاننے والا ہے۔
(سورۃ 2:127)

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ کعبہ زمین پر بنایا جانے والا خدا کا پہلا گھر تھا۔

حقیقت میں، مختلف ادوار میں جزیرۂ عرب کے مختلف علاقوں میں تقریباً بیس کعبے موجود رہے ہیں۔ تاہم، سب سے مشہور اور مسلسل سب سے زیادہ قابلِ احترام کعبہ مکہ کا کعبہ ہے۔

محمد کے زمانے تک کعبہ کے اردگرد 360 مختلف بت رکھے جا چکے تھے—قمری سال کے ہر دن کے لیے ایک—جن کی عبادت اور شفاعت کے لیے لوگ ان سے رجوع کرتے تھے۔

1. محمد کا بچپن

محمد اپنی پیدائش کے کچھ ہی عرصے بعد مکہ سے باہر چلے گئے۔ مکہ کے رواج کے مطابق انہیں صحرا میں ایک بدوی خاتون کے پاس دودھ پلانے اور پرورش پانے کے لیے بھیجا گیا۔

وہاں اپنی دایہ حلیمہ اور ان کے قبیلے بنی سعد کے ساتھ محمد نے اپنی زندگی کے پہلے پانچ سال گزارے۔

:اس روایت کے مطابق اس کے دو فائدے ہوئے

1. انہیں ایک صحت مند اور مضبوط جسمانی ساخت حاصل ہوئی۔
2. انہوں نے صحرائی قبائل کا ایسا لہجہ سیکھا جسے عرب کے لوگ خالص اور فصیح سمجھتے تھے۔

بعض روایات کے مطابق، جب محمد کی عمر تین سال سے کم تھی تو انہوں نے بتایا کہ "سفید لباس پہنے ہوئے دو آدمی" ان کے پاس آئے، انہوں نے ان کا پیٹ کھولا اور ان کے اندرونی اعضا کو چھوا۔

حلیمہ پھر بچے کو اس کی والدہ کے پاس لے گئیں اور بتایا کہ اسے کسی قسم کا دورہ پڑا تھا۔ انہوں نے اسے کسی بری روح کے اثر سے منسوب کیا۔

آمنہ نے حلیمہ کو محمد کو دوبارہ اپنے پاس لے جانے کے لیے آمادہ کر لیا، لیکن جب دوبارہ ایسی علامات ظاہر ہوئیں تو حلیمہ نے محمد کو پانچ سال کی عمر میں مستقل طور پر ان کی والدہ کے حوالے کر دیا۔

مسلمان اس ابتدائی واقعے کی تشریح اس طرح کرتے ہیں کہ دو فرشتوں نے محمد کو پاک کیا اور انہیں ان کے پیغمبرانہ پیغام کے لیے تیار کیا۔

سورۃ 94:1–3

کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہیں کر دیا؟ اور تم سے وہ بوجھ اتار نہیں دیا جو تمہاری کمر" "پر بھاری تھا؟

محمد کے والد عبداللہ ان کی پیدائش سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔

جب محمد چھ سال کے ہوئے تو ان کی والدہ انہیں اپنے آبائی شہر یثرب لے گئیں۔ یہ سفر تقریباً گیارہ دن کا تھا۔ واپسی کے سفر میں آمنہ بیمار ہوئیں اور وفات پا گئیں۔

اس کے بعد محمد کی پرورش ان کے 80 سالہ دادا عبدالمطلب نے کی۔ لیکن صرف دو سال بعد ان کے دادا بھی وفات پا گئے۔

اس کے بعد محمد کو ان کے چچا ابو طالب کی کفالت میں دے دیا گیا۔

2. بارہ سال کی عمر میں شام کا سفر

محمد کی ابتدائی زندگی کے بارے میں زیادہ تر معلومات روایتی روایات پر مبنی ہیں، اس لیے ان کی تصدیق کرنا مشکل ہے۔ تاہم، عام طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ **بارہ سال کی عمر میں** محمد اپنے چچا **ابو طالب** کے ساتھ ایک تجارتی قافلے کے ذریعے شام کے سفر پر گئے، جو کئی ماہ تک جاری رہا۔

یہیں انہیں پہلی مرتبہ **شام کے مسیحی لوگوں** سے براہِ راست واقفیت ہوئی۔ غالب امکان ہے کہ قرآن میں مسیحیت کے بارے میں جو تصور پیش کیا گیا ہے، اس کا کچھ حصہ اسی سفر کے دوران حاصل ہونے والے تاثرات سے تشکیل پایا۔

یہ بھی ممکن ہے کہ سچائی کی اپنی ابتدائی اور مخلصانہ تلاش کے دوران محمد نے حضرت عیسیٰ کی تعلیمات کو قبول کیا ہو اور ان پر وفاداری سے عمل کیا ہو، خصوصاً اس روایت کی روشنی میں کہ ان کی ایک مسیحی راہب سے دوستی ہوئی تھی۔

لیکن محقق سر ولیم میور (Sir William Muir) کے مطابق:

انجیل کے اس سادہ پیغام کے بجائے کہ خدا نے اپنے بیٹے کے ذریعے انسانوں سے صلح کی، اس مسافر کے سامنے تثلیث کے مقدس عقیدے کو بڑے جوش کے ساتھ پیش کیا گیا۔ اور مریم کی عبادت اس قدر مبالغہ آمیز انداز میں پیش کی گئی کہ محمد کے ذہن میں یہ تاثر پیدا ہوا کہ شاید انہیں ایک دیوی سمجھا جاتا ہے، یا حتیٰ کہ تثلیث کی تیسری شخصیت تصور کیا جاتا ہے۔

3. پوشیدہ سال

محمد کی بارہویں سے پچیسویں سالگرہ کے درمیان کا عرصہ "پوشیدہ سال" کہا جا سکتا ہے۔

یقیناً وہ مکہ کے قریب پہاڑی علاقوں میں بھیڑ بکریاں چراتے ہوں گے، جیسا کہ اس علاقے کے دوسرے لڑکے کیا کرتے تھے، اور غالباً دوسرے تجارتی قافلوں کے ساتھ بھی سفر کرتے رہے ہوں گے۔

تاریخی ذرائع اس بات پر متفق ہیں کہ ان کے پڑوسی اور دوست انہیں ایک خاموش، سنجیدہ اور متوازن مزاج نوجوان سمجھتے تھے۔

سر ولیم میور اسے اس طرح بیان کرتے ہیں:

محمد کی جوانی کے بارے میں بہت کم معلومات ملتی ہیں۔ وہ ایک ایسے سالانہ میلے میں شرکت کرتے تھے جو مکہ سے تین دن کے سفر کے فاصلے پر منعقد ہوتا تھا۔ وہاں وہ شاعری اور خطابت کے مقابلے دیکھتے تھے، جو عرب معاشرے کی نمایاں خصوصیات تھے۔

اس میلے میں ان کی ملاقات یہودیوں اور مسیحیوں سے بھی ہوئی، اور غالباً انہیں ان کے مذہبی نظریات سے کچھ واقفیت حاصل ہوئی۔

بعد کی زندگی میں وہ اس بات کو اطمینان کے ساتھ یاد کرتے تھے کہ وہاں ان کی ملاقات نجَران سے ہوئی تھی اور انہوں نے ان سے "ابراہیم کے کیتھولک ایمان کی تبلیغ (Coss) کے بشپ قُس" سنی تھی۔

نفیس ذہن اور عمدہ ذوق رکھنے والے، خاموش اور غوروفکر کرنے والے اس نوجوان نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ تنہائی میں گزارا۔ ان کے دل و دماغ میں ہونے والی سوچ بچار نے شاید ان کے فارغ اوقات کو مصروف رکھا، جبکہ دوسرے کم سنج نوجوان معمولی کھیلوں اور بے راہ روی میں وقت گزارتے تھے۔

اس خاموش نوجوان کے اچھے کردار اور باوقار رویے نے مکہ کے لوگوں کی قدر و منزلت حاصل کی، اور عام اتفاقِ رائے سے انہیں "الامین" کا لقب دیا گیا، جس کا مطلب ہے **"امانت دار" یا "وفادار"۔**

4. خدیجہ، پہلی بیوی

جب محمد کی عمر 25 سال ہوئی تو انہوں نے خدیجہ نامی ایک مالدار بیوہ کے ہاں کام شروع کیا۔ وہ اپنے کام میں امانت دار تھے اور خدیجہ کے تجارتی قافلوں کے نگران بن گئے۔

اس حیثیت سے انہوں نے ایک مرتبہ پھر شمالی علاقوں کا سفر کیا اور کم از کم دمشق اور حلب تک گئے۔

خدیجہ محمد سے بہت متاثر ہوئیں اور انہوں نے اپنی بہن کے ذریعے محمد کو شادی کی پیشکش بھجوائی۔

محمد نے ابتدا میں ہچکچاہٹ کے باوجود یہ پیشکش قبول کر لی۔ تاہم، خدیجہ کے والد نے شادی کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔

اس روایت کے مطابق، خدیجہ نے ایک دعوت کا اہتمام کیا۔ جب ان کے والد نشے میں تھے تو ،انہوں نے ایک گائے ذبح کروائی اور ورقہ بن نوفل کے ذریعے شادی کی رسم مکمل کروائی۔ ورقہ خدیجہ کے رشتہ دار اور مکہ کے پادری تھے۔

خدیجہ، محمد سے پندرہ سال بڑی تھیں اور ان کی پچھلی شادیوں سے ایک بیٹی اور دو بیٹے تھے۔ اس کے باوجود دونوں نے خوشگوار ازدواجی زندگی گزاری۔

خدیجہ سے محمد کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں ہوئیں۔ بیٹیاں زندہ رہیں، جبکہ دونوں بیٹے بچپن ہی میں وفات پا گئے۔

5. پہلی وحی

شادی کے نتیجے میں حاصل ہونے والی دولت اور عزت و مرتبے کی وجہ سے محمد اب مکہ کی **سماجی اور شہری مجالس** میں حصہ لے سکتے تھے اور انہیں غور و فکر کے لیے بھی وقت ملتا تھا۔

وہ فطرتاً بہت غوروفکر کرنے والے اور متفکر مزاج کے تھے، اس لیے اکثر کئی کئی دن کے لیے مکہ کے قریب ویران پہاڑی غاروں میں چلے جاتے تھے۔

ایک دن جب وہ مکہ سے چند کلومیٹر شمال میں واقع پہاڑِ حرا کے ایک غار میں تھے تو انہیں ایک رؤیا کا تجربہ ہوا۔

محمد کے پہلے سوانح نگار ابن اسحاق کی روایت کے مطابق، مستقبل کے نبی گہری نیند میں ان کے سامنے ظاہر ہوا اور حکم دیا (Gabriel) تھے کہ فرشتہ جبرائیل:

"پڑھو!"

محمد گھبرا گئے اور خوف زدہ ہو کر پوچھا:

"میں کیا پڑھوں؟"

اسی وقت انہیں محسوس ہوا کہ ان کا گلا اس طرح تنگ ہو رہا ہے جیسے فرشتے نے ان کی گردن پکڑ کر انہیں دبا دیا ہو۔

فرشتے نے دوبارہ حکم دیا:

"پڑھو!"

پھر محمد نے دوبارہ فرشتے کی گرفت محسوس کی۔

تیسری مرتبہ فرشتے نے حکم دیا:

پڑھو اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔“
پڑھو! اور تمہارا رب سب سے زیادہ کریم ہے۔ جس نے قلم کے ذریعے انسان کو وہ علم سکھایا
”جسے وہ نہیں جانتا تھا۔
(سورۃ 96:1–5)

بعد میں محمد نے اس تجربے کو حقیقی خدا، اللہ، کے نبی کی حیثیت سے اپنے بلائے جانے کے طور سے قریبی تعلق رکھتا ہے، جو عہدِ قدیم میں خدا Elohim پر سمجھا۔ اللہ کا نام عبرانی لفظ کے لیے استعمال ہوا ہے۔

محمد اپنی بیوی کے پاس واپس آئے۔ وہ نیم بے ہوشی کی سی حالت میں اِدھر اُدھر دیکھ رہے تھے اور کہہ رہے تھے:

”ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میرے اندر آگ جل رہی ہو۔ میرے لیے ٹھنڈا پانی لاؤ، شاید یہ جلتی ہوئی آگ بجھا دے۔“

خدیجہ اور ان کی خادمائیں کنویں سے پانی لائیں اور اسے محمد کے جسم پر ڈالنے لگیں۔ ان کے جسم کی اس عجیب گرمی کو کم کرنے کے لیے پانی کی کئی بالٹیاں درکار ہوئیں۔

پھر محمد پر کپکپی طاری ہو گئی۔ خدیجہ نے انہیں ایک موٹی چادر میں لپیٹا اور آرام کرنے کے لیے بستر پر لٹا دیا۔

6. محمد پر نازل ہونے والی وحی کی کیفیت

محمد کے زمانے کے بعض لوگوں نے اس کیفیت کے بارے میں بیان کیا ہے جس میں انہیں وحی موصول ہوتی تھی۔

ابن سعد

وحی نازل ہونے کے وقت نبی پر بے چینی طاری ہو جاتی اور ان کا چہرہ پریشان دکھائی دیتا۔ وہ ایسے زمین پر گر جاتے جیسے کسی شخص پر نشہ یا نیند طاری ہو گئی ہو۔ یہاں تک کہ شدید سردی کے دن بھی ان کی پیشانی پر پسینے کے بڑے بڑے قطرے نمودار ہو جاتے تھے۔

اگر وہ اپنی اونٹنی پر سوار ہوتے ہوئے وحی وصول کرتے تو اونٹنی بھی شدید اضطراب کا شکار ہو جاتی۔ وہ بیٹھتی اور پھر کھڑی ہوتی، اپنی ٹانگوں کو سختی سے زمین پر جما دیتی اور پھر انہیں اس طرح حرکت دیتی جیسے وہ الگ ہو جائیں گی۔

بظاہر وحی اچانک اور بغیر کسی پیشگی اطلاع کے نازل ہوتی تھی۔ جب محمد سے اس بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا:

”وحی دو طریقوں سے آتی ہے۔ کبھی جبرائیل میرے پاس آتے ہیں اور ایک انسان کی طرح دوسرے انسان سے بات کرتے ہوئے مجھے وحی پہنچاتے ہیں، اور یہ میرے لیے آسان ہوتا ہے۔ اور

کبھی یہ گھنٹی کی آواز کی مانند ہوتی ہے، جو میرے دل میں گہرائی تک اترتی اور مجھے چیرتی ”ہوئی محسوس ہوتی ہے، اور یہی کیفیت میرے لیے سب سے زیادہ تکلیف دہ ہوتی ہے۔

محمد اپنی سفید ہوتی ہوئی داڑھی اور بالوں کو ان “ہیبت ناک سورتوں” کے اثر سے منسوب کرتے تھے۔

طبری

جب محمد پر وحی نازل ہوتی تو وہ شدید اضطراب کی حالت میں چلے جاتے۔ ان کا چہرہ زرد پڑ جاتا اور وہ خود کو ایک چادر سے ڈھانپ لیتے، جس کے بعد وہ بہت زیادہ پسینہ بہاتے ہوئے اس سے باہر آتے تھے۔

ابن حنبل

بعض اوقات اس کیفیت کے ساتھ خراٹے لینے اور چہرہ سرخ ہونے کی علامات بھی ظاہر ہوتیں۔ وقت کے ساتھ یہ کیفیت وحی آنے کی معمول کی صورت سمجھی جانے لگی اور اس کے لیے کسی خاص تیاری کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

محمد کھانا کھاتے ہوئے کسی سوال کے جواب میں بھی فوری طور پر وحی وصول کر سکتے تھے۔ وحی پہنچانے کے بعد وہ اسی لقمے کو کھانا جاری رکھتے جو سوال کے وقت ان کے ہاتھ میں رکا ہوا تھا۔

اسی طرح منبر پر کھڑے ہوئے بھی کسی سوال کے جواب میں وحی نازل ہو سکتی تھی۔

بہت ابتدائی وحیوں میں محمد کو “چادر میں لپٹے ہوئے شخص” یا “اوڑھنی میں لپٹے ہوئے شخص” کے طور پر مخاطب کیا گیا ہے۔

عبادہ بن صامت

جب محمد پر وحی نازل ہوتی تو وہ اس کیفیت کی وجہ سے پریشان ہو جاتے اور ان کے چہرے کا رنگ بدل کر گہرا ہو جاتا تھا۔

وحی کے دوران محمد کی کیفیت

،ایک اور ماخذ میں بیان کیا گیا ہے کہ جب محمد پر وحی نازل ہوتی تو وہ اپنا **سر جھکا لیتے** جس کی وجہ سے ان کے ساتھی بھی اپنے سر جھکا لیتے تھے۔ جب وحی ختم ہو جاتی تو محمد دوبارہ اپنا سر اٹھا لیتے تھے۔

محمد کی پسندیدہ بیوی **عائشہ** نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ **حارث بن ہشام** نے نبی سے پوچھا:

”اے اللہ کے رسول! آپ کے پاس وحی کس طرح آتی ہے؟“

محمد نے جواب دیا:

"کبھی یہ میرے پاس گھنٹی کی آواز کی طرح آتی ہے، اور یہ میرے لیے سب سے زیادہ سخت کیفیت ہوتی ہے۔ پھر جب یہ کیفیت ختم ہوتی ہے تو فرشتہ جو کچھ کہتا ہے، میں اسے محفوظ کر چکا ہوتا ہوں۔ اور کبھی فرشتہ انسانی شکل میں میرے سامنے آتا ہے اور مجھ سے بات کرتا ہے، اور میں اس کی بات یاد رکھتا ہوں۔"

عائشہ نے کہا کہ انہوں نے ایک **بہت سرد دن** محمد پر وحی نازل ہوتے دیکھی، اور جب وحی ختم ہوئی تو ان کی پیشانی سے **پسینہ بہہ رہا تھا**۔

7. وحی کا رک جانا

پہلی وحی کے بعد کچھ عرصے تک محمد کو مزید کوئی وحی موصول نہیں ہوئی۔

البخاری نے عائشہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ اللہ کے رسول پر وحی کے آغاز کے بعد خدیجہ انہیں اپنے رشتہ دار **ورقہ بن نوفل** کے پاس لے گئیں۔ ورقہ خدیجہ کے رشتہ دار تھے۔ وہ زمانۂ جاہلیت میں **مسیحی ہو گئے تھے** اور عربی زبان میں انجیل لکھا کرتے تھے۔

خدیجہ نے ورقہ سے کہا:

"اے میرے چچا زاد بھائی! اپنے بھتیجے کی بات سنیں۔"

محمد نے انہیں وہ واقعہ بیان کیا جو انہوں نے دیکھا تھا۔

ورقہ نے کہا:

"یہ وہی ناموس (فرشتہ/وحی کا فرشتہ) ہے جسے اللہ نے موسیٰ کے پاس بھیجا تھا۔ کاش میں جوان ہوتا اور اس وقت تک زندہ رہتا جب تمہاری قوم تمہیں یہاں سے نکال دے گی۔"

اللہ کے رسول نے پوچھا:

"کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟"

ورقہ نے جواب دیا:

"ہاں۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کوئی شخص تمہاری طرح کا پیغام لے کر آیا ہو اور لوگوں نے اس کی مخالفت نہ کی ہو۔ اگر میں اس دن تک زندہ رہا جب تمہیں نکالا جائے گا تو میں بھرپور طریقے سے تمہاری حمایت کروں گا۔"

لیکن کچھ ہی دن بعد **ورقہ وفات پا گئے** اور کچھ عرصے کے لیے وحی بھی رک گئی۔

روایت کے مطابق، محمد اس وجہ سے بہت غمگین ہوئے، یہاں تک کہ انہوں نے کئی مرتبہ **اونچے پہاڑوں کی چوٹیوں سے خود کو گرانے** کا ارادہ کیا۔

جب بھی وہ کسی پہاڑ کی چوٹی پر خود کو گرانے کے ارادے سے پہنچتے، **جبرائیل** ان کے سامنے ظاہر ہوتے اور کہتے:

"اے محمد! تم حقیقتاً اللہ کے رسول ہو۔"

اس پر ان کا دل مطمئن ہو جاتا، وہ پرسکون ہو جاتے اور گھر واپس آ جاتے۔

جب وحی کے آنے میں دوبارہ طویل وقفہ ہوتا تو روایت کے مطابق وہ اسی طرح کا عمل کرتے تھے۔

وحی کے وقفے کی وضاحت

محمد صبیح نے اپنی کتاب میں وحی کے اس وقفے کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا کہ وحی کا رک جانا **حکمتِ الٰہی** پر مبنی تھا۔

ان کے مطابق، وحی کے نزول کے ساتھ جو جسمانی دباؤ پیدا ہوتا تھا، وہ پہلے ہی محمد کے جسم پر اثر انداز ہو چکا تھا۔ ممکن تھا کہ ان کا جسم اتنی تیزی سے بار بار وحی کے نزول کو برداشت نہ کر سکے۔ اس لیے جسمانی صحت کے پیشِ نظر یہ وقفہ ضروری تھا۔

مفسرین نے اس وقفے کی مدت کے بارے میں مختلف آراء بیان کی ہیں، جو چھ ماہ سے لے کر تین سال تک بتائی جاتی ہے۔

بالآخر دوسری وحی نازل ہوئی، جسے قرآن میں سورۃ 74 کے طور پر درج کیا گیا ہے۔

دوسری وحی

السیوطی نے اپنی کتاب **اسباب النزول** میں اس واقعے کا پس منظر بیان کرتے ہوئے محمد سے منسوب یہ روایت نقل کی ہے:

"میں چل رہا تھا کہ میں نے آسمان سے ایک آواز سنی۔ میں نے اوپر دیکھا تو وہ فرشتہ، جو حرا میں میرے پاس آیا تھا، آسمان اور زمین کے درمیان ایک تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ میں اس منظر سے اس قدر خوف زدہ ہوا کہ زمین پر گر پڑا۔ فرشتے نے کہا: 'اے چادر اوڑھنے والے! اٹھو اور لوگوں کو خبردار کرو! اپنے رب کی بڑائی بیان کرو، اپنے کپڑے پاک رکھو، اور ہر قسم کی آلودگی سے دور رہو۔'"

دوسرے ماخذ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد محمد اپنے گھر والوں کے پاس گئے اور کہا:

"مجھے ڈھانپ دو، مجھے ڈھانپ دو۔"

ان کی بیوی خدیجہ سب سے پہلے ان کی دعوت پر ایمان لائیں۔ انہوں نے محمد پر ایمان لایا، ان کی حوصلہ افزائی کی اور اسلام قبول کرنے والی پہلی شخصیت بنیں۔

وحی کے ماخذ کے بارے میں خدیجہ کا اطمینان

روایت کے مطابق، محمد خود بھی بعض اوقات اپنی وحی کے ماخذ کے بارے میں مطمئن نہیں تھے۔ انہیں تسلی دینے کے لیے خدیجہ نے اس روح کی حقیقت جانچنے کا ایک طریقہ اختیار کیا۔

انہوں نے محمد کو پہلے اپنی دائیں ران پر بٹھایا، پھر بائیں ران پر، اور دونوں صورتوں میں وہ ظہور جاری رہا۔

اس کے بعد انہوں نے محمد کو اپنی گود میں بٹھایا اور اپنا نقاب اتار دیا۔ اس موقع پر وہ روح فوراً غائب ہو گئی۔

روایت کے مطابق، اس سے خدیجہ نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ وہ روح حیا اور پاکیزگی رکھنے والی تھی۔

خدیجہ نے کہا:

"اے میرے چچا زاد! خوش ہو جاؤ، خدا کی قسم! یہ فرشتہ ہے، شیطان نہیں۔"

8. پیروکاروں کی تعداد میں اضافہ اور ظلم و ستم کا آغاز

محمد کے پہلے پیروکار ان کے اپنے گھرانے اور قریبی افراد میں سے تھے۔ ان میں **خدیجہ**، ان کی بیوی؛ **زید بن حارثہ** (خدیجہ کے ایک غلام، جن کا تعلق ایک مسیحی خاندان سے تھا، خدیجہ نے انہیں محمد کو دے دیا تھا، اور محمد نے بعد میں انہیں آزاد کر کے اپنا منہ بولا بیٹا بنا لیا)؛ ام ایمن (محمد کی مرحوم والدہ کی غلام)؛ اور علی، محمد کے چچا زاد بھائی، شامل تھے۔

اس کے بعد ابوبکر، عمر اور عثمان جیسے افراد بھی ان کے پیروکار بنے، جو بعد میں اس تحریک کے اہم رہنما بنے۔

تاہم، محمد کے قبیلے کے لوگ اپنی بت پرستانہ عبادت ترک کرنے کے لیے تیار نہیں تھے، اس لیے انہوں نے نئے مذہبی گروہ کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا۔

اس کے نتیجے میں محمد کے 15 پیروکار بحیرۂ احمر عبور کر کے ایتھوپیا چلے گئے۔ ان میں محمد کی بیٹی رقیہ اور ان کے شوہر عثمان بھی شامل تھے۔ ایتھوپیا کے بادشاہ نے ان کا استقبال کیا اور وہ وہاں تقریباً تین ماہ رہے۔

حیرت انگیز طور پر جلد ہی یہ خبر ان تک پہنچی کہ مکہ کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ محمد نے شدید دباؤ میں آکر مکہ والوں کے ساتھ ایک سمجھوتہ کیا تھا۔

:وہ ایک ایسی "وحی" پڑھ رہے تھے جس میں مکہ کی تین مقامی دیویوں کا ذکر تھا

لات، عزیٰ اور منات
(سورۃ 53:19، 20)

:اس کے بعد انہوں نے کہا

"یہ بلند مرتبہ دیویاں ہیں، یقیناً ان کی شفاعت مطلوب ہے۔"

پھر انہوں نے سجدہ کیا اور تمام مکہ والے بھی سجدے میں گر گئے اور عبادت کرنے لگے۔ انہوں :نے کہا

"اس نے اس سے پہلے ہمارے معبودوں کے بارے میں کبھی اتنی اچھی بات نہیں کی تھی۔"

:لیکن جلد ہی اللہ نے نبی کو اس پر تنبیہ کی

اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول یا نبی نہیں بھیجا مگر جب اس نے کوئی آرزو کی تو شیطان" نے اس کی آرزو میں کچھ ڈال دیا۔ پھر اللہ مٹا دیتا ہے جو شیطان ڈالتا ہے، پھر اللہ اپنی آیات "کو مضبوط کرتا ہے۔ اور اللہ سب کچھ جاننے والا، حکمت والا ہے۔
(سورۃ 22:52)

،مصنف اس بات پر کوئی تبصرہ نہیں کرتا کہ محمد اس طرح کس طرح دھوکے میں آئے۔ تاہم محمد کو اس بات سے رجوع کرنا پڑا۔

جب انہوں نے ان دیویوں کی شفاعت کے بارے میں اپنا بیان واپس لیا تو مکہ کے لوگ ناراض ہو گئے اور انہوں نے مسلمانوں پر ظلم و ستم مزید بڑھا دیا۔ مسلمانوں کے ساتھ شادی بیاہ اور تجارتی تعلقات پر بھی پابندی لگا دی گئی۔

محمد کے مشورے پر مزید پیروکار ایتھوپیا چلے گئے، جن کی تعداد تقریباً ایک سو تھی۔ اگلے دو یا تین سال تک مکہ کے لوگوں نے نبی کا مذاق اڑایا اور انہیں طرح طرح سے اذیت دی۔

قرآن میں ان کے بہت سے الزامات اور طعنے محفوظ ہیں۔ انہوں نے محمد کے بارے میں کہا کہ :وہ

- ہر ایک کی بات سنتے ہیں اور ہر ایک کی بات مان لیتے ہیں" *(سورۃ 9:61)*"
- یقیناً کسی کے قبضے میں ہیں" *(سورۃ 15:6)*"
- ایک جھوٹا مدعی" ہیں *(سورۃ 16:101)*"
- ایک دیوانے شاعر" ہیں *(سورۃ 37:36)*"
- جادو زدہ" ہیں *(سورۃ 17:47)*"

،انہوں نے محمد کی نبوت کو "ایسے الجھے ہوئے خواب" قرار دیا جو انہوں نے خود گھڑ لیے تھے
:اور کہا

"وہ تو صرف ایک شاعر ہے، اسے چاہیے کہ ہمارے لیے کوئی نشانی لائے جیسی پہلے لوگوں کے
"لیے لائی گئی تھیں۔
(سورۃ 21:5)

:قرآن کے بارے میں انہوں نے شکایت کی

"دوسرے لوگوں نے اس کی مدد کی ہے۔"
(سورۃ 25:4)

9. محمد کی حوصلہ افزائی

مکہ والوں کی طرف سے لگائی گئی پابندی بالآخر محمد کی دعوت کے **دسویں سال** ختم ہوئی۔

اس کے کچھ ہی عرصے بعد **خدیجہ** وفات پا گئیں، اور جلد ہی محمد کے چچا **ابو طالب** بھی وفات پا گئے۔

مشکل حالات میں محمد اپنے منہ بولے بیٹے **زید** کے ساتھ **طائف** گئے، جو مکہ سے تقریباً 100 کلومیٹر دور تھا، تاکہ وہاں اپنے پیغام کی تبلیغ کریں۔

لیکن طائف کے لوگوں نے نہ صرف ان کی دعوت مسترد کی بلکہ **ان پر پتھر بھی برسائے، جس سے وہ زخمی ہو گئے۔**

مکہ واپس جاتے ہوئے محمد کو ایک رؤیا ہوئی جس میں **جنّات،** یعنی مافوق الفطرت روحانی مخلوقات، ان کے گرد جمع ہو کر ان کی وحی سننے لگیں اور اسلام قبول کر لیا۔

(دیکھیے سورۃ 46:29؛ سورۃ 72:1، 2)

اسراء اور معراج

اسی مشکل دور میں محمد کو اپنی زندگی کی **سب سے اہم اور ڈرامائی وحیوں** میں سے بعض موصول ہوئیں۔

انہوں نے بیان کیا کہ انہوں نے ایک شبِ معراج/رات کا سفر (اسراء) کیا، جس میں وہ براق نامی سواری پر سوار ہو کر یروشلم کی عبادت گاہ تک گئے۔ طبری نے براق کے نام کو بجلی سے منسوب کیا ہے۔

براق کو ایک ایسے پروں والے جانور کے طور پر بیان کیا گیا ہے جو خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا تھا، اور جس کا عورت جیسا سر اور مور جیسی دم تھی۔

یروشلم میں محمد نے ابراہیم، موسیٰ اور عیسیٰ کی امامت میں نماز پڑھائی، جس کے ذریعے ان پر انبیاء کے مقابلے میں اپنی برتری ظاہر کرنے کا مفہوم لیا گیا۔

کی۔ (Miraaj) اس کے بعد انہوں نے آسمانوں کی طرف معراج

زیادہ تر مسلم علماء کا روایتی موقف یہ ہے کہ اسراء (رات کا سفر) اور معراج (آسمانوں کی طرف چڑھنا) جسمانی تجربات تھے، کیونکہ براق کو ایسی سواری سمجھا جاتا ہے جو جسموں کو لے جاتی ہے، صرف روحوں کو نہیں۔

فرشتہ جبرائیل محمد کو آسمانوں کی طرف لے گئے، اور ہر آسمان پر ان کی ملاقات اللہ کے پہلے رسولوں میں سے ایک سے ہوئی:

1. پہلا آسمان: آدم
2. دوسرا آسمان: عیسیٰ اور یحییٰ
3. تیسرا آسمان: یوسف
4. چوتھا آسمان: ادریس (حنوک)
5. پانچواں آسمان: ہارون
6. چھٹا آسمان: موسیٰ
7. ساتواں آسمان: ابراہیم

آخرکار محمد کو سب سے بلند آسمان تک لے جایا گیا، جہاں وہ خود خدا کی حضوری میں پہنچے۔

بعض احادیث میں بیان کیا گیا ہے کہ انہوں نے خدا کو آمنے سامنے دیکھا اور ان سے 70,000 مرتبہ گفتگو کی۔

قرآن کہتا ہے:

سورۃ 17:1

"پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو راتوں رات مسجدِ حرام سے اس مسجدِ اقصیٰ تک لے گئی، جس کے اردگرد ہم نے برکت رکھی ہے، تاکہ ہم اسے اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔"

10. ہجرت

عیسوی میں، مکہ میں تیرہ سال تک اپنی دعوت کی ناکام کوششوں کے بعد، محمد نے **622** **یثرب** جانے کا فیصلہ کیا، جہاں ان کے کئی پیروکار پہلے ہی مقیم تھے۔

قافلے کے ذریعے تقریباً **400 کلومیٹر** کا یہ سفر دس یا بارہ دن میں مکمل ہوا۔ یہ سفر بعد میں کہلایا، اور اسی واقعے کو **اسلامی دور کے آغاز** کی علامت قرار دیا گیا۔ اسی لیے **(Hijra) ہجرت** یعنی "ہجرت کے بعد" کہا جاتا ہے۔ **A.H. (After Hijra)** اسلامی تقویم کے سالوں کو

،یثرب میں نیا دین اتنی تیزی سے پھیلا کہ محمد نے بعد میں اس شہر کا نام بدل کر **مدینہ** رکھا جس کا مطلب ہے **"نبی کا شہر"**۔

مدینہ آنے سے پہلے محمد بنیادی طور پر ایک **مذہبی رہنما** تھے، جو اللہ کی وحدانیت کی تبلیغ کرتے اور قیامت کے دن سے خبردار کرتے تھے۔ لیکن مدینہ میں آکر وہ نہ صرف نئے مذہب کے **روحانی سربراہ** بنے بلکہ جلد ہی **قانون ساز اور فوجی رہنما** بھی بن گئے۔

قرآن کی سورتوں میں بھی یہ تبدیلی واضح طور پر نظر آتی ہے۔

عبادت اور اجتماع کی پہلی جگہ محمد کا اپنا **کھلا صحن** تھا۔ اس صحن کے چاروں طرف دھوپ میں پکی ہوئی اینٹوں سے ایک عمارت تعمیر کی گئی، جس میں محمد کی ہر بیوی کے لیے ایک جیسا کمرہ تھا۔ اس کے اردگرد ان کے پیروکاروں کے لیے بھی دوسرے گھر تعمیر کیے گئے۔

11. محمد کی بیویاں

خدیجہ کی وفات کے **ایک سال کے اندر** محمد نے مزید دو شادیاں کیں۔ وقت گزرنے کے ساتھ ان کے گھرانے میں مزید بیویاں شامل ہوتی گئیں۔

،**زینب** محمد کے منہ بولے بیٹے **زید** کی سابقہ بیوی تھیں۔ ایک اور بیوی **صفیہ** یہودی تھیں جبکہ **ماریہ** قبطی مسیحی تھیں۔ بلاشبہ، ان دونوں آخری خواتین کی موجودگی نے محمد کو **بائبل اور یہودی-مسیحی مذہب** سے مزید واقفیت کا موقع دیا۔

مصنف کے مطابق، خدا نے درج ذیل الفاظ کے ذریعے محمد کے لیے **کثیر ازدواجی شادی** کو جائز قرار دیا:

سورۃ 33:50

"اے نبی! ہم نے تمہارے لیے تمہاری وہ بیویاں حلال کر دی ہیں جن کے مہر تم نے ادا کیے ہیں، اور وہ عورتیں بھی جو تمہاری ملکیت میں ہوں، ان میں سے جو اللہ نے جنگ کے مال ،کے طور پر تمہیں عطا کی ہوں؛ اور تمہارے چچا کی بیٹیاں، تمہاری پھوپھیوں کی بیٹیاں تمہارے ماموں کی بیٹیاں اور تمہاری خالاؤں کی بیٹیاں جو تمہارے ساتھ ہجرت کر کے آئی ہوں؛ اور وہ مومن عورت بھی جو اپنے آپ کو نبی کے لیے پیش کرے، اگر نبی اس سے نکاح کرنا چاہے—یہ خصوصیت صرف تمہارے لیے ہے، دوسرے مومنوں کے لیے نہیں۔"

مصنف کے مطابق، اس آیت میں موجود خصوصی اجازت کو محمد نے **مکمل طور پر استعمال کیا۔**

ان کی بیویوں کی مکمل فہرست درج ذیل بیان کی گئی ہے:

1. خدیجہ بنت خویلد

محمد کی **پہلی اور تقریباً 25 سال تک واحد بیوی** تھیں۔

2. سودہ بنت زمعہ

وہ اسلام قبول کرنے والی ابتدائی خواتین میں سے تھیں۔ محمد نے خدیجہ کی وفات کے تقریباً ایک ماہ بعد، تقریباً **620 عیسوی** میں ان سے شادی کی۔

وہ عمر میں جوان نہیں تھیں اور عمر بڑھنے کے ساتھ ان کا وزن بھی بڑھ گیا۔ محمد نے آخرکار انہیں طلاق دے دی، لیکن سودہ نے راستے میں انہیں روک کر دوبارہ نکاح میں رکھنے کی درخواست کی۔ انہوں نے کہا کہ ان کی صرف یہ خواہش ہے کہ **قیامت کے دن ان کی بیوی کی حیثیت سے اٹھائی جائیں۔**

محمد نے ان کی درخواست قبول کر لی۔

مصنف اس واقعے کو سورۃ **4:128** سے جوڑتا ہے:

"اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی طرف سے بدسلوکی یا بے رخی کا خوف کرے تو دونوں کے درمیان صلح کر لینے میں کوئی گناہ نہیں۔ اور صلح بہتر ہے۔"

محمد سودہ کو **"سب سے لمبے ہاتھ والی"** کہا کرتے تھے، جس سے مراد ان کی سب سے زیادہ **سخاوت کرنے والی** بیوی ہونا تھا۔

3. عائشہ بنت ابوبکر

عائشہ محمد کی **پسندیدہ بیوی** تھیں۔ ان کی شادی تقریباً **نو سال کی عمر** میں محمد سے ہوئی۔ وہ اپنے کھلونے بھی اپنے عمر رسیدہ شوہر کے گھر لے کر آئی تھیں۔

جب محمد کی وفات ہوئی تو عائشہ کی عمر **18 سال** تھی۔

عائشہ حدیث روایت کرنے والی اہم شخصیات میں شمار ہوتی ہیں۔ ان سے براہِ راست محمد سے منقول **1,210 احادیث** بیان کی گئی ہیں۔

محمد کی وفات کے بعد بھی لوگ مذہبی اور قانونی معاملات میں ان سے مشورہ کیا کرتے تھے۔

4. حفصہ بنت عمر

محمد نے تقریباً **625 عیسوی** میں ان سے شادی کی۔ وہ عبادت اور روزے کے حوالے سے اپنی دینی خوبیوں کے لیے معروف تھیں۔

جب گھر میں بیویوں کے درمیان اختلافات ہوتے تو حفصہ اکثر دوسری بیویوں کے مقابلے میں **عائشہ کا ساتھ دیتی تھیں**۔

5. زینب بنت خزیمہ

وہ دو مرتبہ بیوہ ہو چکی تھیں۔ انہوں نے اسی سال محمد سے شادی کی جس سال محمد نے حفصہ سے شادی کی، لیکن کچھ ہی عرصے بعد وفات پا گئیں۔

اس سے پہلے انہیں **"ام المساکین" (غریبوں کی ماں)** کا لقب حاصل تھا، کیونکہ وہ غریبوں کے ساتھ بہت سخاوت کرتی تھیں۔

6. ام سلمہ

ان کے شوہر کی وفات کے بعد محمد ان کی دلجوئی کے لیے گئے اور غالباً **628 عیسوی** میں انہیں شادی کی پیشکش کی۔

7. زینب بنت جحش

انہوں نے محمد سے شادی کی خواہش ظاہر کی، لیکن محمد نے اس کے بجائے ان کی شادی اپنے آزاد کردہ غلام اور منہ بولے بیٹے **زید بن حارثہ** سے کر دی۔

زید کے گھر جاتے ہوئے محمد نے زینب کو اکیلے دیکھا اور ان سے محبت ہو گئی۔

625 عیسوی میں زید نے انہیں طلاق دے دی تاکہ وہ محمد کی بیوی بن سکیں۔

مصنف کے مطابق، اس شادی کو **الٰہی اجازت** دینے کے لیے محمد پر سورۃ **33:36–39** کی آیات نازل ہوئیں۔

زینب کی شادی کے وقت عمر تقریباً **35 سال** تھی اور ان کی وفات تقریباً **50 سال** کی عمر میں ہوئی۔

8. جویریہ بنت الحارث

وہ **بنی مصطلق** سے تعلق رکھتی تھیں۔ محمد نے انہیں آزاد کیا اور ان سے شادی کی۔ ان کے یہودی شوہر **صفوان بن مالک** مسلمانوں کے ساتھ جنگ میں مارے گئے تھے۔

9. صفیہ بنت حیی

وہ **خیبر** کے ایک یہودی قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کے والد، بھائی اور شوہر مارے گئے اور انہیں مسلمانوں نے قیدی بنا لیا۔

محمد نے انہیں آزاد کیا اور ان سے شادی کی۔

10. ام حبیبہ

روایت کے مطابق، **ایتھوپیا کے بادشاہ** نے انہیں محمد کے ساتھ شادی کے لیے پیش کیا۔

ماریہ قبطیہ .11

مصر کے حاکم نے **ماریہ اور ان کی بہن سیرین** کو مدینہ بھیجا، جو محمد کے لیے تحفہ تھیں۔ محمد نے ماریہ کو اپنے لیے منتخب کیا۔

جب ماریہ نے تقریباً **629 عیسوی** میں ان کے بیٹے **ابراہیم** کو جنم دیا تو محمد نے انہیں آزاد کر دیا اور اپنی **قانونی بیوی** سمجھا۔

ریحانہ بنت زید .12

وہ **بنی قریظہ** کے یہودی قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں۔ صفیہ کی طرح ان کے شوہر بھی جنگ میں مارے گئے اور انہیں قیدی بنا لیا گیا۔

میمونہ بنت الحارث .13

وہ **ہوازن قبیلے** سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کے پہلے شوہر نے انہیں طلاق دے دی تھی، جبکہ دوسرے شوہر کا انتقال ہو گیا تھا۔

وہ **محمد کی آخری بیوی** بنیں۔

ابتدائی اسلامی جنگیں .12

(الف) جنگِ بدر

مدینہ میں پانچ قبائل آباد تھے—دو عرب قبائل اور تین یہودی قبائل۔ شہر کے اردگرد موجود باغات اور آبپاشی کے ذرائع پورے شہر کے لیے خوراک فراہم کرنے میں مدد دیتے تھے۔

جیسے جیسے نئے ایمان لانے والوں کی تعداد بڑھتی گئی، زرعی زمینوں کو سیراب کرنے کے لیے پانی ناکافی ہونے لگا۔ اس مسئلے کو حل کرنے کے لیے محمد نے مکہ جانے والے تجارتی قافلوں پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

ان کے پیروکاروں نے شام سے مکہ جانے والے تقریباً ایک ہزار اونٹوں کے ایک قافلے پر گھات لگا کر حملہ کیا۔ اس حملے کو جنگِ بدر کہا جاتا ہے۔ محمد کے آدمیوں نے اچانک حملہ کر کے اپنے سے کہیں بڑی مکی فوج کو شکست دے دی اور بہت سا جنگی مال اور متعدد قیدی اپنے ساتھ لے آئے۔

محمد پر نازل ہونے والی وحی میں پہلے ہی جنگی مال کے بارے میں قانون موجود تھا:

سورۃ 8:41

"اور جان لو کہ جو کچھ تم جنگ میں بطور مالِ غنیمت حاصل کرو، اس کا پانچواں حصہ اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہے۔"

قیدیوں کے ہاتھ باندھ دیے گئے اور ان میں سے دو افراد کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا۔

جب ان میں سے ایک نے پوچھا کہ اس کے ساتھ دوسروں کی نسبت زیادہ سخت سلوک کیوں کیا جا رہا ہے، تو محمد نے جواب دیا:

"تمہاری اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی کی وجہ سے۔ میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اس نے تمہاری موت کے ذریعے میری آنکھوں کو ٹھنڈک دی۔"

(ب) جنگِ اُحد

اس کے جواب میں مکہ والوں نے اپنی فوج جمع کی اور **625 عیسوی** میں واپس آکر **اُحد** کے مقام پر مسلمانوں کو ایک بڑی شکست سے دوچار کیا۔

بہت سے مسلمان مارے گئے۔ محمد خود بھی زخمی ہوئے۔ ایک وار کی وجہ سے ان کے **ہونٹ پھٹ گئے اور دانت ٹوٹ گیا،** جبکہ خود کی زرہ کے حلقے ان کے رخسار میں پیوست ہو گئے۔

محمد کے سوانح نگار **ابن ہشام** بیان کرتے ہیں کہ جب ان کے چہرے سے خون صاف کیا جا رہا تھا تو انہوں نے کہا:

"وہ قوم کیسے کامیاب ہو سکتی ہے جو اپنے اس نبی کے ساتھ ایسا سلوک کرتی ہے جو انہیں ان کے رب کی طرف بلاتا ہے؟ اللہ کا غضب ان لوگوں پر نازل ہو جنہوں نے اس کے رسول کے چہرے کو اس کے اپنے خون سے رنگ دیا ہے!"

تاہم یہ شکست **عارضی ثابت ہوئی،** کیونکہ مکہ کی فوج اپنی فتح کو آگے بڑھانے میں ناکام رہی۔

یوں ایک مستقل **جنگی کشمکش کا سلسلہ** شروع ہو گیا۔ جیسے جیسے نئے مذہب کی فوج طاقتور ہوتی گئی، آس پاس کے قبائل بھی اس کے زیرِ نگیں آتے گئے۔

بعض لوگوں نے یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ ان حالات میں محمد کے پاس اس کے علاوہ زیادہ راستہ نہیں تھا کہ وہ دشمن کی افواج کو متحد ہونے سے پہلے منتشر کر دیں، ورنہ وہ اسلام کو ختم کر سکتی تھیں۔

اس نقطۂ نظر کے مطابق، محمد کو اپنے پیروکاروں اور ان کے مشترکہ ایمان کے دفاع کے لیے **تلوار کا سہارا لینا پڑا۔** اگر وہ ایسا نہ کرتے تو ان کے پیروکار تباہ ہو سکتے تھے، ان کا مذہب ابتدا ہی میں ختم ہو سکتا تھا اور خود محمد کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جا سکتا تھا جو ان سے پہلے آنے والے عظیم مذہبی رہنماؤں کے ساتھ ہوا تھا۔

قرآن کی بعض آیات کو مصنف **جارحانہ کارروائی کی ترغیب دینے والی** قرار دیتا ہے:

سورۃ 2:190–191

اور اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے لڑو جو تم سے لڑتے ہیں، لیکن زیادتی نہ کرو، بے شک اللہ" زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ اور جہاں انہیں پاؤ قتل کرو، اور جہاں سے انہوں نے "تمہیں نکالا ہے وہاں سے انہیں نکال دو؛ اور فتنہ قتل سے بھی زیادہ سخت ہے۔

سورۃ 9:36

ان مشرکوں سے سب مل کر لڑو جیسے وہ تم سب سے مل کر لڑتے ہیں، اور جان لو کہ اللہ" "پرپیزگاروں کے ساتھ ہے۔

محمد صبیح نے نبی کی فوجی مہمات کے بارے میں لکھا ہے کہ محمد کی سیرت لکھنے والے مصنفین ان جنگوں کی مجموعی تعداد پر متفق نہیں ہیں۔ اکثریت کے مطابق یہ تعداد **20 سے جنگوں** کے درمیان تھی۔ **27**

جنگِ اُحد میں محمد نے **اُبَی بن خلف** کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ محمد نے جو چھوٹی فوجی مہمات روانہ کیں، ان کی تعداد **47** بتائی گئی ہے۔ ایک ایسی مہم میں **50 سے 400 سپاہی** شامل ہوتے تھے۔

(ج) جنگِ خندق

عیسوی میں مکہ کی ایک بڑی فوج نے مدینہ کا محاصرہ کر لیا۔ **627**

محمد کے ایک فارسی ساتھی **سلمان فارسی** کے مشورے پر محمد نے شہر کے ان غیر محفوظ حصوں کے سامنے بڑی **خندقیں** کھدوائیں جہاں سے دشمن حملہ کر سکتا تھا۔

اسی وجہ سے یہ طویل جنگ **"جنگِ خندق"** کے نام سے مشہور ہوئی۔

،مصنف کے مطابق، خندق کے لیے استعمال ہونے والی اصطلاح کا **فارسی** ہونا، عربی نہ ہونا اس روایت کے قابلِ اعتبار ہونے کی ایک وجہ سمجھا جاتا ہے۔

(د) بعد کی فوجی مہمات

بعد کی فوجی مہمات میں ایک مہم **بنی قریظہ کے یہودیوں** کے خلاف بھی تھی۔

روایت کے مطابق، تقریباً **700 یہودیوں کو گرفتار کرکے قتل** کر دیا گیا، جبکہ ان کی عورتوں اور بچوں کو **غلام بنا کر فروخت** کر دیا گیا۔

:جب یہودیوں کے ایک گروہ نے اپنے رہنما کعب کے قتل پر شکایت کی تو محمد نے جواب دیا

کعب نے اپنی اشتعال انگیز تقاریر اور اپنی بری شاعری کے ذریعے مجھے ناراض کیا تھا۔ اور اگر" "تم میں سے کوئی بھی ایسا ہی کرے گا تو یقیناً تلوار دوبارہ نکالی جائے گی۔

(ہ) مکہ پر فتح حاصل کرنا

ہجرت کے بعد ساتویں سال تک مختلف قبائل کے ساتھ جنگیں جاری رہیں۔ اسی سال محمد نے مکہ میں موجود کعبہ کی زیارت کرنے کی کوشش کی، لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

مزید ایک سال انتظار اور حدیبیہ میں امن معاہدے کے مذاکرات کے بعد وہ اپنی اس خواہش کو پورا کرنے میں کامیاب ہوئے۔

اس کے باوجود بہت سے مکی لوگ محمد کے مخالف رہے، چنانچہ محمد نے اپنے آبائی شہر مکہ پر قبضہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

آخرکار ان کی دس ہزار افراد پر مشتمل فوج نے مکہ میں داخل ہو کر شہر پر بغیر کسی بڑی مزاحمت کے قبضہ کر لیا اور کعبہ کے بتوں کو توڑ دیا۔

تاہم، محمد نے مشہور کالے پتھر (حجرِ اسود) کو برقرار رکھا، جو آج بھی مکہ میں موجود ہے اور دنیا بھر سے آنے والے مسلمانوں کی زیارت اور حج کا مرکزی مقام ہے۔

مکہ کی فتح کے کچھ ہی عرصے بعد محمد کو اپنے چھوٹے بیٹے ابراہیم کی وفات کا گہرا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔

ابراہیم کی والدہ قبطی غلام ماریہ تھیں۔ بچے کا نام ابراہیم رکھا گیا تھا، جو یہودی، مسیحی اور اسلامی تینوں توحیدی مذاہب میں عرب اور یہودی نسلوں کے جدِ امجد اور "اہلِ ایمان کے باپ" کے طور پر معروف ہیں۔

13. نیا قبلہ

مکہ کی فتح کے نتیجے میں ایک اہم تبدیلی واقع ہوئی۔

اسلام کے ابتدائی سالوں میں مسلمان اپنی روزانہ کی نماز کے دوران یروشلم کی طرف رخ کرتے تھے۔ مکہ کی فتح کے بعد انہوں نے کعبہ کی طرف رخ کرنا شروع کر دیا، اور آج تک یہی مسلمانوں کا قبلہ ہے۔

قرآن کی تین آیات میں قبلہ، یعنی "نماز کے لیے سمت" کے بارے میں ہدایات دی گئی ہیں:

سورۃ 2:125

"اور مشرق و مغرب اللہ ہی کے ہیں۔ پس تم جدھر بھی رخ کرو، ادھر اللہ کی توجہ ہے۔"

سورۃ 2:142

"اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ بناؤ۔"

سورۃ 2:144

ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم بار بار آسمان کی طرف اپنا چہرہ اٹھاتے ہو۔ پس ہم ضرور تمہیں" اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جسے تم پسند کرتے ہو۔ پس اپنا چہرہ مسجدِ حرام کی طرف "پھیر لو، اور تم جہاں کہیں بھی ہو، اپنے چہرے اسی کی طرف پھیر لیا کرو۔

مسلم علماء کے مطابق، تیسری آیت پہلی دو آیات کی جگہ لے لیتی ہے۔ مصنف کے مطابق، یہ تبدیلی محمد کی اپنی سوچ میں آنے والی تبدیلی کی عکاسی بھی کر سکتی ہے۔

ابتدائی دور میں محمد کو امید تھی کہ یہودی اور مسیحی ان کے مذہب کو قبول کر لیں گے۔ یعنی "کتاب والے لوگ" کہتے تھے اور امید (Ahl al-Kitab) وہ دونوں گروہوں کو اہلِ کتاب کرتے تھے کہ وہ ان کے پیغمبرانہ مشن کی تصدیق کریں گے۔

:درحقیقت، قرآن محمد کو ان سے رجوع کرنے کی ہدایت بھی دیتا ہے

سورۃ 10:95

پس اگر تم اس چیز کے بارے میں شک میں ہو جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی ہے تو ان" "لوگوں سے پوچھ لو جو تم سے پہلے کتاب پڑھتے رہے ہیں۔

اس لیے غالباً محمد نے ابتدا میں اپنے مشن کو محض ایک اصلاحی تحریک اور یہودی-مسیحی مذہب کے تسلسل کے طور پر دیکھا تھا۔

تاہم، مختلف حالات کے باعث یہ رویہ بتدریج سخت ہوتا گیا۔

جب یہودیوں اور مسیحیوں نے محمد کے نئے مذہب کو قبول نہیں کیا تو وہ یقیناً بہت مایوس ہوئے۔ لیکن جب ان گروہوں نے مسلح مزاحمت کے ذریعے ان کی مخالفت کی تو یہ مایوسی بالآخر دشمنی اور مخالفت میں تبدیل ہو گئی۔

قرآن کی بعد کی سورتوں میں اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی بدلی ہوئی اور زیادہ سخت مذہبی صورتِ فکر واضح طور پر نظر آتی ہے۔

14. محمد کی وفات

مکہ کی فتح کے **ایک سال بعد** مختلف قبائل کی طرف وفود بھیجے گئے تاکہ انہیں اسلام قبول کرنے کی دعوت دی جائے۔ زیادہ تر قبائل نے اسلام کو اپنا مذہب اور محمد کو اپنا **سیاسی رہنما** تسلیم کر لیا۔

قرآن کی سورتوں کا نزول جاری رہا، اور محمد نے نئی فتح شدہ مکہ کا **بڑے اہتمام کے ساتھ حج** کیا۔

لیکن اب محمد کی عمر **60 سال سے زیادہ** ہو چکی تھی، اور صحرائی فوجی کیمپوں کی مسلسل سخت اور مصروف زندگی نے ان کی صحت پر اثر ڈالا تھا۔

واپسی کے سفر میں وہ بیمار ہو گئے اور مدینہ واپس آنے کے بعد بھی ان کی صحت مسلسل خراب ہوتی رہی۔

بیماری کے باوجود انہوں نے اس علاقے کے خلاف ایک فوجی مہم روانہ کی جو آج **مملکتِ اردن** کے نام سے جانی جاتی ہے۔

اس کے بعد وہ مسجد کے منبر پر تشریف لائے اور اپنے پیروکاروں سے **آخری خطاب** کیا۔

اس کے بعد انہوں نے اپنا سر اپنی پسندیدہ بیوی **عائشہ** کی گود میں رکھا اور آہستہ سے کہا:

"جنت میں ابدیت! بخشش!"

اور خاموشی سے وفات پا گئے۔

ان کی وفات کی غالباً درست تاریخ **8 جون 632 عیسوی** بتائی جاتی ہے۔

محمد کی وفات پر پیروکاروں کا ردِعمل

ابتدا میں ان کے پیروکار شدید غم اور پریشانی میں مبتلا ہو گئے۔

روایت کے مطابق، عمر بن خطاب نے لوگوں کو تسلی دینے کی کوشش کی اور کہا کہ ان کے رہنما فوت نہیں ہوئے بلکہ صرف ایک بے ہوشی یا غشی کی حالت میں ہیں۔

جب ابوبکر کو یہ خبر ملی تو وہ باہر آئے اور بلند آواز میں اعلان کیا:

"جو شخص محمد کی عبادت کرتا تھا، وہ جان لے کہ محمد وفات پا چکے ہیں! لیکن جو اللہ کی عبادت کرتا ہے، وہ جان لے کہ اللہ زندہ ہے اور کبھی نہیں مرتا!"

محمد کے بارے میں ناقدین چاہے کچھ بھی کہیں، مصنف کے مطابق یہ بات واضح ہے کہ دنیا نے محمد جیسے اثر و رسوخ رکھنے والے مذہبی رہنما بہت کم دیکھے ہیں۔

ان کے کروڑوں پیروکاروں کی مسلسل عقیدت اور وابستگی ان کے تاریخی اثر و رسوخ کی گواہی دیتی ہے۔ مصنف کے مطابق، ان کا مقام حضرت عیسیٰؑ کے بعد نمایاں ترین مذہبی رہنماؤں میں شمار ہوتا ہے۔

عام طور پر انہیں **عرب دنیا کی تاریخ کی عظیم ترین شخصیات میں سے ایک** اور تاریخ کے بڑے رہنماؤں میں شمار کیا جاتا ہے۔

III. کیا بائبل میں محمد کی پیش گوئی کی گئی تھی؟

قرآن میں یہ دعویٰ کیا گیا ہے کہ **پہلے نازل ہونے والے صحیفوں میں محمد کی آمد کی پیش گوئی کی گئی تھی۔**

سورۃ 7:157

وہ لوگ جو اس رسول کی پیروی کرتے ہیں، جو نبی اُمّی ہے، جسے وہ اپنے پاس تورات اور انجیل“
”میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔

:قرآن اس دعوے کی تائید حضرت عیسیٰؑ سے منسوب ان الفاظ کے ذریعے بھی کرتا ہے

سورۃ 61:6

اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں، اس تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں“
جو مجھ سے پہلے آ چکی ہے، اور ایک ایسے رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے
”گا، جس کا نام احمد ہوگا۔

:اسی طرح عرب بن ساریہ نے محمد سے منسوب ایک قول نقل کیا ہے

:میں اللہ کی کتاب میں آخری نبی کے طور پر لکھا گیا ہوں۔ میں تمہیں اس کی ابتدا بتاؤں گا“
میرے والد ابراہیم کی دعا، میرے بارے میں عیسیٰ کی پیش گوئی، اور وہ خواب جو میری والدہ
نے دیکھا تھا۔ تمام انبیاء کی ماؤں نے اس طرح کا واقعہ دیکھا؛ جب میری والدہ نے مجھے جنم
”دیا تو ان سے ایک ایسی روشنی نکلی جس نے شام کے محلات کو روشن کر دیا۔

بائبل میں محمد کی پیش گوئیاں؟

مسلم علماء نے بائبل میں محمد کی آمد سے متعلق پیش گوئیوں کو تلاش کیا ہے۔

:اس موضوع پر دو اہم مقامات کا خاص طور پر حوالہ دیا جاتا ہے

1. استثنا (Deuteronomy) 18:18
2. نئے عہدنامے میں Parakletos (پاراکلیٹوس) کے حوالے

:یہ حوالہ جات درج ذیل مقامات پر موجود ہیں

- یوحنا 14:16–17
- یوحنا 14:26
- یوحنا 15:26
- یوحنا 16:7
- اعمال 1:4–5

مصنف کے مطابق، اگلے حصے میں ان دونوں اہم بائبلی حوالوں—استثنا 18:18 اور
پاراکلیٹوس—کا تفصیلی جائزہ لیا جائے گا۔

1. عہدِ قدیم پر مبنی دعوے

اس بحث میں زیرِ غور آیت یہ ہے:

استثنا 18:18 (Deuteronomy 18:18)

"میں ان کے لیے ان کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا، اور اپنے الفاظ اس کے منہ میں ڈالوں گا، اور وہ ان سے وہ سب کچھ کہے گا جس کا میں اسے حکم دوں گا۔"

مسلمانوں کا کہنا ہے کہ یہاں جس نبی کا ذکر کیا گیا ہے وہ **محمد ہی ہیں**۔ اس دعوے کی حمایت میں وہ تین دلائل پیش کرتے ہیں:

- قرآن اللہ کے وہ الفاظ ہیں جو محمد کے منہ میں ڈالے گئے۔
- محمد اسماعیل کی اولاد میں سے تھے، اس لیے وہ یہودیوں کے بھائی ہیں۔
- محمد موسیٰ کی مانند تھے۔

پہلا دعویٰ: خدا نے اپنے الفاظ محمد کے منہ میں ڈالے

اس پہلے نکتے کے جواب میں مصنف کہتا ہے کہ خدا نے عہدِ قدیم کے بہت سے نبیوں کے منہ میں اپنے الفاظ ڈالے تھے۔

خدا نے یرمیاہ سے کہا:

"دیکھ، میں نے اپنے الفاظ تیرے منہ میں ڈالے ہیں۔"
(یرمیاہ 1:9)

اسی طرح حضرت عیسیٰؑ نے کہا:

"میں نے انہیں وہ باتیں پہنچائی ہیں جو تو نے مجھے دی تھیں۔"
(یوحنا 17:8)

لہٰذا مصنف کے مطابق، استثنا 18:18 صرف ایک نبی پر لاگو نہیں ہوتی بلکہ ہر حقیقی نبی کے لیے اس کا اطلاق ہو سکتا ہے۔

دوسرا دعویٰ: محمد یہودیوں کے بھائی تھے

دوسرے دعوے میں کہا جاتا ہے کہ محمد یہودیوں کے بھائی تھے۔

لیکن مصنف کا جواب یہ ہے کہ اگر محمد اسماعیل کی اولاد میں سے تھے تو وہ یہودیوں کے بھائی نہیں بلکہ رشتہ دار/چچا زاد شمار ہوں گے۔

:موسیٰ نے بنی اسرائیل سے کہا

استثنا 17:15

تم اپنے اوپر اسی کو بادشاہ مقرر کرنا جو خداوند تیرا خدا چنے؛ اپنے بھائیوں میں سے کسی کو" "اپنے اوپر بادشاہ مقرر کرنا۔ تم کسی اجنبی کو جو تیرا بھائی نہیں، اپنے اوپر مقرر نہیں کر سکتے۔

مصنف کے مطابق، یہ عبارت واضح طور پر حضرت عیسیٰؑ کی طرف اشارہ کرتی ہے، کیونکہ سے تعلق **رکھتے تھے۔** (Judah) عیسیٰؑ شاہی قبیلے یہوداہ

تیسرا دعویٰ: محمد موسیٰ کی مانند تھے

تیسرے دعوے میں **م**حمد اور موسیٰ کے درمیان نمایاں مماثلتوں پر زور دیا جاتا ہے۔

:مسلمانوں کے مطابق

- موسیٰ اور محمد دونوں انسانی والدین سے فطری طور پر پیدا ہوئے اور زمین میں دفن ہوئے، جبکہ عیسیٰؑ ایک کنواری سے معجزانہ طور پر پیدا ہوئے اور آسمان پر اٹھائے گئے۔
- موسیٰ اور محمد دونوں اپنی قوموں کے قانون ساز، فوجی رہنما اور روحانی رہنما بنے۔
- دونوں کو اپنی قوموں کی طرف سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور دونوں نے جلاوطنی اختیار کی۔
- دونوں بعد میں مذہبی اور دنیاوی رہنماؤں کی حیثیت سے واپس آئے۔
- دونوں کے بعد ان کے جانشینوں نے فلسطین کی سرزمین پر کامیاب فتوحات حاصل کیں: موسیٰ کے بعد یشوع (Joshua) اور محمد کے بعد عمر (Umar)۔

مسلمانوں کے مطابق، ان میں سے کوئی بات حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں درست نہیں۔

مصنف کا جواب

مصنف کے مطابق، یہ مؤقف درست نہیں ہے۔

:بائبل میں حضرت عیسیٰؑ کو بھی اکثر نبی کہا گیا ہے

"اور وہ ان کے لیے ٹھوکر کا باعث ہوا۔"
(متی 13:57)

اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کو اپنی ہی قوم کی طرف سے مسترد کیا گیا۔

جس طرح موسیٰ نے اپنی زمینی زندگی میں بنی اسرائیل کی رہنمائی کی، اسی طرح مصنف کے مطابق عیسیٰؑ آج آسمان سے اپنی کلیسیا کی رہنمائی کر رہے ہیں۔

اس لحاظ سے موسیٰ اور عیسیٰؑ کے درمیان تعلق اور مماثلت بہت مضبوط ہے۔

موسیٰ اور عیسیٰؑ میں مزید مماثلتیں

مصنف مزید بیان کرتا ہے کہ موسیٰ اور عیسیٰؑ کے درمیان کئی ایسی مماثلتیں ہیں جو محمد میں موجود نہیں تھیں۔

- موسیٰ اور عیسیٰؑ دونوں یہودی تھے، جبکہ محمد اسماعیلی تھے۔
- موسیٰ اور عیسیٰؑ دونوں مصر سے نکلے تاکہ خدا کا کام انجام دیں؛ محمد کبھی مصر نہیں گئے۔

خاص طور پر، جب ہم استثنا کی ایک بعد کی عبارت کا مطالعہ کرتے ہیں تو موسیٰ اور عیسیٰؑ کے درمیان تین اہم مماثلتیں سامنے آتی ہیں۔

استثنا 10:34–12

"اور بنی اسرائیل میں موسیٰ کی مانند کوئی نبی پھر نہ اٹھا، جسے خداوند نے رو برو جانا ہو؛ اور ان سب نشانوں اور عجیب کاموں میں بھی نہیں جو خداوند نے اسے مصر کے ملک میں فرعون اور اس کے سب خادموں اور سارے ملک کے سامنے کرنے کو بھیجے؛ اور اس بڑی قدرت اور ان بڑے اور ہولناک کاموں میں بھی نہیں جو موسیٰ نے تمام اسرائیل کے دیکھتے ہوئے کیے۔"

مصنف کے مطابق، اس عبارت میں موسیٰ کے بارے میں تین اہم بیانات ہیں جو صرف حضرت عیسیٰ مسیح کے ساتھ مطابقت رکھتے ہیں۔

(الف) خدا نے موسیٰ سے براہِ راست کلام کیا

موسیٰ خدا اور بنی اسرائیل کے درمیان **براہِ راست واسطہ اور ثالث** تھے۔ خدا موسیٰ سے اس طرح بات کرتا تھا:

"اور خداوند موسیٰ سے روبرو بات کرتا تھا، جیسے کوئی شخص اپنے دوست سے بات کرتا ہے۔"
(خروج 33:11)

یہاں تک کہ قرآن بھی کہتا ہے کہ اللہ نے موسیٰ سے براہِ راست کلام کیا، اور دوسرے انبیاء سے اس انداز میں کلام نہیں کیا:

"اور اللہ نے موسیٰ سے براہِ راست کلام کیا۔"
(سورۃ 4:164)

خدا نے وعدہ کیا تھا کہ آنے والا نبی **موسیٰ کی مانند** ہوگا، خصوصاً خدا اور لوگوں کے درمیان **ثالثی کے کام** میں۔

موسیٰ نے قربانی کا خون لیا اور لوگوں پر چھڑکتے ہوئے کہا:

"دیکھو، یہ اس عہد کا خون ہے جو خداوند نے ان سب باتوں کے مطابق تمہارے ساتھ باندھا ہے۔"
(خروج 24:8)

عیسیٰؑ نئے عہد کے درمیانی ہیں

مصنف کے مطابق، حضرت عیسیٰؑ **نئے عہد (New Covenant)** کے درمیانی ہیں۔

جس طرح موسیٰ نے قربانی کے خون کے ذریعے پہلے عہد کی توثیق کی، اسی طرح حضرت عیسیٰؑ نے بھی اپنے خون کے ذریعے **دوسرے/نئے عہد** کی توثیق کی۔

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا:

"یہ پیالہ میرے خون میں نیا عہد ہے۔"
(1 کرنتھیوں 11:25)

لہٰذا مصنف کے مطابق، **استثنا 18:18** میں جس نبی کی پیش گوئی کی گئی ہے، وہ وہی ہوگا جو خدا اور اس کی قوم کے درمیان **نئے عہد کا واسطہ** بنے گا۔

بائبل کہتی ہے:

"پس مسیح نئے عہد کا درمیانی ہے۔"
(عبرانیوں 9:15)

حضرت عیسیٰؑ خدا کو براہِ راست جانتے تھے۔ انہوں نے فرمایا:

"میں اسے جانتا ہوں، کیونکہ میں اس کی طرف سے ہوں اور اسی نے مجھے بھیجا ہے۔"
(یوحنا 7:29)

انہوں نے مزید فرمایا:

"باپ کو کوئی نہیں جانتا مگر بیٹا، اور وہ جس پر بیٹا اسے ظاہر کرنا چاہے۔"
(متی 11:27)

اور:

نہ کسی نے باپ کو دیکھا ہے، سوا اس کے جو خدا کی طرف سے ہے؛ اسی نے باپ کو دیکھا ہے۔"
(یوحنا 6:46)

حضرت عیسیٰؑ خدا اور انسانوں کے درمیان **براہِ راست درمیانی** ہیں۔ انہوں نے فرمایا:

"راہ، حق اور زندگی میں ہوں۔ میرے وسیلے کے بغیر کوئی باپ کے پاس نہیں آتا... جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا۔"
(یوحنا 14:6، 9)

اس کے برعکس، قرآن کی وحیوں کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ محمد تک **فرشتے جبرائیل** کے ذریعے پہنچیں۔

مصنف کے مطابق، خدا نے محمد سے **براہِ راست روبرو** کلام نہیں کیا، اور محمد نے بھی **بنی اسرائیل کے ساتھ خدا کے کسی عہد کی ثالثی** نہیں کی۔

(ب) خدا نے موسیٰ کے ذریعے عظیم معجزات دکھائے

حضرت عیسیٰؑ اور موسیٰ دونوں نے اپنے **ثالثی کے کام کی تصدیق کے لیے عظیم نشانیاں اور معجزات** دکھائے۔

موسیٰ کا معجزہ

"اور موسیٰ نے اپنا ہاتھ سمندر پر بڑھایا، اور خداوند نے رات بھر ایک زوردار مشرقی ہوا کے ذریعے سمندر کو پیچھے ہٹا دیا۔"
(خروج 14:21)

عیسیٰؑ کا معجزہ

حضرت عیسیٰؑ نے طوفان کو خاموش کیا اور لہروں کو پرسکون کر دیا۔ ان کے شاگرد حیران ہو کر کہنے لگے:

"یہ شخص کیسا ہے کہ ہوا اور سمندر بھی اس کا حکم مانتے ہیں؟"
(متی 8:27)

جب جھیلِ گلیل میں شدید طوفان آیا تو حضرت عیسیٰؑ نے صرف ایک جملے سے اسے پرسکون کر دیا:

"خاموش ہو، تھم جا!"
(مرقس 4:39)

محمد اور معجزات

مصنف کے مطابق، قرآن کی رو سے محمد نے کوئی معجزہ انجام نہیں دیا۔

سورۃ 6:37 میں جب محمد کے مخالفین نے کہا:

"اس کے رب کی طرف سے اس پر کوئی نشانی کیوں نہیں اتاری گئی؟"

تو محمد نے جواب دیا کہ اگر اللہ چاہے تو کوئی نشانی بھیج سکتا ہے، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔

اسی طرح محمد نے کہا:

"میرے اختیار میں وہ چیز نہیں جس کے لیے تم جلدی کر رہے ہو۔"
(سورۃ 6:57)

مصنف اس کا مطلب یہ لیتا ہے کہ محمد موسیٰ جیسے معجزات انجام دینے پر قادر نہیں تھے، حالانکہ ایسے معجزات ان کے دعوے کی تصدیق میں مددگار ہو سکتے تھے۔

مکہ کے مخالفین نے بھی ایک مرتبہ محمد سے کہا:

"اس پر بھی نشانیاں کیوں نہیں اتاری گئیں جیسی موسیٰ کو دی گئی تھیں؟"
(سورۃ 28:48)

مصنف کے مطابق، قرآن کا جواب ان نشانیوں کی اہمیت کو کم کرتا ہے۔ استدلال یہ ہے کہ اگر لوگوں نے موسیٰ کی نشانیاں بھی مسترد کر دی تھیں، تو محمد سے نشانیوں کا مطالبہ کیوں کیا جائے؟

مصنف کے مجموعی استدلال کے مطابق: موسیٰ اور عیسیٰؑ کے درمیان براہِ راست کلامِ الٰہی، ثالثی اور معجزات کے حوالے سے مماثلتیں موجود ہیں، جبکہ وہ محمد کے بارے میں ان مماثلتوں کو قابلِ اطلاق نہیں سمجھتا۔

(ج) بائبل تصدیق کرتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ہی وہ موعودہ نبی ہیں

حضرت عیسیٰؑ نے واضح طور پر فرمایا:

"موسیٰ نے میرے بارے میں لکھا ہے۔"
(یوحنا 5:46)

اعمال **3:22** میں رسول **پطرس** نے بھی واضح طور پر اعلان کیا کہ حضرت عیسیٰؑ ہی وہ نبی ہیں جن کا ذکر **استثنا 18:18** میں کیا گیا ہے۔

اسی طرح **استفنس**، جو مسیحیت کا پہلا شہید سمجھا جاتا ہے، نے بھی استثنا 18:18 کا حوالہ دیتے ہوئے ثابت کیا کہ موسیٰ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے پہلے ہی **"راستباز کے آنے**

کی خبر دی تھی۔
(اعمال 7:37)

قرآن اور بنی اسرائیل میں نبوت

مصنف کے مطابق، قرآن بھی اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ **نبوت کا خصوصی سلسلہ بنی اسرائیل میں جاری رہا۔**

:قرآن میں حضرت ابراہیم کے بارے میں اللہ کے حوالے سے کہا گیا ہے

سورۃ 6:85

"اور ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا کیے، اور ہر ایک کو ہدایت دی؛ اور اس سے پہلے نوح کو ہدایت دی، اور اس کی اولاد میں داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو بھی۔ اور اسی طرح ہم نیکوکاروں کو جزا دیتے ہیں۔"

مصنف نشاندہی کرتا ہے کہ اس آیت میں **اسماعیل یا ان کی کسی اولاد کا ذکر نہیں** کیا گیا۔

:قرآن مزید کہتا ہے

سورۃ 19:49

"پھر جب ابراہیم ان لوگوں سے اور ان معبودوں سے جنہیں وہ اللہ کے سوا پوجتے تھے الگ ہو گئے تو ہم نے اسے اسحاق اور یعقوب عطا کیے، اور ہم نے ان دونوں کو نبی بنایا۔"

مصنف کے مطابق، یہی تصور **سورۃ 29:27** اور **سورۃ 21:72** میں بھی ملتا ہے۔

مصنف کا استدلال ہے کہ اگر اسماعیل کو اس خاص نبوت کے سلسلے کے لیے منتخب کیا گیا ہوتا تو ان کا نام **یعقوب سے پہلے** ضرور آتا۔

بنی اسرائیل کے لیے خصوصی مقام

مصنف کے مطابق، قرآن بعض مقامات پر یہودیوں کے لیے خصوصی فضیلت کا ذکر بھی کرتا ہے:

سورۃ 2:47

"اے بنی اسرائیل! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر کی اور یہ کہ میں نے تمہیں تمام جہان والوں پر فضیلت دی۔"

مصنف کے مطابق، قرآن اس مقام پر اسماعیلیوں کو بھی **"برگزیدہ" یا "منتخب" قوم** کے طور پر شامل نہیں کرتا۔

:تاہم، سورۃ **48–38:45** میں اسماعیل کا ذکر بھی موجود ہے

"اور ہمارے بندوں ابراہیم، اسحاق اور یعقوب کو یاد کرو، جو قوت اور بصیرت والے تھے۔ بے شک ہم نے انہیں ایک خالص صفت، آخرت کے گھر کی یاد کے لیے چن لیا تھا۔ اور بے شک وہ ہمارے نزدیک برگزیدہ اور بہترین لوگوں میں سے تھے۔ اور اسماعیل اور ذوالکفل کو بھی یاد کرو؛ یہ سب برگزیدہ لوگوں میں سے تھے۔"

ایک سابق مسلمان کا نقطۂ نظر

مصنف کے مطابق، اس موضوع پر ایک مفید خلاصہ **حمران امبری** نے پیش کیا ہے، جو اسلام سے مسیحیت میں تبدیل ہوئے تھے۔

وہ پہلے **استثنا 18:18** کو محمد کے بارے میں پیش گوئی سمجھتے تھے۔ لیکن بعد میں انہوں نے اس آیت کو غور سے پڑھا اور اپنے سابقہ موقف پر دوبارہ غور کیا۔

:ان کے مطابق، اگر محمد اور موسیٰ کے درمیان مماثلت صرف یہ تھی کہ

- دونوں اپنے والدین سے پیدا ہوئے؛
- دونوں شادی شدہ تھے؛
- دونوں کی اولاد تھی؛
- دونوں بڑھاپے میں فوت ہوئے اور دفن ہوئے؛

تو یہ خصوصیات محمد کو موسیٰ سے خاص طور پر ممتاز نہیں کرتیں، کیونکہ **دنیا کے بہت سے انسانوں میں یہی خصوصیات پائی جاتی ہیں۔**

ان کے مطابق، صرف ان عمومی مماثلتوں کی بنیاد پر یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ استثنا 18:18 میں محمد ہی کی پیش گوئی کی گئی ہے۔

رفتہ رفتہ ان کے لیے یہ بات واضح ہوتی گئی کہ **استثنا 18:18 کی پیش گوئی حضرت عیسیٰ مسیحؑ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔**

:وہ موسیٰ اور عیسیٰؑ کے درمیان درج ذیل خصوصی مماثلتیں بیان کرتے ہیں

1. بچپن میں جان سے مارنے کی کوشش

موسیٰ کے بچپن میں **فرعون** نے انہیں قتل کرنے کی کوشش کی۔

اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے وقت **بادشاہ ہیرودیس** نے انہیں قتل کرنے کی کوشش کی۔

مصنف کے مطابق، یہ عام انسانی تجربہ نہیں تھا کہ کسی بچے کی پیدائش کے فوراً بعد اسے قتل کرنے کی کوشش کی جائے۔

2. نومولود بچوں کے قتل کا حکم

موسیٰ کی پیدائش کے وقت فرعون نے حکم دیا کہ **تمام چھوٹے لڑکوں کو قتل کر دیا جائے**۔

حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے وقت ہیرودیس بھی غضب ناک ہوا اور اس نے **چھوٹے لڑکوں کو قتل کرنے کا حکم** دیا۔

مصنف کے مطابق، دونوں شخصیات نے اس نوعیت کی شدید نفرت اور ظلم کا سامنا کیا۔

3. خدا کی طرف سے منتخب افراد کے ذریعے حفاظت

موسیٰ کو بچپن میں **فرعون کی بیٹی** کے ذریعے تحفظ ملا۔

اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کو ان کے **پرورش کرنے والے والد یوسف** نے بچایا اور ان کی حفاظت کی۔

4. مصر میں قیام

موسیٰ نے اپنے بچپن میں اپنے وطن سے دور **مصر** میں زندگی گزاری۔

اسی طرح حضرت عیسیٰؑ نے بھی اپنے بچپن میں **مصر میں جلاوطنی** کے دوران زندگی گزاری۔

5. معجزات

جب موسیٰ خدا کے پیغامبر کے طور پر خدمت انجام دے رہے تھے تو انہیں خدا کی طرف سے **مع**جزات انجام دینے کی قدرت دی گئی۔

اسی طرح حضرت عیسیٰؑ نے، مصنف کے مطابق، زندہ کلامِ خدا کی حیثیت سے خدا کی قدرت کے ذریعے بیماروں کو شفا دی اور مردوں کو زندہ کیا۔

6. آزادی دلانا

موسیٰ نے بنی اسرائیل کو مصر کی غلامی سے آزاد کیا۔

اس کے مقابلے میں حضرت عیسیٰؑ نے اپنے لوگوں کو گناہ اور موت کی غلامی سے آزاد کیا۔

نتیجہ

مصنف کے مطابق، یہ خصوصی مماثلتیں اس نتیجے کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ استثنا 18:18 میں موجود منفرد پیش گوئی محمد کے بارے میں نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ مسیحؑ کے بارے میں ہے۔

مصنف کے حمران امبری کے بیان کے مطابق، یہ پیش گوئی بالآخر حضرت عیسیٰؑ کو خدا کے کے طور پر ظاہر کرتی ہے۔ (Word of God incarnate) مجسم کلام

2. نئے عہدنامے کی بنیاد پر کیے جانے والے دعوے

مسلمان انجیلِ یوحنا اور اعمالِ رسول کی بعض آیات کو حضرت محمد ﷺ کے بارے میں پیش گوئیاں سمجھتے ہیں۔

یوحنا 14:16،17

اور میں باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں ایک اور مددگار دے گا تاکہ وہ ہمیشہ" تمہارے ساتھ رہے، یعنی سچائی کی روح، جسے دنیا قبول نہیں کر سکتی کیونکہ نہ وہ اسے دیکھتی ہے اور نہ اسے جانتی ہے۔ تم اسے جانتے ہو، کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتی ہے اور "تمہارے اندر ہوگی۔

یوحنا 14:26

لیکن مددگار، یعنی روح القدس، جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا، وہ تمہیں سب باتیں" "سکھائے گا اور جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔

یوحنا 15:26

لیکن جب مددگار آئے گا، جسے میں باپ کی طرف سے تمہارے پاس بھیجوں گا، یعنی سچائی کی" "روح جو باپ کی طرف سے آتی ہے، تو وہ میرے بارے میں گواہی دے گی۔

یوحنا 16:7

لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے، کیونکہ اگر میں نہ" جاؤں تو مددگار تمہارے پاس نہیں آئے گا؛ لیکن اگر میں جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیجوں "گا۔

اعمال 1:4،5

اور جب وہ ان کے ساتھ جمع ہوا تو اس نے انہیں حکم دیا کہ یروشلم سے نہ جائیں بلکہ باپ" کے اس وعدے کا انتظار کریں جس کا ذکر تم نے مجھ سے سنا ہے؛ کیونکہ یوحنا نے پانی سے "بپتسمہ دیا، لیکن چند ہی دنوں میں تم روح القدس سے بپتسمہ پاؤ گے۔

مسلمانوں کا دعویٰ

مسلمانوں کا مؤقف ہے کہ یونانی لفظ Paracletos، جس کا ترجمہ "مددگار، تسلی دینے والا، مشیر یا وکیل" کیا جاتا ہے، وہ اصل لفظ نہیں تھا جو حضرت عیسیٰؑ نے استعمال کیا تھا۔

ان کے مطابق اصل لفظ Periklutos "قابلِ تعریف" ہے، اور یہ "احمد" کے معنی سے مطابقت رکھتا ہے۔ تھا، جس کا مطلب "بہت تعریف کیا گیا" یا

اس بنیاد پر یہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے نہ صرف حضرت محمد ﷺ کی آمد کی پیش گوئی کی بلکہ ان کا نام بھی بیان کیا۔

اس دعوے کا جواب

اس کے جواب میں سب سے پہلے یہ کہا جاتا ہے کہ نئے عہدنامے کے سینکڑوں قدیم یونانی مخطوطات میں استعمال ہونے والا لفظ واضح طور پر Periklutos ہے، نہ کہ Paracletos۔

مزید یہ کہ بائبل کے اس حصے کا غور سے مطالعہ کرنے سے کئی وجوہات سامنے آتی ہیں جن کی بنا پر مصنف کے مطابق Paracletos کو حضرت محمد ﷺ کی پیش گوئی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

1. مددگار کو حضرت عیسیٰؑ بھیجنے والے تھے

متن میں حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں کہ وہ Paracletos کو بھیجیں گے۔

اگر Paracletos سے مراد حضرت محمد ﷺ ہوں، تو اس کا مطلب ہوگا کہ حضرت عیسیٰؑ نے حضرت محمد ﷺ کو بھیجا۔

مصنف کے مطابق، مسلمان اس مفہوم کو قبول نہیں کریں گے۔

2. Paracletos ایک روح ہے

متن میں اسے "روحِ حق" اور روح کے طور پر بیان کیا گیا ہے۔

دنیا اسے نہ دیکھتی ہے اور نہ جانتی ہے، جبکہ حضرت محمد ﷺ ایک جسمانی انسان تھے، جنہیں لوگوں نے دیکھا اور جانا۔

3. "وہ تمہارے ساتھ ہے"

حضرت عیسیٰؑ نے اپنے شاگردوں سے کہا:

"وہ تمہارے ساتھ ہے۔"

مصنف کے مطابق، حضرت محمد ﷺ شاگردوں کے زمانے میں موجود نہیں تھے بلکہ ان کے تقریباً پانچ صدیوں بعد آئے۔

4. شاگردوں کو یروشلم میں انتظار کرنے کا حکم

حضرت عیسیٰؑ نے اپنے شاگردوں کو حکم دیا کہ:

"یروشلم سے نہ جائیں بلکہ انتظار کریں۔"

وہ دس دن تک یروشلم میں انتظار کرتے رہے، یہاں تک کہ پینتیکوست کے دن روح القدس نازل ہوا اور:

”وہ سب روح القدس سے بھر گئے۔“
(اعمال 2:4)

مصنف کے مطابق، کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ پینتیکوست کے دن حضرت محمد ﷺ ظاہر ہوئے تھے۔

5. مددگار ہمیشہ شاگردوں کے ساتھ رہنے والا تھا

حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا کہ یہ مددگار ”ہمیشہ“ ان کے ساتھ رہے گا۔

مصنف کے مطابق، یہ بات حضرت محمد ﷺ پر لاگو نہیں ہوتی، کیونکہ وہ ایک تاریخی انسانی شخصیت تھے اور ان کی زندگی محدود تھی۔

روح القدس کی آمد

،سے مراد خدا کی روح، یعنی روح القدس ہے Paracletos اس بنا پر مصنف کا نتیجہ یہ ہے کہ جو حضرت عیسیٰؑ کے وعدے کے مطابق پینتیکوست کے دن شاگردوں پر نازل ہوئی۔

اعمال 2:32–33

اسی یسوع کو خدا نے زندہ کیا، اور ہم سب اس کے گواہ ہیں۔ پس خدا کے دائیں ہاتھ سے“ سرفراز ہو کر اور باپ سے روح القدس کا وعدہ حاصل کر کے، اس نے یہ نازل کیا جسے تم دیکھتے ”اور سنتے ہو۔

“Comforter / Paracletos” خلاصہ: اس باب کا مصنف یہ استدلال پیش کرتا ہے کہ یوحنا کی انجیل میں سے مراد حضرت محمد ﷺ نہیں بلکہ روح القدس ہے، کیونکہ متن میں اس کی ”Paracletos شناخت ایک روح کے طور پر کی گئی ہے، اس کے شاگردوں کے ساتھ رہنے اور پینتیکوست کے موقع پر آنے کا ذکر موجود ہے۔

باب4
اسلام کی توسیع

I. اسلام اتنی تیزی سے کیوں پھیلا؟

مختلف عوامل نے اسلام کے تیزی سے پھیلاؤ کی راہ ہموار کی۔ ان میں سے اہم عوامل درج ذیل ہیں:

• محمد کے زمانے میں یہودیت ایک تبلیغی مذہب نہیں تھا۔ اس کے برعکس، بعض یہودیوں نے یہودی افسانوں اور عہدِ قدیم کی تاریخ کے ایک مجموعے کو محمد کی تعلیمات میں منتقل کرنے میں مدد کی۔

• مسیحی تبلیغ نے عربستان کو نظر انداز کیا تھا، جس کی وجہ سے اسلام کے لیے اس خطے میں پھیلنے کی گنجائش پیدا ہوئی۔

• یہودیت اور مسیحیت نے مل کر روایتی عرب مذاہب کو کمزور کر دیا تھا اور ان میں یہودی و مسیحی عقائد کا ایک مجموعہ داخل ہو گیا تھا۔ ان میں سے بہت سے عقائد کو بعد میں محمد نے اپنی تعلیمات میں شامل کیا۔

• خاص طور پر مسیحیت اسلامی عقائد کے خلاف مؤثر مزاحمت کرنے میں ناکام رہی، کیونکہ اس وقت بہت سے مختلف بدعاتی عقائد اور فرقے موجود تھے۔

• رہبانیت اکثر اہلِ ایمان کو معاشرے سے الگ ہونے کی طرف لے جاتی تھی، جس کے نتیجے میں مسیحیت کی مؤثر سماجی موجودگی کم ہو گئی۔

• مسلمانوں کے زیرِ اقتدار مسیحیوں کو امتیازی ٹیکس، کم تر سماجی حیثیت اور بعض اوقات ظلم و ستم کا سامنا کرنا پڑا۔ اکثر یہ دباؤ انہیں اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرنے کا سبب بنا۔

• محمد سے منسوب قول کہ ''جزیرۂ عرب میں دو مذاہب کو برداشت نہیں کیا جائے گا'' کے نتیجے میں بہت سے یہودیوں اور مسیحیوں کو عربستان سے نکال دیا گیا۔

• اسلام محمد اور ان کے جانشینوں کی برتر فوجی طاقت کی وجہ سے بھی پھیلا۔ محمد کے زمانے سے پہلے ہی عیش و عشرت اور اندرونی اختلافات کے باعث فارسی اور رومی سلطنتیں کمزور ہونا شروع ہو گئی تھیں۔ وہ ان عربوں کا مقابلہ نہ کر سکیں جو متحد، اپنے ایمان پر فخر کرنے والے اور سخت حالات کے عادی تھے۔ اسلام کی فوجی فتوحات کو دیکھ کر بہت سے

مسیحیوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ خدا کی حمایت مسلمانوں کے ساتھ ہے اور انہوں نے اپنا مذہب چھوڑ دیا۔

• بعد کے دور میں اسلام صرف فوجی توسیع کے ذریعے نہیں بلکہ مسلم تجارتی راستوں کے ذریعے بھی پھیلا۔ عرب تاجر ہندوستان اور چین کا سفر کرتے تھے اور اپنے ساتھ اپنا مذہب بھی لے جاتے تھے۔

II. چار خلفاء

1. ابو بکر، پہلے خلیفہ

محمد کی وفات کے وقت تقریباً پورا عربستان اسلام کے زیرِ اقتدار آ چکا تھا۔ ابو بکر، پہلے خلیفہ یا ''رسول کے جانشین'' تھے۔ انہوں نے دو سال (632ء تا 634ء) حکومت کی۔

جزیرۂ عرب کے قبائل نے مدینہ میں سیاسی مرکزیت کے خلاف بغاوت کی۔ ابو بکر نے بحرین، عمان اور یمن میں ہونے والی بغاوتوں کو دبانے کے لیے فوج بھیجی۔ مفتوح لوگوں کے ساتھ ان کے رحم دلانہ سلوک نے دیرپا امن قائم کرنے میں مدد دی۔

جون 633ء میں ابو بکر کی فوج نے الحیرہ کے مقام پر فارس کو شکست دی، اور ایک سال بعد جنگِ اجنادین میں فلسطین کو شکست دی۔

2. عمر، دوسرے خلیفہ

634ء میں عمر کو خلیفہ منتخب کیا گیا۔ انہوں نے دس سال حکومت کی اور مسلم سلطنت کو ہندوستان کی سرحدوں سے شمالی افریقہ تک وسیع کر دیا۔ عمر کی انصاف پسندی اور اپنے فرائض کی پابندی نے بہت سی مفتوح قوموں کی تعریف حاصل کی۔

خلیفہ بننے کے پہلے ہی سال عمر نے جنگِ یرموک میں شام اور فلسطین پر فتح حاصل کی اور دونوں علاقوں کو مسلم حکومت کے تحت لے آئے۔ اگلے سال دمشق اور دیگر شہر فتح ہوئے، جن کے بعد جلد ہی حلب اور انطاکیہ بھی فتح کر لیے گئے۔ 636ء کے اختتام تک یروشلم اور پورا فلسطین عرب فاتحین کے قبضے میں آ چکا تھا۔

عمر نے 636ء میں عراق پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں ایک ایسی جنگ شروع ہوئی جو دو سال بعد جنگِ قادسیہ تک شدت سے جاری رہی۔ 637ء تک عراق کے شمالی علاقے، موصل تک، مسلمانوں کے قبضے میں آ گئے۔ موصل قدیم نینوا کے مقام کے قریب دریائے دجلہ کے دوسری جانب واقع ہے۔ اگلے سال عراق میں بصرہ اور کوفہ کے شہر قائم کیے گئے اور انہیں عربوں نے آباد کیا۔

خلیج کے صوبوں میں بھی فتوحات کا سلسلہ جاری رہا۔ 640ء میں جنوبی ایران کا قدیم شہر سوس فتح کیا گیا۔ 642ء میں جنگِ نہاوند میں عظیم فارسی فوج کو آخری بڑی شکست

ہوئی، اور اگلے سال دارالحکومت بی، جو موجودہ تہران کے قریب واقع تھا، فتح کر لیا گیا۔ مزید کئی فوجی مہمات کے ذریعے عمر نے ایران کے دور دراز صوبوں کو بھی زیرِ نگیں کر لیا۔ اس طرح صحرائی جنگجوؤں نے اس سلطنت پر مکمل غلبہ حاصل کر لیا جو ایک ہزار سال پہلے دنیا کی سب سے بڑی طاقت تھی۔

عمر نے مصر پر حملہ کیا اور 641ء میں اسکندریہ فتح کر لیا، اگرچہ پورے ملک کو فتح کرنے میں مزید کئی سال لگے۔ شمالی افریقہ کے ساحلی علاقوں میں بھی مسلمانوں نے اپنی سلطنت کو وسعت دی۔ یہ وہ آغاز تھا جس کے نتیجے میں پچاس سال کے اندر شمالی افریقہ کا پورا ساحلی علاقہ مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔

3. عثمان، تیسرے خلیفہ

ان عظیم فتوحات کے بعد عمر کو ایک غلام نے قتل کر دیا اور عثمان کو ان کا جانشین منتخب کیا گیا۔ عثمان نے بارہ سال حکومت کی، لیکن ریاستی خزانے کے انتظام میں سستی برتی اور اپنے خاندان کے افراد کو سرکاری عہدے دینے میں جانبداری کا مظاہرہ کیا۔ اس کے نتیجے میں ان کے خلاف بغاوت ہوئی، جو بالآخر ان کے قتل پر منتج ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر 82 سال تھی۔

عثمان کی خلافت کے دوران 651ء میں ایک مسلم نمائندہ چین میں تانگ خاندان کے دربار میں بھیجا گیا۔ بہت سے تاجر جو اسلام قبول کر چکے تھے، اب خشکی اور سمندر کے راستے اس عظیم سرزمین میں داخل ہو رہے تھے۔

4. علی، چوتھے خلیفہ

علی نے 656ء سے 661ء تک پانچ سال حکومت کی۔ ان کے دورِ خلافت میں اسلام کے اندر ایک دیرپا تقسیم پیدا ہوئی۔

انہوں نے عثمان کے خاندان سے تعلق رکھنے والے معاویہ کو شام کا گورنر مقرر کیا۔ لیکن معاویہ نے علی پر الزام لگایا کہ انہوں نے عثمان کے قاتلوں کے خلاف کارروائی نہیں کی، اس لیے وہ حکومت کرنے کے اہل نہیں ہیں۔ علی نے اپنا دارالحکومت مدینہ سے عراق کے شہر کوفہ منتقل کر دیا۔

معاویہ کے باغیوں نے محمد کی بیوہ عائشہ کو اپنی فوج کے درمیان ایک اونٹ پر سوار کیا۔ علی ،نے جنگِ جمل میں ان کو شکست دی۔ اگرچہ عائشہ نے علی کی کھلے عام مخالفت کی تھی لیکن علی نے ان کے ساتھ احترام کا سلوک کیا اور انہیں واپس مدینہ بھیج دیا۔

جلد ہی معاویہ نے علی کے خلاف ایک اور فوج بھیجی، اور اس مرتبہ علی قتل کر دیے گئے۔

مسلمان تقسیم ہو گئے۔ اکثریت نے معاویہ کی پیروی کی اور انہیں خوارج (''علیحدگی اختیار کرنے والے'') کہا گیا۔ دوسروں نے علی کی پیروی کی اور ان کے سب سے بڑے بیٹے حسن کو خلافت کا جائز وارث تسلیم کیا۔ انہیں شیعۃ علی (''علی کی جماعت'') کہا گیا۔

بعد میں معاویہ نے حسن کو مدینہ کے سرکاری خزانے کی تمام رقم دینے کا وعدہ کر کے خلافت سے دستبردار ہونے پر آمادہ کر لیا۔ حسن کے دستبردار ہونے کے چھ ماہ بعد، ان کی ایک بیوی نے انہیں زہر دے دیا، جس سے ان کی وفات ہو گئی۔

شیعہ جماعت کا عقیدہ تھا کہ خلافت محمد کے خاندان میں ہی رہنی چاہیے۔ انہوں نے حسن کے چھوٹے بھائی حسین کو خلیفہ بننے کے لیے کوفہ آنے کی دعوت دی۔ حسین اپنے خاندان اور ایک چھوٹی فوج کے ساتھ کوفہ کی طرف روانہ ہوئے، لیکن جدید بغداد کے قریب کربلا کے مقام پر معاویہ کے بیٹے یزید نے شام سے آنے والی فوج کے ساتھ انہیں روک لیا اور قتل کر دیا۔

شیعہ اور خوارج کے درمیان پیدا ہونے والی یہ تقسیم، جس میں بعد میں خوارج کے پیروکاروں کو اہلِ سنت کے نام سے بھی جانا گیا، آج تک برقرار ہے۔

III. اسلام کی سلطنتیں

1. اموی سلطنت

علی کے دونوں بیٹوں کی وفات کے بعد معاویہ سیاسی اسلام کے واحد رہنما بن گئے۔ دمشق میں معاویہ کی خلافت مسلسل طاقتور ہوتی گئی، کیونکہ ایشیائے کوچک، عراق اور مصر میں مسلم فوجیں اپنی فتوحات جاری رکھے ہوئے تھیں۔ اب معاویہ ایک ایسی وسیع مسلم سلطنت پر حکمران تھے جو عملی طور پر ایک مسلم سلطنت بن چکی تھی۔

اپنی زندگی کے اختتام کو قریب دیکھتے ہوئے، معاویہ نے اپنے بیٹے یزید کو اپنا جانشین نامزد کیا۔ اس طرح اسلام میں موروثی حکمرانی کا اصول متعارف ہوا۔ اموی سلطنت نے 661ء سے 750ء تک حکومت کی۔

اس دور میں فتوحات کا سلسلہ تیزی سے جاری رہا۔ ایک صدی کے اندر مسلم سلطنت نے رومی سلطنت کے عروج کے زمانے سے بھی زیادہ وسیع علاقے پر قبضہ کر لیا تھا۔

711ء میں مسلمانوں نے شمالی افریقہ سے اسپین میں داخل ہو کر اس کے بیشتر حصے کو فتح کر لیا۔ 720ء میں وہ پیرینیز کے پہاڑی سلسلے کو عبور کر کے فرانس تک پہنچ گئے۔ 732ء میں جنگِ ٹورز میں چارلس مارٹل کے ہاتھوں اسلامی فوجوں کو فیصلہ کن شکست ہوئی۔ اس شکست نے اسلام کے شمالی یورپ میں مزید پھیلاؤ کو روک دیا۔ جنگِ ٹورز محمد کی وفات کے صرف ایک سو سال بعد ہوئی۔

2. عباسی سلطنت

شیعہ جماعت نے دوبارہ قیادت حاصل کرنے کی امید کبھی ترک نہیں کی تھی۔ 750ء میں انہوں نے آخری اموی خلیفہ کو دو جنگوں میں شکست دی اور بعد ازاں محمد کے چچا عباس کی

نسل سے تعلق رکھنے والے ایک شخص کو کوفہ میں خلیفہ مقرر کیا۔ نئی عباسی سلطنت 750ء سے 1258ء تک پانچ سو سال سے زیادہ عرصے تک قائم رہی۔

ء میں بڑی تعداد میں مسلم فوجیوں کو سرکاری تنخواہ پر ایک بغاوت کو دبانے کے لیے755 چین بھیجا گیا۔ انہیں زمین اور جائیداد دی گئی، چنانچہ وہیں آباد ہو گئے اور اپنے مذہب کو قائم کیا۔ آج چین کے ہر صوبے میں مسلمان موجود ہیں، اگرچہ ان کی سب سے بڑی تعداد شمال مغربی علاقوں میں ہے۔ چین میں بھی، دوسرے ممالک کی طرح، مسلمان عمومی آبادی سے مشابہ نظر آتے ہیں، لیکن انہوں نے لباس کی بعض مخصوص علامات، جیسے ٹوپی کے خاص کنارے اور کمر کے پٹکے، اور کچھ مخصوص رسوم برقرار رکھی ہیں جن سے انہیں مسلمان کے طور پر پہچانا جا سکتا ہے۔

عباسی سلطنت نے امن، انصاف اور خوشحالی قائم کر کے عمومی مقبولیت حاصل کی۔ اپنی حکومت کے پہلے 350 سالوں کے دوران اس نے عالمی ثقافت میں اہم کردار ادا کیا۔ اس دور میں یونان کے قدیم علمی ورثے کو فلسفے اور طبی علوم میں ہونے والی ترقی کے ساتھ یکجا کیا گیا۔

اپنے ابتدائی دور میں، تقریباً آٹھویں صدی کے آغاز میں، مسلم فوجی مہمات آمو دریا سے آگے وسطی ایشیا تک بھی پہنچیں۔ 658ء میں ہندوستان پر حملہ کیا گیا، لیکن وہاں بڑی کامیابی گیارہویں صدی کے آغاز تک حاصل نہ ہو سکی، جب غزنوی محمود نے وسیع فتوحات حاصل کیں۔

تیرہویں صدی تک دریائے سندھ کے دہانے سے دریائے گنگا کے ڈیلٹا تک شمالی ہندوستان کا پورا علاقہ مسلمانوں کے قبضے میں آ چکا تھا۔ اس طرح اسلام ایک ایسے وسیع خطے پر غالب آ گیا جو دنیا کے ایک تہائی حصے کے گرد پھیلا ہوا تھا۔

ساتویں صدی کے آخری سالوں ہی میں اسلامی خلفاء نے آرمینیا میں گورنر مقرر کر دیے تھے۔ آرمینیا وہ پہلا ملک تھا جس نے قومی سطح پر مسیحیت قبول کی تھی۔

مغرب میں مسلم اقتدار کو صلیبی جنگوں کے ذریعے کچھ عرصے کے لیے چیلنج کیا گیا۔ گیارہویں صدی میں جب بحیرۂ روم کے جزائر سسلی اور مالٹا مسلمانوں کے قبضے میں آئے تو یورپی مسیحی افواج نے انہیں دوبارہ فتح کر لیا۔ 1099ء میں انہوں نے مسلمانوں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے یروشلم تک قبضہ کر لیا۔

مسیحی یورپ 1187ء تک مقدس سرزمین پر قابض رہا، جب صلاح الدین ایوبی نے جنگِ حطین میں فتح حاصل کی۔ اس کے بعد مشرقی بحیرۂ روم کے علاقوں میں بتدریج اور مکمل طور پر مسلم اقتدار دوبارہ قائم ہو گیا۔

فوجی اعتبار سے صلیبی جنگیں زیادہ سے زیادہ ایک عارضی کامیابی ثابت ہوئیں۔ اس کے علاوہ ان جنگوں کا ایک بدقسمت نتیجہ مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان دشمنی کا مزید گہرا

ہونا تھا۔ دونوں مذاہب کے نمائندے اس صورتِ حال سے مکمل طور پر کبھی باہر نہیں نکل سکے، اور اس کے اثرات آج بھی اسلامی اور مغربی ریاستوں کے تعلقات میں نظر آتے ہیں۔

IV. زیرِنگیں اقوام

،اسلام کے ''قرونِ وسطیٰ'' میں، جس کا زمانہ عموماً 1280ء سے 1480ء تک شمار کیا جاتا ہے مسلم سلطنت ایشیا، افغانستان اور ہندوستان کے دور دراز علاقوں تک مسلسل پھیلتی رہی۔ پندرہویں اور سولھویں صدی میں اسلام جاوا میں پہنچا، جہاں جلد ہی بہت بڑی تعداد میں لوگوں نے اسلام قبول کیا۔ اسی طرح یہ پڑوسی جزیرے سماٹرا تک بھی پہنچا، جہاں سے اسلام مشرقی ہندوستان کے دیگر جزائر اور فلپائن تک پھیل گیا۔

کہا جاتا ہے کہ ہجرت کے آٹھویں سال محمد نے ''زیرِنگیں اقوام'' کا اصول متعارف کرایا۔ اس اصول کے تحت دوسرے مذاہب سے تعلق رکھنے والی بعض برادریاں اپنا مذہب برقرار رکھ سکتی تھیں، بشرطیکہ وہ مسلم حکومت کے سامنے اپنی تابعداری ظاہر کرنے کے لیے مقررہ ٹیکس ادا کریں۔ ٹیکس کے لیے عربی لفظ ''جزیہ'' ہے، جو لفظ ''جَزَاء'' سے نکلا ہے، جس کا مطلب ''سزا'' ہے۔ اس طرح ٹیکس کی ادائیگی کو مذہب سے انکار کی سزا اور اسلام قبول کرنے کی ترغیب سمجھا جاتا تھا۔

صرف عیسائی، یہودی، مجوسی، سامری اور صابئی مذاہب کے پیروکاروں کو جزیہ کے ذریعے جان و مال کے اسلامی تحفظ کا حق حاصل تھا۔ ان مذاہب کے پیروکاروں کو ''ذمی'' یعنی محفوظ لوگ'' کہا جاتا تھا۔ اگرچہ یہودیوں اور زرتشتیوں کے بعض گروہوں نے یہ حیثیت'' قبول کی، لیکن سب سے بڑی تعداد مشرقی عیسائیوں کی تھی، جنہوں نے مختلف قسم کی پابندیوں اور مشکلات کے باوجود صدیوں تک اپنے مسیحی ایمان کو برقرار رکھا۔

اسلامی حکومت کے تحت غیر مسلم کی حیثیت سے زندگی گزارنے کے لیے صرف ٹیکس ہی نہیں بلکہ دیگر قیمت بھی ادا کرنا پڑتی تھی، اور آج بھی بعض تاریخی حالات کے حوالے سے اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔ خلفاء کے دور میں جو لوگ مسلمان نہیں تھے، انہیں عوامی اور نجی زندگی دونوں میں مختلف پابندیوں کا سامنا کرنا پڑتا تھا۔ سورۃ التوبہ 9:29 کو ان پابندیوں کے لیے جواز کے طور پر پیش کیا جاتا تھا، جس میں کہا گیا ہے: ''یہاں تک کہ وہ اپنے ہاتھ سے جزیہ دیں اور وہ مغلوب ہوں۔''

عہدِ عمر میں ان میں سے بعض پابندیوں کی فہرست ایک ایسے خط میں دی گئی ہے جو مقامی عیسائیوں کو مسلم حکام کے سامنے پیش کرنا ضروری تھا۔ اس کے ایک مسودے میں درج ذیل شرائط بیان کی گئی ہیں:

جب آپ ہمارے پاس آئے تو ہم نے اپنی جانوں، اپنے خاندانوں، اپنی جائیداد اور اپنے مذہب کے لوگوں کے لیے آپ سے امان ان شرائط پر طلب کی: ہم جزیہ ادا کریں گے اور ذلت قبول کریں گے؛ کسی مسلمان کو دن یا رات ہماری گرجا گھروں میں ٹھہرنے سے نہیں روکیں گے، اسے تین دن تک مہمان رکھیں گے، اسے کھانا دیں گے اور اپنے دروازے اس کے لیے کھلے رکھیں گے؛ گرجا گھروں میں

گھنٹی آہستہ بجائیں گے اور وہاں اپنی آوازیں بلند کر کے عبادت نہیں کریں گے؛ اپنے گرجا گھروں ،یا گھروں میں مسلمانوں کے دشمنوں کے کسی جاسوس کو پناہ نہیں دیں گے؛ کوئی نیا گرجا خانقاہ، عبادت گاہ یا حجرہ تعمیر نہیں کریں گے، نہ خراب عمارتوں کی مرمت کریں گے؛ مسلم علاقوں میں ان عبادت گاہوں میں اجتماع نہیں کریں گے؛ بت پرستی کا اظہار نہیں کریں گے اور دوسروں کو اس کی دعوت نہیں دیں گے؛ اپنی گرجا گھروں یا مسلمانوں کی سڑکوں اور بازاروں میں صلیب نمایاں نہیں کریں گے؛ قرآن نہ سیکھیں گے اور نہ اپنے بچوں کو سکھائیں گے؛ اگر ہمارا کوئی رشتہ دار اسلام قبول کرنا چاہے تو اسے نہیں روکیں گے۔

،ہم اپنے بال آگے سے کاٹیں گے؛ کمر کے گرد زنار باندھیں گے؛ اپنے مذہب پر قائم رہیں گے؛ لباس ظاہری شکل، سواری، زین یا مہروں کی نقاشی میں مسلمانوں کی مشابہت اختیار نہیں کریں گے؛ مسلمانوں کے مخصوص القاب استعمال نہیں کریں گے؛ ان کی عزت و احترام کریں گے، ان سے ملاقات کے وقت ان کے لیے کھڑے ہوں گے اور انہیں ان کے راستے میں رہنمائی دیں گے؛ اپنے گھروں کو ان کے گھروں سے اونچا نہیں بنائیں گے؛ ہتھیار یا تلواریں نہیں رکھیں گے اور نہ مسلم علاقوں میں شہر یا سفر کے دوران انہیں پہنیں گے؛ شراب فروخت یا ظاہر نہیں کریں گے؛ مسلمانوں کی آبادی والے راستوں پر اپنے مردوں کی تدفین کے وقت آگ نہیں جلائیں گے، جنازوں میں اپنی آوازیں بلند نہیں کریں گے اور اپنے جنازے مسلمانوں کے قریب نہیں لے جائیں گے؛ کسی مسلمان کو نہیں ماریں گے؛ اور ایسے غلام نہیں رکھیں گے جو پہلے مسلمانوں کی ملکیت رہے ہوں۔

ہم یہ شرائط اپنے اور اپنے ہم مذہب لوگوں پر عائد کرتے ہیں۔ جو شخص ان شرائط کو مسترد کرے گا، اسے تحفظ حاصل نہیں ہوگا۔

اس نوعیت کے قوانین عام طور پر طویل عرصے تک یا وسیع علاقوں میں مسلسل نافذ نہیں کیے جاتے تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اسلام کے ابتدائی دور میں بہت سے سرکاری ملازمین، اساتذہ اور طبیب عیسائی یا یہودی پس منظر رکھتے تھے۔ اس صورتِ حال نے مسلم علاقوں میں نسبتاً بڑی مسیحی آبادیوں کے باقی رہنے میں اہم کردار ادا کیا، جن میں مصر کے قبطی مسیحی، ترکی کے آرمینیائی اور عراق و ایران کے نسطوری مسیحی شامل تھے۔

V. جدید دور میں اسلام کی توسیع

1. جدید دور میں اسلام کا پھیلاؤ

پندرہویں صدی کے آخری حصے سے لے کر موجودہ دور تک اسلام افریقہ کے بیشتر حصوں میں پھیل چکا ہے۔ ابتدا میں اس پھیلاؤ میں غلاموں کے تاجروں نے اہم کردار ادا کیا، اور بعد میں تاجروں نے بھی اپنے مذہب کے غیر سرکاری مبلغین کے طور پر کام کیا۔ حالیہ دور میں مذہبی تبلیغ نے اسلام کے پھیلاؤ میں پہلے کے مقابلے میں کم اہم کردار ادا کیا ہے۔ اس کے باوجود، انتخاب یا جبر کے ذریعے اسلامی مذہب اور ثقافت نے انسانوں کی بہت بڑی آبادیوں کو

متاثر کیا ہے، یہاں تک کہ صرف آبادی میں اضافے کے باعث ہر سال لاکھوں افراد مسلمانوں کی تعداد میں شامل ہو جاتے ہیں۔

دو دیگر عوامل بھی اسلام کی طاقت میں اضافہ کرتے ہیں۔ اول، اگرچہ اسلام کے جدید خیالات رکھنے والے فرقے اقلیت میں ہیں، لیکن وہ فعال طور پر تبلیغ کرتے ہیں۔ دوم، مسلم اخبارات اور ذرائع ابلاغ اسلام کے پھیلاؤ اور مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک مؤثر ذریعہ بن چکے ہیں۔

سیاسی طور پر بھی اسلامی احیا ہوا ہے۔ اس میں دولت مند عرب تیل پیدا کرنے والے ممالک کی مالی طاقت اور مرحوم آیت اللہ خمینی جیسے مذہبی رہنماؤں کا اثر شامل ہے۔ عرب حکومتیں تیل سے حاصل ہونے والی دولت کو اسلام کے فروغ کے لیے استعمال کرتی ہیں۔ چونکہ اسلام کو ایک نظامِ حکومت بھی سمجھا جاتا ہے، اس لیے بعض مسلم انتہا پسند خمینی کے طرز پر مذہب اور ریاست کے امتزاج کی خواہش رکھتے ہیں، جس میں مسلم شریعت یعنی ''قانون'' کو سختی سے نافذ کیا جائے۔ اس نظریے کے مخالفین، جیسے مصر کے صدر سادات، بعض اوقات اچانک اور غیر متوقع انجام سے دوچار ہوئے۔

2. امریکہ میں اسلام

جیمز رومین، جو فورٹ وین، انڈیانا میں سموئیل زویمر انسٹی ٹیوٹ آف مسلم اسٹڈیز سے وابستہ تھے، نے ایک مضمون میں دعویٰ کیا کہ امریکہ میں اسلام ہر سال 7 سے 10 فیصد کی شرح سے بڑھ رہا ہے، یعنی تقریباً پانچ لاکھ مسلمان سالانہ۔ چند دہائیوں میں مسلمانوں کی تعداد چند لاکھ سے بڑھ کر تقریباً 80 لاکھ ہو گئی۔ یہ امریکہ کا تیسرا سب سے بڑا مذہب بن گیا ہے۔

بہت سے مسلمان طلبہ کی حیثیت سے امریکہ آتے ہیں، اور امریکہ کی تقریباً ہر یونیورسٹی میں مسلم طلبہ کی انجمن موجود ہے، جو ایک قومی تنظیم اور انٹرنیٹ کے ذریعے دوسری انجمنوں سے منسلک ہے۔

مسلمانوں کی سب سے بڑی تعداد شہری علاقوں میں رہتی ہے، لیکن وہ امریکہ کے تقریباً ہر قصبے اور شہر میں موجود ہیں۔ وہ بعض ترک شدہ شہری گرجا گھروں کو خرید کر انہیں مساجد میں تبدیل کر رہے ہیں۔

امریکیوں کے لیے اسلام کو پرکشش بنانے والے عوامل کے بارے میں جیمز رومین نے پانچ تجاویز پیش کیں:

• مسلمانوں کا خیال ہے کہ مغربی معاشرہ دیوالیہ اور اخلاقی طور پر بدعنوان ہو چکا ہے۔ ان کے مطابق یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مسیحیت ناکام ہو چکی ہے اور خدا کا حقیقی مذہب نہیں ہے۔

• مسلمانوں کا کہنا ہے کہ مسیحیت انسانیت کے لیے صرف ایک منفی پیغام رکھتی ہے۔ مسلمان اصل گناہ کے عقیدے کو نہیں مانتے، اس لیے ان کے مطابق تمام انسان اسلام کو قبول کر کے نجات حاصل کر سکتے ہیں۔

• مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اسلام خدا کا واحد حقیقی اور عالمگیر مذہب ہے۔ اس لیے وہ اسے دوسرے تمام مذاہب سے برتر اور خدا کی آخری وحی سمجھتے ہیں۔

• مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اسلام پاکیزگی اور امن کا مذہب ہے۔ یہ خاندان پر مبنی ہے اور خواتین اور بچوں کو اخلاقی برائیوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ اس نے غریبوں کی مدد کی ہے اور جن علاقوں میں یہ داخل ہوا ہے وہاں بعض محلوں کو بہتر بنایا ہے۔ یہ ایک ایسی باہمی خیال رکھنے والی برادری تشکیل دیتا ہے جو افراد اور خاندانوں کی ضروریات پوری کرتی اور ان کی مدد کرتی ہے۔

• مسلمان مذہب اور ریاست کے درمیان کوئی واضح تقسیم تسلیم نہیں کرتے، جس کے نتیجے میں اسلامی حکومت کو مذہبی قوانین قائم کرنے اور مذہبی آزادی کو محدود کرنے کا اختیار حاصل ہو سکتا ہے۔ اسلام امریکی تعلیمی اور سیاسی نظام کے ذریعے اسلامی اسکول قائم کرنے اور مقامی و قومی عہدوں کے لیے نمائندے منتخب کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

رومین نے اپنے ہم وطنوں کو اسلام کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کا مشورہ بھی دیا۔ انہوں نے مسلمانوں کے لیے زیادہ دعا کرنے اور ان سے زیادہ محبت کرنے کی تلقین کی۔ ان کے مطابق مسیحیت کے برعکس، اسلام مسلمانوں کو ان لوگوں سے محبت کرنا نہیں سکھاتا جو ان سے مختلف ہوں۔ انہوں نے مسیحیوں سے مسلمانوں کے درمیان خدمت اور کام کو فروغ دینے، اپنی کلیسیاؤں کو مسلمانوں تک رسائی کی سرگرمیوں میں شامل کرنے اور مسیحی گواہی کی حمایت کرنے کی اپیل کی۔

انہوں نے اپنے مشورے کا اختتام ان الفاظ پر کیا: ''حوصلہ رکھیں۔ خدا مسلمانوں کو تبدیل کر رہا ہے! پہلے سے کہیں زیادہ مسلمان مسیح کی طرف آ رہے ہیں۔ خدا عظیم ہے۔''

باب 5

مسلمان کیا عقیدہ رکھتے ہیں

مسلمان کیا عقیدہ رکھتے ہیں

I. اسلامی عقائد اور قوانین کے ماخذ

قرآن کے علاوہ، جس کا ذکر ہم بعد میں کریں گے، اسلامی عقائد اور قوانین کے تین اہم ماخذ ہیں:

- حدیث (روایات کا مجموعہ)
- قیاس (قانونی مسائل میں قرآن اور حدیث کی بنیاد پر سنیوں کے ہاں، اور شیعوں کے ہاں عقل و استدلال کی بنیاد پر قیاس)
- اجماع (تمام اسلامی علماء کا اتفاقِ رائے)

1. حدیث

حدیث اسلام کا دوسرا اہم ماخذ ہے، اور قرآن کے بعد اسے اہمیت حاصل ہے۔ اس میں ان روایات کا مجموعہ شامل ہے کہ محمد نے کیا کیا، کن کاموں کی اجازت دی اور کیا احکامات دیے۔ مجموعی طور پر احادیث مسلمانوں کے لیے طرزِ عمل کا نمونہ اور قانون کی بنیاد فراہم کرتی ہیں۔

اسلامی قانون میں حدیث کا اثر بہت وسیع ہے۔ سنی علماء کے حوالے سے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ اگر قرآن کی کوئی آیت کسی حدیث سے متصادم ہو تو قرآن کی آیت منسوخ سمجھی جا سکتی ہے۔ مسلم نقطۂ نظر کے مطابق، کسی حدیث کو قبول کرنے کے لیے ضروری سمجھا جاتا ہے کہ:

(a) وہ اسلامی روایت کے بنیادی مفہوم کی تائید کرتی ہو، اور

(b) یہ ثابت کیا جا سکے کہ وہ قابلِ اعتماد راویوں کے سلسلے کے ذریعے منتقل ہوئی ہے۔

یہ سلسلہ اکثر بہت طویل ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ اسلام کے پھیلنے اور مختلف گروہوں میں تقسیم ہونے کے ساتھ بعض روایات مخالف جماعتوں کے رسم و رواج یا عقائد کی تائید کے لیے جان بوجھ کر بھی گھڑی گئیں۔

اسلام کی تیسری صدی کے وسط تک روایات کا ذخیرہ اتنا وسیع ہو چکا تھا کہ سنی علماء نے صحیح اور غیر معتبر روایات میں امتیاز کرنے کی کوشش کی۔

البخاری نے 16 سال تک 600,000 احادیث کا مطالعہ کیا اور ان میں سے صرف 7,275 کو قابلِ اعتماد قرار دیا۔ ابو داؤد نے 500,000 روایات میں سے 4,800 کو قبول کیا۔ ایک ہزار سے زیادہ حدیث کے مجموعوں میں سے سنی مسلمانوں میں آج عام طور پر چھ بڑی کتابوں کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ یہ مجموعے محمد کی وفات کے بعد تیسری صدی میں مرتب ہوئے۔ ان کے مرتبین میں بخاری (وفات 870ء)، مسلم (وفات 875ء)، ابو داؤد (وفات 888ء)، ترمذی (وفات 892ء)، نسائی (وفات 915ء) اور ابن ماجہ (وفات 886ء) شامل ہیں۔

شیعہ مکتبِ فکر پانچ الگ حدیث کی کتابوں کو قبول کرتا ہے۔ ان میں نہ صرف نبی کی احادیث بلکہ بارہ ائمہ یعنی ''رہنماؤں'' کے اقوال اور اعمال بھی شامل ہیں۔ شیعوں نے اپنے الگ حدیث کے مجموعے تیار کیے ہیں۔ اگر روایت کی سند میں ایک بھی اہم راوی علی کے گروہ سے تعلق نہ رکھتا ہو تو وہ سنی حدیث کی روایت کو شک کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ شیعہ حدیث کے اہم مجموعوں میں الکافی فی اصول الدین شامل ہے، جسے الکلینی نے مرتب کیا۔ احادیث کے اقتباسات بڑے پیمانے پر نقل کیے جاتے ہیں اور قرآن کی آیات کے ساتھ عمارتوں کی آرائش اور یادگاری سجاوٹ میں بھی استعمال ہوتے ہیں۔

2. قیاس

A، X کے اعتبار سے B منطق میں قیاس سے مراد ایسی دلیل ہے جس میں کہا جاتا ہے کہ اگر Y سے مشابہ ہے تو B کے اعتبار سے بھی اس میں سے مشابہت ہوگی۔

مسلمان اس اصول کو قرآن کی تعلیمات کو ان معاملات تک بڑھانے کے لیے استعمال کرتے ہیں جن کے بارے میں قرآن میں براہِ راست حکم موجود نہیں۔

مثال کے طور پر ایک مسلمان پوچھ سکتا ہے: ''کیا منشیات کا استعمال قانونی اور جائز ہے، یا یہ ممنوع اور حرام ہے؟''

اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ قرآن سورۃ المائدہ 5:90 میں شراب نوشی کو منع کرتا ہے، جہاں نشہ آور چیزوں اور جوئے کو شیطانی کام قرار دے کر ان سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے۔ لہٰذا قیاس کی بنیاد پر منشیات بھی ممنوع اور حرام قرار دی جاتی ہیں، کیونکہ وہ نشہ آور چیزیں ہیں۔

3. اجماع

جن مسائل کا فیصلہ دوسرے طریقوں سے نہ ہو سکے، ان میں مسلمان نبی کے صحابہ کے اتفاقِ رائے کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اجماع سے مراد خاص طور پر دوسری اور تیسری اسلامی صدی کے فقہاء اور علماء کا اتفاقِ رائے ہے، جنہوں نے مسلم معاشرے کے لیے متفقہ اصول تشکیل دیے۔

4. اسلامی قانون کی تشریح

اسلامی قانون کی تشریح نے فقہی عمل کے چار بڑے مکاتبِ فکر کو جنم دیا۔ یہ مکاتب اجتہاد کے اصول پر عمل کرتے ہیں، یعنی کسی پابند شرعی حکم تک پہنچنے کے لیے انسانی عقل و استدلال کا استعمال۔

سنی مسلمان ان مکاتب کے بانی علماء کو مستند مانتے ہیں۔ ان کے نزدیک چوتھے امام، ابن حنبل، کی وفات کے بعد انفرادی طور پر نئے سرے سے شرعی احکام کی تشریح کا حق محدود ہو گیا۔

ان چاروں فقہی علماء کا دور تقریباً 750ء سے 850ء تک رہا اور انہوں نے شریعت یعنی ''اسلامی قانون'' کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔ یہ چار علماء ہیں:

- مالک — ان کا مکتب شمالی اور مغربی افریقہ میں زیادہ پھیلا۔
- ابو حنیفہ — ان کا مکتب ترکی اور جنوبی ایشیا میں زیادہ بااثر رہا۔
- شافعی — ان کے مکتب کا اثر انڈونیشیا اور مشرقی افریقہ میں زیادہ غالب رہا۔
- ابن حنبل — چاروں میں نسبتاً زیادہ سخت گیر سمجھے جاتے ہیں، اور ان کا مکتب عربستان میں زیادہ رائج ہے۔

گزشتہ پانچ صدیوں سے ان چاروں مکاتب کو عمومی طور پر مساوی طور پر مستند اسلامی فقہی مکاتب سمجھا جاتا رہا ہے۔ ان کے درمیان بعض معمولی اختلافات موجود ہیں، اور ابو حنیفہ بعض معاملات میں نسبتاً نرم موقف اختیار کرتے ہیں۔

مثلاً چاروں مکاتب اس بات پر متفق ہیں کہ اسلامی علاقوں میں یہودیوں اور عیسائیوں کو نئے عبادت خانے تعمیر کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہیے۔ تاہم ابو حنیفہ کے نزدیک شہر کی بیرونی فصیل سے کم از کم ایک میل کے فاصلے پر ایسی عمارت تعمیر کرنے کی اجازت ہو سکتی ہے۔ وہ غیر عرب مسلمانوں کو اپنی زبان میں قرآن پڑھنے کی بھی اجازت دیتے ہیں اور روزے کو حادثاتی یا غیر ارادی طور پر توڑنے کے معاملے میں بھی نسبتاً نرمی اختیار کرتے ہیں۔

II. مسلمانوں کے عقائد

اسلام کے عقیدے کا ایک مفصل بیان، جسے سنی مکتبِ فکر نے مرتب کیا، چھ بنیادی اور مستند عقائد پر مشتمل ہے۔ ایک مسلمان کے لیے ان عقائد پر ایمان رکھنا ضروری سمجھا جاتا ہے، کیونکہ یہ قرآن، خصوصاً سورۃ البقرہ، میں واضح طور پر بیان ہوئے ہیں۔

1. اللہ

محمد کے زمانے میں جزیرۂ عرب میں اعلیٰ ترین خدا کے لیے ''اللہ'' کا نام استعمال ہوتا تھا۔ یہ نام عبرانی نام ''الوہیم'' سے ماخوذ سمجھا جاتا ہے۔ یہ لفظ اسلام سے پہلے بھی موجود تھا اور ''محمد کے والد کے نام ''عبداللہ'' میں بھی پایا جاتا ہے، جس کا لفظی مطلب ''اللہ کا بندہ ہے۔

کعبہ کو ''بیت اللہ'' یعنی ''اللہ کا گھر'' کہا جاتا تھا۔ یہ نام محمد سے سینکڑوں سال پہلے کی قدیم عربی شاعری میں بھی ملتا ہے۔ اسی طرح یہودیوں، عیسائیوں اور بعض دوسرے عربوں کی طرف سے ایک خدا کی عبادت محمد کے زمانے سے بہت پہلے جزیرۂ عرب میں موجود تھی۔

لہٰذا محمد جزیرۂ عرب میں توحید کا تصور پیش کرنے والے پہلے شخص نہیں تھے، اور نہ ہی انہوں نے عربوں کے سامنے کسی نئے خدا کو متعارف کرانے کا دعویٰ کیا۔ اس کے بجائے انہوں نے اپنی قوم کو اسی خدا کی خصوصی عبادت کی طرف بلایا جس کی عبادت یہودی اور عیسائی کرتے تھے۔ قرآن یہودیوں اور عیسائیوں سے کہتا ہے:

''ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے۔''
(سورۃ العنکبوت 29:46)

محمد نے تمام جھوٹے معبودوں، بتوں اور تصویروں کی مخالفت کی۔ انہوں نے تعلیم دی کہ اللہ ایک ہے اور عربوں کو بت پرستی سے آزاد کیا۔

سورۃ الاخلاص 112:1-4 میں بیان ہے:

''کہہ دیجیے: وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور کوئی اس کے برابر نہیں۔''

قرآن میں کہیں بھی اللہ کی کوئی فلسفیانہ تعریف پیش نہیں کی گئی۔ تاہم قرآن میں اللہ کے ناموں، اوصاف اور صفاتی عبارات کی کثرت ہے، جو اللہ کی صفات، خصوصیات اور اعمال کو بیان کرتی ہیں۔

مسلمانوں میں اللہ کے ''99 سب سے خوبصورت ناموں'' کا ذکر عام ہے، اگرچہ ان ناموں کی تعداد اس سے زیادہ بھی ہو سکتی ہے۔

یہ ضروری سمجھا جاتا ہے کہ اللہ کے نام قرآن یا معتبر اسلامی روایت میں موجود اور مستند ہوں۔ مثال کے طور پر اللہ کو ''الشافی'' یعنی ''شفا دینے والا'' کہا جا سکتا ہے، لیکن ''الطبیب'' یعنی ''طبیب/معالج'' نہیں کہا جاتا، کیونکہ قرآن یا محمد نے اللہ کو ''الطبیب'' کے نام سے نہیں پکارا۔

(a) اللہ کے 99 نام

1. رحمٰن — نہایت مہربان
2. رحیم — بہت رحم کرنے والا
3. الملک — بادشاہ
4. القدوس — نہایت پاک

5. السلام — سلامتی دینے والا
6. المؤمن — امن دینے والا
7. المہیمن — نگہبان
8. العزیز — زبردست
9. الجبار — زبردست قوت والا
10. المتکبر — بڑائی والا
11. الخالق — پیدا کرنے والا
12. الباری — وجود بخشنے والا
13. المصور — صورت بنانے والا
14. الغفار — بہت بخشنے والا
15. القہار — سب پر غالب
16. الوہاب — بہت عطا کرنے والا
17. الرزاق — رزق دینے والا
18. الفتاح — کشادگی دینے والا
19. العلیم — سب کچھ جاننے والا
20. القابض — روکنے والا
21. الباسط — کشادگی دینے والا
22. الخافض — پست کرنے والا
23. الرافع — بلند کرنے والا
24. المعز — عزت دینے والا
25. المذل — ذلت دینے والا
26. السمیع — سب کچھ سننے والا
27. البصیر — سب کچھ دیکھنے والا
28. الحکیم — حکمت والا
29. العدل — انصاف کرنے والا

30. اللطیف — نہایت لطیف
31. الخبیر — باخبر
32. الحلیم — بردبار
33. العظیم — عظمت والا
34. الغفور — بہت بخشنے والا
35. الشکور — قدر دان
36. العلی — بلند و برتر
37. الکبیر — بہت بڑا
38. الحفیظ — حفاظت کرنے والا
39. المقیت — روزی پہنچانے والا
40. الحسیب — حساب لینے والا
41. الجلیل — جلال والا
42. الکریم — بہت سخی
43. الرقیب — نگہبان
44. المجیب — دعائیں قبول کرنے والا
45. الواسع — وسعت والا
46. الحکیم — دانا
47. الودود — محبت کرنے والا
48. المجید — بزرگی والا
49. الباعث — اٹھانے والا
50. الشہید — گواہ
51. الحق — برحق
52. الوکیل — کارساز
53. القوی — طاقتور
54. المتین — مضبوط

55. الولی — مددگار اور سرپرست
56. الحمید — قابلِ حمد
57. المحصی — شمار کرنے والا
58. المبدئ — ابتدا کرنے والا
59. المعید — دوبارہ پیدا کرنے والا
60. المحیی — زندگی دینے والا
61. الممیت — موت دینے والا
62. الحی — ہمیشہ زندہ
63. القیوم — قائم رہنے والا
64. الواجد — پانے والا
65. الماجد — بزرگی والا
66. الواحد — واحد
67. الصمد — بے نیاز
68. القادر — قدرت رکھنے والا
69. المقتدر — کامل قدرت والا
70. المقدم — آگے کرنے والا
71. المؤخر — پیچھے کرنے والا
72. الاول — سب سے پہلے
73. الآخر — سب سے آخر
74. الظاہر — ظاہر
75. الباطن — پوشیدہ
76. الوالی — حاکم
77. المتعالی — نہایت بلند
78. البر — نیکی کرنے والا
79. التواب — توبہ قبول کرنے والا

80. المنتقم — بدلہ لینے والا
81. العفو — معاف کرنے والا
82. الرؤوف — نہایت شفیق
83. مالک الملک — سلطنت کا مالک
84. ذوالجلال والاکرام — جلال اور عزت والا
85. المقسط — انصاف قائم کرنے والا
86. الجامع — جمع کرنے والا
87. الغنی — بے نیاز
88. المغنی — بے نیاز کرنے والا
89. المعطی — عطا کرنے والا
90. المانع — روکنے والا
91. الضار — نقصان پہنچانے والا
92. النافع — نفع پہنچانے والا
93. النور — نور
94. الہادی — ہدایت دینے والا
95. البدیع — بے مثال پیدا کرنے والا
96. الباقی — ہمیشہ باقی رہنے والا
97. الوارث — وارث
98. الرشید — رہنمائی کرنے والا
99. الصبور — بہت صبر کرنے والا

مسلمان عبادت اور ذکر کے دوران اللہ کے ان 99 صفاتی ناموں کا ورد کرتے ہیں۔ بعض مسلمان ذکر کے لیے 33 یا 99 دانوں والی تسبیح استعمال کرتے ہیں تاکہ ناموں کے ورد میں شمار رکھنے میں مدد ملے۔

اللہ کے نام بظاہر متضاد ہیں (b)

ناموں میں بیان کیے گئے اللہ کے اوصاف اس خدا سے بہت مختلف دکھائی دیتے ہیں جس نے 99 مسیح میں اپنے آپ کو ظاہر کیا۔ اگر کوئی مسلمان کسی مسیحی سے کہے کہ ''تمہارا خدا اور ہمارا خدا ایک ہی ہے'' (سورۃ العنکبوت 29:46)، تو اس عبارت کے مطابق مصنف کا خیال ہے کہ وہ خدا کی حقیقت کو نہیں سمجھتا۔

اسلامی عقیدے کے مطابق اللہ تثلیثی خدا نہیں ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے جو شخص خدا کے ساتھ کسی شریک، ساتھی یا برابر کے وجود کو مانے، وہ ناقابلِ معافی گناہ کا مرتکب ہوتا ہے (سورۃ النساء 4:48)۔ مسیحی تعلیم میں اس کا موازنہ روح القدس کے خلاف گناہ سے کیا جاتا ہے (متی 12:31)۔ اسلامی کلمۂ شہادت اللہ کی وحدانیت پر زور دیتا ہے اور مسیح اور روح القدس کی الوہیت کو رد کرتا ہے۔

الغزالی نے اللہ کے 99 ناموں پر غور کرتے ہوئے کہا کہ یہ نام بیک وقت ہر معنی رکھ سکتے ہیں اور کوئی معنی بھی نہیں رکھتے۔ اللہ کا ایک نام دوسرے نام کی نفی کر سکتا ہے۔ واحد یقینی بات اس کی مطلق بڑائی ہے۔

،ایک مرتبہ بدوی قبائل نے محمد سے کہا، ''ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں۔'' انہوں نے جواب دیا ''تم اس وقت تک ایمان نہیں لائے جب تک یہ نہ کہو کہ ہم نے اطاعت قبول کر لی ہے۔'' (سورۃ الحجرات 49:14)

(c) اللہ کی رحمت

اللہ کے 99 ناموں میں اسے ''رحمٰن اور رحیم'' کہا گیا ہے۔ وہ مہربان، بردبار، وفادار اور شفیق ہے۔ وہ سخی عطا کرنے والا ہے۔ وہ تمام انسانوں کو رزق فراہم کرتا ہے۔ وہ ان سب کا نگہبان ہے جو اس کی عبادت کرتے ہیں۔ وہ توبہ کرنے والوں کو قبول کرتا اور انہیں معاف کرتا ہے۔ جو لوگ اس کے ساتھ اچھا تعلق قائم کرتے ہیں، ان پر وہ فضل کرتا ہے۔

اللہ سب کچھ جاننے والا اور بے حد حکمت والا ہے۔ وہ سب کچھ سنتا اور دیکھتا ہے۔ وہ ہر چیز کو جانتا اور اپنے علم میں سب کو محیط ہے۔ اس کی طاقت لامحدود ہے۔ وہ تعمیر کرنے اور تباہ کرنے دونوں پر قادر ہے۔ وہ سب سے بلند و برتر ہے۔ وہ عظیم، بے حد، شاندار اور قادرِ مطلق ہے۔ کوئی اس کے برابر نہیں۔

،وہ زندہ ہے، ہمیشہ رہنے والا ہے، لازوال ہے، اول اور آخر ہے۔ وہ قابلِ حمد اور پاکیزہ ہے مقدس، نور اور سلامتی ہے۔ وہ حقیقی حقیقت اور ہر چیز کی بنیاد ہے۔ اس نے اپنے کلام کی قدرت سے دنیا کو عدم سے پیدا کیا اور سب کو آخرکار اسی کی طرف لوٹنا ہے۔ وہ زندگی پیدا کرتا اور موت دیتا ہے۔ وہ مردوں کو زندہ کرے گا اور آخرکار کائنات کو متحد کرے گا۔

(d) اللہ کا غضب

اللہ کی اس مکمل حاکمیت کے نتائج بھی ہیں۔ حاکم اور بادشاہ کی حیثیت سے وہ کسی کو بلند کرتا اور کسی کو پست کرتا ہے۔ وہ محافظ بھی ہے اور تباہ کرنے والا بھی، ہدایت دینے والا بھی

اور گمراہ کرنے والا بھی۔ وہ جسے چاہتا ہے نجات دیتا اور جسے چاہتا ہے سزا دیتا ہے (سورۃ النحل 16:35؛ سورۃ الانسان 76:30)۔

قرآن میں اللہ کو سب سے بڑا فریب دینے والا اور تدبیر کرنے والا بھی بیان کیا گیا ہے (سورۃ آل عمران 3:54؛ سورۃ الانفال 8:30؛ سورۃ یونس 10:21؛ سورۃ الرعد 13:42)۔ وہ بدلہ لینے والا بھی ہے اور ہر چیز کو درست طور پر درج کرتا ہے تاکہ قیامت کے دن گواہ بنے۔ اس کی مرضی کے بغیر کچھ بھی نہیں ہوتا، اور اسے کسی ثالث کی ضرورت نہیں، کیونکہ ہر چیز براہِ راست اسی پر منحصر ہے۔

کوئی بھی شخص، حتیٰ کہ مسلمان بھی، یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ اللہ اس پر مہربانی کرے گا یا نہیں۔ اللہ کی بعض سخت صفات خوف پیدا کرتی ہیں۔ اللہ یکتا ہے اور انسانی فہم سے بالاتر ہے۔ اس عبارت کے مطابق انسان کے لیے واحد امتیاز یہ ہے کہ وہ خوف کے ساتھ اس کی عبادت کرے۔

سورۃ الرعد 13:13:

''گرج اس کی حمد کے ساتھ اس کی پاکی بیان کرتی ہے، اور فرشتے بھی اس کے خوف سے ایسا ہی کرتے ہیں۔ وہ بجلیاں بھیجتا ہے اور جس پر چاہتا ہے انہیں گرا دیتا ہے، پھر بھی لوگ اللہ کے بارے میں بحث کرتے ہیں، حالانکہ وہ سخت گرفت والا ہے۔''

سورۃ ابراہیم 14:4:

''اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔''

قرآن میں اللہ کے حوالے سے یہ بھی بیان کیا گیا ہے:

سورۃ الاسراء 17:16:

''اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو اس کے خوشحال لوگوں کو حکم دیتے ہیں، پھر وہ اس میں نافرمانی کرتے ہیں، تو اس پر عذاب کا حکم ثابت ہو جاتا ہے اور ہم اسے بالکل تباہ کر دیتے ہیں۔''

(e) مسلم الٰہیات میں اللہ

مسلم علماء نے اللہ کو تین بنیادی اقسام میں بیان کیا ہے: اس کی ذات، اس کی صفات، اور اس کے افعال۔

اللہ کی ذات کے لیے عربی میں جو بنیادی لفظ استعمال ہوتا ہے وہ ''ذات'' ہے، جس کے لفظی معنی ''مالک'' یا ''صاحب'' کے ہیں۔ بہت کم علماء نے اللہ کی ذات کی حقیقت پر تفصیل سے بحث کی ہے۔ زیادہ تر نے الغزالی کی اس نصیحت پر عمل کیا ہے: ''اللہ کی تخلیق پر غور کرو، اللہ کی ذات پر غور نہ کرو۔''

اسلام میں زیادہ تر مذہبی اور الٰہیاتی بحث اللہ کی ''صفات'' کے بارے میں رہی ہے۔ قرآن تین باتوں پر خاص زور دیتا ہے: اللہ کی وحدانیت (اللہ احد)، اس کی منفرد حقیقت (ہو الحق)، اور اس کی براہِ راست کارفرمائی (ہو الفاعل)۔

سنی علماء نے سات صفات کو بنیادی قرار دیا ہے: زندگی، علم، قدرت، ارادہ، دیکھنا، سننا اور کلام۔ شیعہ علماء ان کے ساتھ ''ازل و ابد'' یعنی اللہ کی ابدیت کو بھی شامل کرتے ہیں۔

،اللہ کی دیگر تمام صفات اس کے افعال سے متعلق ہیں۔ کائنات میں ہونے والے تمام واقعات خواہ اچھے ہوں یا برے، کا واحد حقیقی فاعل وہی ہے۔ وہ جس طرح چاہتا ہے لوگوں کو ہدایت دیتا یا گمراہ کرتا ہے (سورۃ النحل 16:93)۔ اس کی مرضی سب سے بالاتر اور ناقابلِ تبدیلی ہے، اور کائنات کی تخلیق کے وقت ہی سب کچھ مقرر کر دیا گیا تھا۔

اللہ نے دنیا کو پیدا کیا اور اسے قائم رکھتا ہے۔ وہ دنیا، اس کی مخلوقات اور ہر موجود چیز کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ اس کی تخلیقی قدرت میں انسانوں کے اعمال بھی شامل ہیں۔

اس آخری عقیدے سے دو مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ اول، اگر انسان اللہ کے مقرر کردہ اعمال کرنے پر مجبور ہیں تو پھر انہیں انہی اعمال کے لیے ذمہ دار نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔ دوم، اگر کائنات میں ہونے والی ہر چیز براہِ راست، فوری اور مکمل طور پر اللہ کی طرف سے مقرر ہے تو معاشرتی ترقی کے لیے انسانی کوشش کی ترغیب بہت کم رہ جاتی ہے۔

اسلامی مذہبی رہنما عموماً موجودہ زندگی کے معیار کے بجائے آنے والی زندگی کی تیاری پر زیادہ توجہ دیتے رہے ہیں۔ اسلام کا مطلب ہی سپردگی، اطاعت اور تابع داری ہے۔ جب ہر چیز پہلے ہی خدا کے حکم سے مقرر ہو چکی ہے اور اسی طرح جاری رہنے والی ہے، تو سبب اور نتیجے کے تعلق کا مطالعہ کیوں کیا جائے؟

اسلام سے منسوب اس انتہائی درجے کی تقدیر پرستی کے بارے میں مصنف کا موقف ہے کہ یہ تجسس، تحقیق، دریافت، تجربات اور علمی جستجو کی حوصلہ شکنی کرتی ہے۔

2. فرشتے

قرآن میں صرف چند فرشتوں کے نام واضح طور پر بیان ہوئے ہیں۔ اس میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ کم درجے کے بے شمار فرشتے موجود ہیں (سورۃ الفجر 89:22)۔ وہ رات دن اللہ کی حمد کرتے ہیں (سورۃ البقرہ 2:30؛ سورۃ الانبیاء 21:19-20) اور اس کے حکم پر کام کرتے ہیں (سورۃ الانبیاء 21:27؛ سورۃ التحریم 66:6)۔

ان میں آسمانی لشکر بھی شامل ہیں جو جنات اور شیاطین کے ''سننے والوں'' سے آسمان کی حفاظت کرتے ہیں (سورۃ الصافات 37:8)۔ آٹھ فرشتے اللہ کا عرش اٹھائے ہوئے ہیں (سورۃ الحاقہ 69:17)۔

حدیث کے مطابق فرشتے نور سے پیدا کیے گئے ہیں اور ان کی نمایاں خصوصیت اللہ کی اطاعت ہے۔

:اسلام میں بیان کیے جانے والے فرشتوں یا فرشتوں کے طبقات میں درج ذیل شامل ہیں

• **جبرائیل:** وحی لانے والا فرشتہ، جس کا قرآن میں تین مرتبہ ذکر ہوا ہے (سورۃ البقرہ 2:97- ؛ سورۃ التحریم 66:4)۔ اسے ''روح الامین'' کہا گیا ہے (سورۃ الشعراء 26:193-195) اور98 روح القدس'' بھی کہا گیا ہے (سورۃ النحل 16:102)۔ اس اصطلاح کا اسلامی استعمال'' مسیحیت کے استعمال سے مختلف ہے۔ جبرائیل وہ روح ہے جسے اللہ نے مریم کے پاس بھیجا (سورۃ مریم 19:17) اور جس کے ذریعے عیسیٰ کی مدد کی گئی (سورۃ البقرہ 2:253؛ سورۃ المائدہ 5:110)۔

• **میکائیل:** جبرائیل کے برابر درجے کا دوسرا فرشتہ (سورۃ البقرہ 2:98)۔

• **اسرافیل:** وہ فرشتہ جو قیامت کے دن صور پھونکے گا۔

• **عزرائیل:** موت کا فرشتہ (سورۃ السجدہ 32:11)۔

• **زبانیہ:** ''سختی سے دھکیلنے والے''، جو جہنم کے محافظ ہیں (سورۃ العلق 96:18)۔

• **مقربون:** ''اللہ کے قریب کیے گئے'' فرشتے۔ سورۃ النساء 4:172 میں ان کا ذکر ہے۔ یہ بغیر کسی وقفے کے دن رات اللہ کی حمد کرتے ہیں۔ ''مقرب'' کا یہی لقب عیسیٰ کے لیے بھی استعمال ہوا ہے (سورۃ آل عمران 3:45)، جس سے انہیں اللہ کے قریب ترین فرشتوں کے ساتھ جوڑا جاتا ہے۔ بعض فرشتے دو، تین یا چار پروں والے پیغمبر نما فرشتے ہیں (سورۃ فاطر 35:1)۔ انہیں انسانوں کا نگہبان بھی بتایا گیا ہے، جو ہر شخص کے اعمال کو دیکھتے اور لکھتے ہیں۔

• **منکر اور نکیر:** ان کا ذکر حدیث میں ملتا ہے، قرآن میں نہیں۔ یہ دونوں فرشتے کسی شخص کی تدفین کے بعد پہلی رات اس کی قبر میں آتے اور اس کے ایمان کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ اگر وہ منکر ہو تو اس کی قبر ابتدائی جہنم بن جاتی ہے۔ اگر وہ مومن ہو تو قبر ایک ابتدائی برزخی حالت بن جاتی ہے، جہاں سے قیامت کے دن وہ جنت میں داخل ہو سکتا ہے۔ اگر وہ ولی ہو تو قبر ابتدائی جنت بن سکتی ہے۔ اس سوال و جواب کو ''سوال'' کہا جاتا ہے۔

• **شیطان/ابلیس:** شیطان، جسے اس وقت جنت سے نکال دیا گیا جب اس نے آدم کے سامنے سجدہ کرنے کے خدا کے حکم کی تعمیل سے انکار کیا اور یوں اپنی فرشتوں والی اطاعت کی خلاف ورزی کی (سورۃ الاعراف 7:10-17)۔

• **ہاروت اور ماروت:** قرآن کے مطابق دو گرے ہوئے فرشتے جنہوں نے جنسی آزمائش کے سامنے ہتھیار ڈال دیے اور بابل کے قریب ایک گڑھے میں قید کیے گئے (سورۃ البقرہ 2:102)۔

جنات

،فرشتوں سے متعلق ایک اور مافوق الفطرت مخلوق ''جن'' ہے۔ واحد کو ''جنی'' کہا جاتا ہے بھی نکلا ہے۔ جنات کو آگ سے پیدا کیا گیا اور (Genie) ''جس سے انگریزی لفظ ''جینی

انہوں نے محمد کی تبلیغ سنی۔ ان میں سے کچھ ایمان لائے اور مسلمان ہو گئے، جبکہ دوسروں نے انہیں رد کیا اور ان کے لیے جہنم مقرر ہوئی۔

عام مسلمانوں میں جنات پر ایمان ایک معروف عقیدہ ہے۔ ابتدائی صدیوں کے رسمی اسلامی عقائد میں بھی اسے قبول کیا گیا، اور آج بھی بعض مسلم گروہوں میں یہ عقیدہ موجود ہے۔

اسی لیے ''الف لیلہ و لیلہ'' کی جنات سے متعلق کہانیاں قرونِ وسطیٰ کے یورپ کی پریوں کی کہانیوں کے بالکل برابر نہیں سمجھی جاتیں۔ حتیٰ کہ عقلیت پسند اسلامی فرقہ معتزلہ اور بعض ابتدائی مسلم فلسفیوں نے بھی ان کہانیوں کو حقیقی واقعات کے طور پر لیا۔

اسلامی فقہ کی ابتدائی کتابوں میں جنات اور انسانوں کے درمیان تعلقات، مثلاً شادی اور جائیداد کے معاملات، کے بارے میں بھی احکام موجود تھے۔ جنات کی بعض اقسام میں غول'' بھی شامل ہے، جو ایک ایسا لفظ ہے جو انگریزی زبان میں بھی داخل ہوا ہے۔''

3. کتابیں

مسلمانوں کے عقیدے کے مطابق، مختلف ادوار میں مختلف انبیاء کو وحی کی کتابیں دی گئیں۔ ہر کتاب میں اس زمانے اور ان لوگوں کے لیے مناسب احکام اور قوانین تھے جنہیں وہ دی گئی تھی۔ لیکن چونکہ ہر نئی وحی پچھلی وحی کی جگہ لے کر اسے مکمل اور بہتر کرتی ہے، اس لیے بہت سی سابقہ وحی ضائع ہو چکی ہیں۔

ان میں 100 صحیفے اور اللہ کے آٹھ رسولوں کو دی گئی چار کتابیں شامل ہیں۔ 100 صحیفوں میں سے آدم کو دس، شیث کو پچاس، ادریس یا حنوک کو تیس، اور ابراہیم کو دس صحیفے دیے گئے۔ شیث کا نام قرآن میں نہیں آتا۔ ان صحیفوں میں سے کوئی بھی آج موجود نہیں ہے۔

بعد میں نازل ہونے والی وہ کتابیں جو باقی رہیں، اگرچہ مسلم عقیدے کے مطابق موجودہ شکل میں ''تحریف شدہ'' ہیں، درج ذیل ترتیب سے بیان کی جاتی ہیں:

1. تورات

یہ شریعت کی کتاب ہے جو موسیٰ کو دی گئی۔ بہت سے مسلمان عہدِ قدیم یا یہودی صحائف کو مقدس کتاب مانتے ہیں۔ تاہم، وہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ یہودیوں نے تورات میں تبدیلیاں کی ہیں۔

2. زبور

یہ زبور کی کتاب ہے جو داؤد کو دی گئی۔

3. انجیل

یہ انجیل ہے جو عیسیٰ کو دی گئی۔ مسلمان پورے عہدِ جدید کو انجیل کہتے ہیں اور اسے ایک مقدس کتاب سمجھتے ہیں جو عیسیٰ پر ''نازل کی گئی''۔ ان کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ عیسیٰ جب

آسمان پر اٹھائے گئے تو اصل انجیل اپنے ساتھ لے گئے، جبکہ موجودہ انجیل، جو مسیحیوں کے پاس ہے، تبدیل کر دی گئی ہے۔

4. قرآن

قرآن محمد کو دیا گیا اور اسے اللہ کی طرف سے نازل ہونے والی آخری کتاب سمجھا جاتا ہے۔

اسلامی عقیدے کے مطابق قرآن ازل سے لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا تھا، جسے ایک موتی کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ اللہ نے اسے فرشتے جبرائیل کے ذریعے ساتویں آسمان سے پہلے آسمان تک شبِ قدر میں نازل کیا، جو رمضان کے آخری دس دنوں میں آتی ہے۔

تئیس سال تک جبرائیل قرآن کو محمد تک مختلف حصوں میں پہنچاتے رہے۔ کبھی چند آیات، کبھی ایک آیت اور کبھی آیت کا ایک حصہ نازل ہوتا تھا۔ مسلم عقیدے کے مطابق محمد کا وحی کے مواد میں کوئی کردار نہیں تھا۔ وہ صرف ''خبردار کرنے والے'' تھے، جو لوگوں کو وہ پیغام سناتے تھے جو جبرائیل ان تک لاتے تھے۔

مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ قرآن تمام سابقہ وحیوں کو منسوخ اور ان کی جگہ لینے والی آخری وحی ہے۔ تاہم، اس عبارت کے مطابق حدیث اور خود قرآن کے بعض حصے بھی متن کی حفاظت اور قابلِ اعتماد ہونے کے بارے میں سوالات پیدا کرتے ہیں۔ خاص طور پر چھ مسائل کا ذکر کیا جاتا ہے:

(a) قرآن کی چھ آیات جو متن کی حفاظت کے بارے میں سوالات اٹھاتی ہیں

- **محمد بعض وحیوں کو بھول گئے۔**

قرآن میں ہے:

''ہم تمہیں پڑھائیں گے، پھر تم نہیں بھولو گے، سوائے اس کے جو اللہ چاہے۔''
(سورۃ الاعلیٰ 87:6-7)

ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے الزمخشری نے کہا کہ نماز میں قرآن پڑھتے ہوئے محمد سے ایک آیت چھوٹ گئی۔ ابی نے خیال کیا کہ شاید وہ آیت منسوخ ہو گئی ہے۔ اس نے محمد سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: ''میں اسے بھول گیا۔''

اس سے یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا اس بھولنے کو ''سوائے اس کے جو اللہ چاہے'' کے تحت سمجھا جائے؟ کیا بھولی ہوئی آیت کی جگہ دوسری وحی نازل ہوئی، جیسا کہ سورۃ النحل میں بیان ہوا ہے: ''جب ہم ایک وحی کی جگہ دوسری وحی بدل دیتے ہیں''؟ یا اسے 16:101 مکمل طور پر ہٹا دیا گیا، جیسا کہ سورۃ الرعد 13:39 میں ہے: ''اللہ جسے چاہتا ہے مٹا دیتا ہے یا قائم رکھتا ہے''؟

پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ لوحِ محفوظ پر کیا لکھا تھا: وہ چیز جو مٹا دی گئی یا وہ چیز جو قائم رکھی گئی؟

- **محمد نے بعض وحیوں کو جلدی حاصل کرنے کی کوشش کی۔**

قرآن میں ہے:

''اور قرآن کے بارے میں جلدی نہ کرو اس سے پہلے کہ اس کی وحی تمہاری طرف مکمل کی جائے، اور کہو: اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔''
(سورۃ طٰہٰ 20:114)

ایک اور مقام پر ہے:

''اسے جلدی جلدی لینے کے لیے اپنی زبان کو حرکت نہ دو۔ اسے جمع کرنا اور پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے۔ پھر جب ہم اسے پڑھیں تو اس کی قرأت کی پیروی کرو۔ پھر اسے بیان کرنا بھی ہمارے ذمہ ہے۔''
(سورۃ القیامہ 75:16-19)

البیضاوی نے ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے کہا کہ محمد کو اپنی زبان اس خوف سے جلدی نہیں چلانی چاہیے تھی کہ کہیں وحی ان سے چھوٹ نہ جائے، بلکہ وحی کے مکمل ہونے تک انتظار کرنا چاہیے تھا۔ اس تشریح کے مطابق یہ محمد کی جلد بازی پر تنبیہ تھی۔

لیکن پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہ جلد بازی اللہ کی مرضی سے تھی؟ السیوطی نے سورۃ طٰہٰ 20:114 کے نزول کے اسباب بیان کرتے ہوئے سوال اٹھایا کہ کیا محمد نے یہ کام اپنی طرف سے کیا یا اللہ نے انہیں ایسا کرنے کا حکم دیا؟

وہ آگے کہتے ہیں کہ محمد نے یہ اپنی طرف سے کیا، اور بعد میں اللہ نے اس کے بارے میں وحی نازل کی۔

- **محمد کے فیصلے متاثر ہو سکتے تھے۔**

قرآن میں اللہ تعالیٰ نبی کو تنبیہ کرتے ہوئے فرماتا ہے:

''وہ تمہیں اس وحی سے پھیرنے کے قریب تھے جو ہم نے تمہاری طرف نازل کی، تاکہ تم ہمارے خلاف کوئی اور بات گھڑ لو، اور پھر وہ تمہیں اپنا دوست بنا لیتے۔ اگر ہم نے تمہیں ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو تم ان کی طرف تھوڑا سا جھکنے کے قریب تھے۔''
(سورۃ الاسراء 17:73-75)

السیوطی نے ان آیات کے نزول کے اسباب بیان کرتے ہوئے لکھا کہ قریش کے لوگوں نے اسلام کے ساتھ سمجھوتے کی تجویز پیش کی۔ انہوں نے محمد سے کہا کہ ''ہمارے معبودوں کو بھی تسلیم کر لو، ہم تمہارے دین میں داخل ہو جائیں گے۔'' اس بیان کے مطابق، چونکہ محمد زیادہ لوگوں کو اسلام میں لانا چاہتے تھے، اس لیے ابتدا میں وہ ان کے مطالبے کو قبول کرنے کے قریب تھے۔

- **محمد نے بعض نازل شدہ باتوں کو بیان نہیں کیا ہو سکتا۔**

:قرآن میں اللہ تعالیٰ محمد کو یہ کہتے ہوئے بھی تنبیہ کرتا ہے

ممکن ہے کہ تم اس وحی میں سے کسی چیز کو چھوڑ دو جو تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اور'' تمہارا دل اس وجہ سے تنگ ہو جائے کہ وہ کہتے ہیں: اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اتارا گیا یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ تم تو صرف خبردار کرنے والے ہو۔'' (سورۃ ہود 11:12)

الزمخشری اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ لوگ ضد کی وجہ سے جلدی جلدی آیات کا مطالبہ کر رہے تھے، ہدایت حاصل کرنے کے لیے نہیں۔ وہ قرآن پر بھروسا نہیں کرتے تھے بلکہ اسے معمولی سمجھتے تھے۔ محمد ان کے رویے سے ناراض ہوئے اور ایسی باتیں بتانا نہیں چاہتے تھے جنہیں وہ رد یا مذاق کا نشانہ بنا سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں انہیں چیلنج کیا۔

- **محمد نے ممکن ہے قرآن میں تبدیلی کی ہو۔**

:قرآن میں ہے

اور جب ہم ایک آیت کی جگہ دوسری آیت بدلتے ہیں، اور اللہ خوب جانتا ہے جو وہ نازل'' کرتا ہے، تو وہ کہتے ہیں: تم تو صرف ایک گھڑنے والے ہو۔ لیکن ان میں سے اکثر علم نہیں رکھتے۔''
(سورۃ النحل 16:101)

الواحدی نے اپنی کتاب *اسباب النزول* میں اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مشرکین محمد کا مذاق اڑاتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ محمد ایک دن اپنے پیروکاروں کو کسی کام کا حکم دیتے ہیں اور اگلے دن اسی کام سے منع کر دیتے ہیں، یا کسی ممنوع چیز کو کم مشکل بنا دیتے ہیں۔ ان کا دعویٰ تھا کہ محمد اپنی طرف سے باتیں گھڑ رہے ہیں۔

ایک بار پھر مسئلہ قرآن اور لوحِ محفوظ کے درمیان مطابقت کا پیدا ہوتا ہے۔ لوحِ محفوظ وہ تختی ہے جس پر اسلامی عقیدے کے مطابق ابتدا ہی سے اصل قرآن آسمان پر محفوظ ہے۔ اگر ایک متن کو دوسرے متن سے بدل دیا گیا، تو کیا دونوں متن لوحِ محفوظ میں موجود تھے؟ اللہ کی غیر متبدل حکمت اور نبی کی معصومیت کے ساتھ منسوخی اور تبدیلی کو کس طرح ہم آہنگ کیا جا سکتا ہے؟

- **محمد شیطان کی مداخلت سے متاثر ہو سکتے تھے۔**

:سورۃ النحل 16:98 میں ہے

''اور جب تم قرآن پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگو۔''

اس سے یہ مفہوم لیا گیا ہے کہ اللہ کے کلمات شیطان کو دور کرتے ہیں۔ لیکن، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، قرآن میں اس سے متعلق بعض استثنائی واقعات بھی بیان کیے گئے ہیں۔

مکہ میں قبائلی سرداروں کی مسلسل مخالفت کا سامنا کرتے ہوئے محمد نے سورۃ النجم پڑھنا شروع کی۔ جب وہ ان الفاظ تک پہنچے:

''کیا تم نے لات اور عزیٰ اور منات، اس تیسری دوسری دیوی کے بارے میں غور کیا؟''

تو بیان کے مطابق شیطان نے ان کی زبان پر یہ الفاظ ڈال دیے:

''یہ بلند مرتبہ دیویاں ہیں، اور یقیناً ان کی شفاعت مطلوب ہے۔''

مشرکین نے بظاہر اللہ کے سامنے جھک کر اس بات کو قبول کر لیا، لیکن اس کے نتیجے میں محمد نے ایک اہم رعایت دی تھی۔

اس کے بعد سورۃ الحج 22:52 نازل ہوئی:

''ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول یا نبی نہیں بھیجا مگر جب اس نے کوئی تمنا کی تو شیطان نے اس کی تمنا میں کچھ ڈال دیا۔ پھر اللہ اسے مٹا دیتا ہے جو شیطان ڈالتا ہے، پھر اللہ اپنی آیات کو مضبوط کرتا ہے۔ اور اللہ جاننے والا، حکمت والا ہے۔''

اس عبارت کے مطابق، چونکہ شیطان نے وحی کے عمل میں مداخلت کی اور اللہ کو مبینہ طور پر غلط باتوں کو منسوخ کر کے درست کرنا پڑا، اس لیے مصنف محمد کی وحی کی قابلِ اعتماد حیثیت پر سوال اٹھاتا ہے۔

اسباب النزول میں الواحدی اس آیت کے بارے میں ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ محمد اپنے گھر میں بیٹھے تھے۔ شام کے وقت جبرائیل ان کے پاس آئے۔ محمد نے انہیں سورۃ النجم دکھائی۔ جبرائیل نے پوچھا: ''کیا میں یہ دو آیات تمہارے پاس لایا تھا؟'' محمد نے جواب دیا: ''میں نے اللہ کی طرف ایسی بات منسوب کر دی جو اس نے نہیں کہی۔''

اسی وجہ سے مسلمانوں کو قرآن پڑھنے سے پہلے شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگنے کی ہدایت کی جاتی ہے، جسے ''استعاذہ'' کہا جاتا ہے۔

ایک اور مثال سورۃ التکویر 81:19-20 میں بیان ہوئی ہے:

''بے شک یہ ایک معزز رسول کا کلام ہے، جو عرش کے مالک کے ہاں قوت والا اور بلند مرتبہ ہے۔''

ان آیات کی تشریح کرتے ہوئے الرازی نے الخازن کے حوالے سے لکھا کہ ''الابیض'' نامی ایک شیطان جبرائیل کی صورت میں آیا اور محمد کے سامنے بری تجاویز پیش کیں، لیکن جبرائیل نے اسے پکڑ لیا اور ہندوستان کے انتہائی دور علاقے کی طرف دھکیل دیا۔

اسی طرح سورۃ الحج 22:53 میں ہے:

''تاکہ وہ شیطان کی ڈالی ہوئی چیز کو ان لوگوں کے لیے آزمائش بنا دے جن کے دلوں میں بیماری ہے۔''

البیضاوی اس کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ آیت انبیاء کے لیے غیر ارادی بھول اور شیطانی وسوسے کے امکان کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

احادیث کے سات بیانات جو قرآن کے متن کی قابلِ اعتماد حیثیت کے بارے میں (b) سوالات اٹھاتے ہیں

• ایک عیسائی محمد کے لیے قرآن لکھا کرتا تھا۔

مسلم کی *صحیح* میں انس بن مالک سے منقول ہے کہ ایک عیسائی شخص محمد کے لیے قرآن لکھا کرتا تھا۔ اس عیسائی نے کہا:

''محمد صرف وہی چاہتے ہیں جو میں لکھتا ہوں۔''

• عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کا واقعہ

سورۃ الانعام 6:93 میں ہے:

''اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے یا کہے کہ میری طرف وحی کی گئی ہے؟''

السیوطی نے *اسباب النزول* میں اس آیت کے پس منظر کے بارے میں بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح محمد کے لیے وحی لکھا کرتے تھے۔

''جب محمد نے ''عزیز حکیم'' یعنی ''غالب اور حکمت والا'' کہا تو عبداللہ نے ''غفور رحیم یعنی ''بخشنے والا اور رحم کرنے والا'' لکھ دیا۔ یہ سن کر محمد نے کہا: ''دونوں ایک ہی ہیں''۔

اس کے بعد عبداللہ نے اسلام ترک کر دیا اور قریش کے اپنے مشرک قبیلے میں واپس چلا گیا۔ اس نے دعویٰ کیا کہ وہ محمد کی باتوں کو اپنی مرضی کے مطابق بدل سکتا تھا۔

• ایک آیت کا منسوخ ہو جانا

السیوطی نے اپنی کتاب *الاتقان* میں بیان کیا ہے کہ عبداللہ بن مسعود قرآن کے کاتبوں میں سے تھے۔ محمد نے ایک مرتبہ انہیں ایک آیت لکھوائی۔ اگلے دن ابن مسعود نے وہ آیت تلاش کی تو وہ موجود نہیں تھی اور صحیفہ خالی تھا۔

جب انہوں نے محمد سے اس بارے میں پوچھا تو جواب ملا:

''وہ اسی رات منسوخ کر دی گئی تھی۔''

• عمر بن خطاب اور وحی

بخاری، مسلم، دارمی اور ابن حنبل کی حدیث کی کتابوں میں عمر بن خطاب سے یہ الفاظ منقول ہیں:

میں تین معاملات میں اپنے رب کی موافقت پر پہنچا۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! اگر آپ'' ''مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بنا لیں۔

:اس کے بعد آیت نازل ہوئی

''مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ۔''
(سورۃ البقرہ 2:125)

اسی طرح عمر نے کہا کہ اچھے اور برے لوگ محمد کی ازواج سے ملاقات کرتے ہیں، اس لیے اگر :ان کے لیے پردے کا حکم دے دیا جائے تو بہتر ہوگا۔ اس کے بعد پردے سے متعلق آیت نازل ہوئی

''اور جب تم نبی کی بیویوں سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔''

اسی طرح جب محمد کی ازواج نے ان کے خلاف حسد کا اظہار کیا تو عمر نے ان سے کہا کہ ممکن ہے اگر محمد تمہیں طلاق دے دیں تو اللہ انہیں تم سے بہتر بیویاں عطا کر دے۔ اس کے بعد سورۃ التحریم 66:5 کی آیت نازل ہوئی۔

• ایک آیت کا دوبارہ منسوخ ہونا

السیوطی، النیسابوری اور ابوداؤد نے ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ جب محمد نے سورۃ البقرہ :کی یہ آیت سنائی 2:284

''خواہ تم اپنے دلوں کی بات ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ، اللہ تم سے اس کا حساب لے گا۔''

تو ابتدائی مسلمانوں کو یہ حکم بہت مشکل محسوس ہوا۔ انہوں نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ ہم اس حکم پر عمل نہیں کر سکتے۔

:اس کے فوراً بعد یہ حکم منسوخ کیا گیا اور دوسری آیت نازل ہوئی

''اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ جو کچھ اس نے کمایا، اس کا فائدہ اسی کے لیے ہے۔''
(سورۃ البقرہ 2:286)

• محمد کے لیے خصوصی نکاح کا حکم

:سورۃ الاحزاب 33:50 میں ہے

''اور کوئی مومن عورت اگر اپنے آپ کو نبی کے لیے پیش کرے اور نبی اس سے نکاح کرنا چاہے، تو یہ خصوصیت آپ کے لیے ہے، دوسرے مومنوں کے لیے نہیں۔''

السیوطی اس آیت کے نزول کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ ام شریک الدوسیہ نے اپنے آپ کو محمد کے لیے پیش کیا۔ وہ بہت خوبصورت تھیں، اس لیے محمد نے انہیں قبول کر لیا۔

:عائشہ نے تبصرہ کیا

''کسی عورت کا اپنے آپ کو کسی مرد کے لیے پیش کرنا اچھی بات نہیں۔''

:پھر انہوں نے محمد سے کہا

''اللہ آپ کی خواہش کے معاملے میں جلدی کرتا ہے۔''

• قرآن سے بعض آیات کے غائب ہونے کا دعویٰ

:السیوطی نے عبدالرحمٰن بن عوف کے الفاظ بھی نقل کیے ہیں

''ہمیں قرآن میں وہ وحی نہیں ملتی جو ہمیں پہلے دی گئی تھی، یعنی جہاد کرو۔ وہ اور کچھ دوسری آیات قرآن سے نکل گئی ہیں۔''

:ابن عمر نے کہا

''تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ میں نے پورا قرآن حاصل کر لیا ہے۔ پورا قرآن کیا ہے؟ بلکہ اسے کہنا چاہیے کہ میں نے اس میں سے وہی حاصل کیا ہے جو ظاہر ہوا ہے۔''

4. انبیاء

تمام رسول نبی تھے، لیکن تمام نبی رسول نہیں تھے۔ حدیث کے مطابق انبیاء کی تعداد 124,000، یا 224,000، یا پھر ایک غیر متعین تعداد بیان کی گئی ہے۔

اسلامی عقیدے کے مطابق انسانوں کو یہ بتانے کے لیے انبیاء کی ضرورت رہی کہ کون سی چیز جائز اور حلال ہے، کیونکہ اسلام کے مطابق بعض اعمال میں اچھائی یا برائی بذاتِ خود موجود نہیں ہوتی، بلکہ ان کا درست یا غلط ہونا اللہ کی مرضی سے طے ہوتا ہے۔

وہ مخلوقات جن تک کسی نبی کا پیغام نہیں پہنچا، ان کے لیے ایک الگ جنت بیان کی گئی ہے۔ لیکن اللہ کا بنی آدم کی اولاد کے ساتھ ایک عہد ہے (سورۃ البقرہ 2:27؛ سورۃ آل عمران 3:81)، جس کی بنیاد پر نافرمانی کرنے والوں کو آگ میں ڈالنے کا اختیار اسے حاصل ہے۔

قرآن میں 28 انبیاء کے نام بیان کیے گئے ہیں۔ ان میں سے تین عرب تھے: محمد، صالح اور شعیب۔

:انبیاء کی فہرست درج ذیل آیات میں ملتی ہے

سورۃ آل عمران 3:33

''بے شک اللہ نے آدم، نوح، آلِ ابراہیم اور آلِ عمران کو تمام جہانوں پر برگزیدہ کیا۔''

سورۃ النساء 4:163

''بے شک ہم نے تمہاری طرف اسی طرح وحی بھیجی جیسے نوح اور ان کے بعد آنے والے نبیوں کی طرف بھیجی۔ اور ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب اور ان کی اولاد، عیسیٰ، ایوب، یونس، ہارون اور سلیمان کی طرف بھی وحی کی، اور ہم نے داؤد کو زبور عطا کی۔''

سورۃ الانعام 84:6-87

اور ہم نے اسے اپنی طرف سے اسحاق اور یعقوب عطا کیے اور سب کو ہدایت دی، اور اس سے'' پہلے نوح کو بھی ہدایت دی۔ اور اس کی اولاد میں سے داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، موسیٰ اور ہارون کو بھی۔ اور اسی طرح ہم نیک لوگوں کو بدلہ دیتے ہیں۔ اور زکریا، یحییٰ، عیسیٰ اور الیاس کو بھی، سب نیک لوگوں میں سے تھے۔ اور اسماعیل، الیسع، یونس اور لوط کو بھی۔ ''اور ہم نے ان سب کو تمام جہانوں پر فضیلت دی۔

ان تینوں فہرستوں میں صرف عہدِ قدیم اور عہدِ جدید سے متعلق نام شامل ہیں۔ عہدِ قدیم کی بہت سی اہم شخصیات کا قرآن میں ذکر نہیں کیا گیا۔

اس بیان کے مطابق، قرآن میں انبیاء کا ذکر بنیادی طور پر یہودیوں اور مسیحیوں سے متعلق اقوام میں ملتا ہے۔ محمد نے مدینہ پہنچنے تک اپنے لیے ''نبی'' کا لفظ استعمال نہیں کیا تھا۔

اسلامی روایت کے مطابق چھ عظیم اور ممتاز انبیاء ہیں۔ ان کے نام عام طور پر ان اعزازی القابات کے ساتھ بیان کیے جاتے ہیں:

- آدم — اللہ کے برگزیدہ، صفی اللہ
- نوح — اللہ کے مبلغ، نبی اللہ
- ابراہیم — اللہ کے دوست، خلیل اللہ
- موسیٰ — اللہ سے کلام کرنے والے، کلیم اللہ
- عیسیٰ — اللہ کا کلمہ، کلمۃ اللہ
- محمد — اللہ کے رسول، رسول اللہ

اگرچہ اسلام میں دوسرے انبیاء کو بھی تسلیم کیا جاتا اور ان کا احترام کیا جاتا ہے، لیکن خصوصی توجہ محمد پر مرکوز رہی ہے، جنہیں ''خاتم النبیین'' کہا جاتا ہے (سورۃ الاحزاب 33:40)۔

مسلمان انہیں ''تمام زمانوں کی عظمت'' اور ''دنیا کی سلامتی'' جیسے القابات سے بھی یاد کرتے ہیں، اور ان کے تقریباً دو سو دیگر نام اور القابات بھی بیان کیے جاتے ہیں۔

محمد کی شخصیت

حدیث اور بعد میں لکھی جانے والی سیرت اور دیگر روایات کے ذریعے محمد کی شخصیت کو بہت زیادہ عظمت دی گئی۔ ان میں سے زیادہ تر روایات ان کی وفات کے کئی عشروں بعد لکھی گئیں۔ اس کے نتیجے میں، اور قرآن کے اپنے بیانات کے برخلاف، اسلامی دنیا میں انہیں عام طور

پر ایک نیم فرشتے جیسی شخصیت کے طور پر دیکھا جانے لگا، جو دنیا کی تخلیق سے پہلے ہی موجود تھے۔

ان کی شخصیت کو مثالی اور گناہ سے پاک سمجھا جاتا ہے، حالانکہ قرآن میں انہیں اپنے گناہوں کی بخشش کے لیے دعا کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے (سورۃ غافر 40:55؛ سورۃ الفتح 48:2؛ سورۃ النصر 110:3)۔

بعد کی روایات میں محمد کے بارے میں جن معجزات کا زیادہ ذکر ملتا ہے، ان میں شامل ہیں:

- انہوں نے اپنے ہاتھوں میں کنکریوں کو بولنے پر مجبور کیا۔
- ان کے جسم کا سایہ نہیں بنتا تھا۔
- انہوں نے اپنی انگلی سے چاند کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کیا۔
- جب وہ گزرتے تو درخت احتراماً جھک جاتے تھے۔
- انہوں نے رات کے وقت ساتویں آسمان تک سفر کیا، جبکہ بعض روایات میں نویں آسمان کا ذکر بھی ملتا ہے۔

محمد کی بعض وحی ایسی معلوم ہوتی ہے جن کا مقصد نبی کے بعض اعمال کو اس مذہبی ضابطے کے ساتھ ہم آہنگ کرنا تھا جس کی وہ تعلیم دیتے تھے۔ اس طرح بعض ظاہری کمزوریوں کو خوبیوں میں تبدیل کر کے پیش کیا گیا۔

اس کے باوجود، حدیث نے محمد کو آخری اخلاقی اختیار، زندگی کے لیے واحد رہنما اور قیامت کے دن مؤثر شفاعت کرنے والے کے مقام پر پہنچا دیا ہے۔

حدیث اور قرآن میں پیش کیے گئے محمد کے اقوال اور اعمال ایک ایسے سخت مذہبی ضابطے کی بنیاد بنتے ہیں جو مسلمان کی زندگی کے تقریباً ہر عمل کو صبح سے رات تک اور پیدائش سے موت تک منظم کرتا ہے۔ زندگی کے تقریباً ہر پہلو کے لیے مخصوص طریقے مقرر کیے گئے ہیں، جن میں وضو اور پاکیزگی سے لے کر خوراک، جسم اور لباس کی دیکھ بھال تک شامل ہیں۔

شیعہ مسلمانوں میں علی کی تعظیم

اس کے علاوہ شیعہ مسلمان محمد کے چچا زاد بھائی اور داماد علی کو بھی بہت زیادہ تعظیم دیتے ہیں۔ بعض شیعہ روایتوں میں گواہی کے کلمات میں علی کا نام بھی شامل کیا جاتا ہے:

’’اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں؛
محمد اللہ کے رسول ہیں؛
اور علی اللہ کے نائب ہیں۔‘‘

حدیث میں علی کے کارناموں کے بارے میں ایسی روایات بھی ملتی ہیں جو محمد کے بارے میں بیان کیے جانے والے معجزاتی واقعات سے بھی زیادہ حیرت انگیز ہیں۔ اس کے علاوہ ایمان کے بارہ اماموں یا رہنماؤں کے اقوال اور اعمال کے بارے میں بھی تفصیلی روایات موجود ہیں۔

مسلمانوں میں عمومی طور پر یہ عقیدہ پایا جاتا ہے کہ محمد نے کوئی نیا مذہب شروع نہیں کیا، بلکہ انہوں نے اصل اور حقیقی مذہب کو دوبارہ زندہ کیا، جو وقت گزرنے کے ساتھ خراب ہو گیا تھا۔

سورۃ فصلت 41:43 میں اللہ کے حوالے سے محمد سے کہا گیا ہے:

''تم سے وہی کچھ کہا جاتا ہے جو تم سے پہلے رسولوں سے کہا گیا تھا۔ بے شک تمہارا رب بخشنے والا بھی ہے اور دردناک عذاب دینے والا بھی۔''

5. قیامت کا دن

مسلمانوں کے لیے قیامت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے اور پھر ابدی زندگی پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔ یہ ابدی زندگی یا تو جنت یعنی ''باغ'' میں ہوگی یا جہنم یعنی ''آگ'' میں۔

نافرمان مومنوں کے لیے آگ ایک عارضی پاکیزگی کی حالت ہو سکتی ہے، جبکہ جنگ میں مارے جانے والے جہاد کرنے والے، طاعون سے مرنے والے اور زچگی کے دوران مرنے والی عورتیں قیامت کے امتحان سے گزرے بغیر براہِ راست جنت میں داخل ہو جاتی ہیں۔

عام اسلامی عقیدے کے مطابق قیامت کے وقت محمد کو شفاعت کا خصوصی حق دیا جائے گا۔

اسلامی آخرت کے عقیدے کے مطابق واقعات کی ترتیب یوں بیان کی جاتی ہے:

اول: قیامت کی علامات

سب سے پہلے قیامت کے آنے کی نشانیاں ظاہر ہوں گی۔ ان میں خاص طور پر دجال کا ظہور شامل ہے، جو تقریباً تمام لوگوں کو گمراہ کرے گا۔

اس کے بعد عیسیٰ زمین پر نازل ہوں گے۔ وہ دجال کو قتل کریں گے اور اس کے بعد امن کا ایک دور آئے گا، جس میں عیسیٰ امن اور اسلام قائم کریں گے۔

دوم: قیامت کے لیے پکار

اس کے بعد قیامت کے لیے پکار ہوگی۔ صور کی پہلی پھونک پر تمام زندہ انسان مر جائیں گے۔

ایک وقفے کے بعد صور کی دوسری پھونک پر تمام جاندار دوبارہ زندہ کیے جائیں گے (سورۃ الزمر 39:68)۔ اور انہیں محشر یعنی ''جمع ہونے کی جگہ'' پر اکٹھا کیا جائے گا۔

وہ سب اللہ کی موجودگی میں ایک طویل عرصے تک کھڑے رہیں گے اور پسینہ بہاتے رہیں گے۔

سوم: حساب اور فیصلہ

اس کے بعد حقیقی عدالت شروع ہوگی۔ اللہ ہر شخص سے سوال کرے گا۔ اعمال کے ریکارڈ کھولے جائیں گے۔

جن لوگوں کے اعمال کے بارے میں فیصلہ واضح نہیں ہوگا، ان کے اعمال میزان میں تولے جائیں گے۔ انسانوں کے درمیان دشمنیوں اور ظلم و زیادتی کے معاملات کا بھی فیصلہ کیا جائے گا، اور انسانوں اور جانوروں کے درمیان ہونے والی زیادتیوں کا بھی بدلہ دیا جائے گا۔

چہارم: پل صراط

اس کے بعد تمام لوگ جہنم کے اوپر قائم پل صراط سے گزر کر جنت کی طرف جائیں گے۔

پل صراط بال سے بھی زیادہ باریک اور تلوار سے بھی زیادہ تیز بیان کیا جاتا ہے۔ یہ نجات پانے والوں کو سلامتی تک پہنچائے گا، جبکہ جن کے اعمال کافی نہ ہوں گے وہ اس سے گر کر آگ میں جا پڑیں گے۔

جہنم کو ایک بہت بڑے عفریت کے طور پر بھی بیان کیا گیا ہے جس کے دہکتے ہوئے جبڑے ہیں اور جو سزا یافتہ لوگوں کو نگلنے کے لیے تیار ہے۔ اسے سات دروازوں والا بھی بیان کیا گیا ہے (سورۃ الحجر 15:44) اور اس کی سات منزلیں ہیں۔

سب سے نچلی منزل زقوم سے متعلق ہے، جہاں کھولتا ہوا اور بدبودار مادہ ہے اور شیاطین کے سروں کو پھولوں کی طرح بیان کیا گیا ہے (سورۃ الصافات 37:62)۔

وہاں سے کوئی فرار نہیں ہوگا۔

سورۃ ہود 11:106-107 میں ہے:

''اور جو بدبخت ہوں گے وہ آگ میں ہوں گے، وہاں ان کے لیے چیخنا اور کراہنا ہوگا۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں، سوائے اس کے کہ تمہارا رب کچھ اور چاہے۔''

جنت

جنت ''باغ'' ہے اور مبارک لوگوں کے لیے مقرر کی گئی ہے۔ قرآن اسے بہت واضح انداز میں بیان کرتا ہے۔

سورۃ محمد 47:15 میں ہے:

''اس باغ کی مثال جس کا وعدہ پرہیزگاروں سے کیا گیا ہے یہ ہے کہ اس میں پاک صاف پانی کی نہریں ہیں، اور دودھ کی نہریں ہیں جن کا ذائقہ نہیں بدلتا، اور شراب کی نہریں ہیں جو پینے والوں کے لیے لذیذ ہیں، اور صاف شفاف شہد کی نہریں ہیں۔''

وہاں مبارک لوگ ایسے تختوں پر آرام کریں گے جو موٹے ریشمی کپڑے سے آراستہ ہوں گے۔ ان کے لیے مختلف پھل ہوں گے اور ایسی خوبصورت عورتیں ہوں گی جنہیں اس سے پہلے کسی

انسان یا جن نے چھوا نہیں ہوگا۔ انہیں یاقوت اور مرجان سے تشبیہ دی گئی ہے (سورۃ الرحمن 55:54-58)۔

سورۃ الواقعہ 56:15-24 میں بھی جنت کے بارے میں بیان ہے:

''آراستہ تختوں پر، ایک دوسرے کے سامنے تکیہ لگائے ہوئے۔ ان کے گرد ہمیشہ جوان رہنے والے خادم پیالے، آبخورے اور پاکیزہ چشمے سے بھرے جام لیے پھریں گے، جس سے نہ سر درد ہوگا اور نہ عقل زائل ہوگی۔ ان کے لیے ان کی پسند کے پھل اور ان کی خواہش کے مطابق پرندوں کا گوشت ہوگا، اور خوبصورت بڑی آنکھوں والی عورتیں ہوں گی، جیسے چھپے ہوئے موتی۔ یہ ان اعمال کا بدلہ ہوگا جو وہ کیا کرتے تھے۔''

خلاصہ یہ ہے کہ اس متن کے مطابق مسلم جنت کو اور حسی لذتوں کے باغ کے طور پر بیان کیا گیا ہے، جہاں خوبصورت عورتیں، قیمتی کپڑوں سے آراستہ تخت، لذیذ پھل اور مشروبات ہوں گے۔ قرآن کی ان جنت کی تفصیلات میں خدا کے براہِ راست دیدار کا ذکر نہیں کیا گیا۔

6. قیامت کا دن

تاہم، شامی مسلمان مصنف عفیف طبّارہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ جنت کی خوشی دنیاوی لذتوں سے مختلف ہے۔ ان کے اس دعوے کی قرآن سے براہِ راست تائید نہیں ہوتی، لیکن وہ بخاری کی روایت کردہ ایک حدیث نقل کرتے ہیں، جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف یہ بات منسوب کی گئی ہے: "میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جسے نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا اور نہ کسی دل نے اس کا تصور کیا۔" یہ 1 کرنتھیوں 2:9 کی طرف واضح اشارہ ہے۔

طبّارہ سورۃ 10:7، 11 اور 18:110 میں مذکور "رب سے ملاقات" (عربی: لقاء؛ فرانسیسی: revoir) کا بھی ذکر کرتے ہیں۔ ان کے مطابق یہ ایک روحانی تجربہ ہے، جو مسیحی صوفیانہ روایت میں بیان کیے جانے والے "Beatific Vision" سے مشابہ ہے۔

وہ اس عقیدے کی تائید میں یہ آیت نقل کرتے ہیں:

"اس دن کچھ چہرے روشن ہوں گے، اپنے رب کی طرف دیکھ رہے ہوں گے۔" (سورۃ 75:22-23)

پھر وہ سوال کرتے ہیں: "غیر مرئی خدا کو کیسے دیکھا جا سکتا ہے، جب تک کہ وہ غیر مرئی خدا اپنے آپ کو ظاہر نہ کرے؟"

7. قضا و قدر – نیکی اور بدی کا فیصلہ

اس عقیدے کے لیے مختصر اصطلاح "جبریت" یا "تقدیر پرستی" استعمال کی جا سکتی ہے۔

قضا (Qada') کے معنی ہیں "فیصلہ کرنا"، "حکم دینا"، "فیصلہ صادر کرنا" اور "کسی چیز کو مقرر اور قطعی بنا دینا"۔ یہ ایک قاضی کے منصب اور کام کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

کے معنی ہیں "کسی مقدار کو مقرر کرنا"، "اندازہ لگانا" اور پھر "کسی چیز کو (Qadar) قدر ایک مقررہ پیمانے کے مطابق متعین کرنا"۔

دونوں اصطلاحات مل کر اس تصور کو ظاہر کرتی ہیں کہ اللہ اپنی ملکیت میں جو چاہے کر سکتا ہے۔ قضا اللہ کے علم اور ارادے کی نمائندگی کرتی ہے، جبکہ قدر اس بات کی نمائندگی کرتی ہے کہ اللہ اپنے علم اور ارادے کے مطابق چیزوں کو وجود میں لاتا ہے۔

اسلامی عقیدے کے مطابق، جو کچھ بھی ہوتا ہے، خواہ اچھا ہو یا برا، وہ اللہ کے ناقابلِ تغیر فیصلے کے ذریعے پہلے ہی مقرر کیا جا چکا ہے۔

اس عقیدے کا ایک نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اللہ کو بدی کا بھی سبب سمجھا جا سکتا ہے، اور بہت سے مسلمان علماء نے اس مسئلے کو اسی طرح بیان کیا ہے۔ بعض مکاتبِ فکر انسان کے آزاد ارادے کو مکمل طور پر رد کرتے ہیں۔ جبکہ بعض دوسرے، جن میں شیعہ اسلام کے مفکرین بھی شامل ہیں، ایسا درمیانی مؤقف اختیار کرتے ہیں جس میں انسانی آزادی کے لیے کچھ گنجائش موجود ہے۔

جیسا کہ پہلے بیان ہوا، اللہ کی ہمہ گیر مشیت قرآن میں واضح طور پر بیان کی گئی ہے:

سورۃ 17:16

"اور جب ہم کسی بستی کو ہلاک کرنے کا ارادہ کرتے ہیں تو ہم اس کے خوش حال لوگوں کو، حکم دیتے ہیں، پھر وہ اس میں نافرمانی کرتے ہیں، تو اس پر عذاب کی بات ثابت ہو جاتی ہے، پھر ہم اسے پوری طرح تباہ کر دیتے ہیں۔"

سورۃ 14:4

"اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔"

اس عقیدے سے پیدا ہونے والا تقدیر پرستانہ طرزِ زندگی دنیا بھر کے مسلمانوں کی روزمرہ زندگی میں نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ شدید ترین مصیبتوں کو بھی اکثر صبر اور خاموشی کے ساتھ قبول کیا جاتا ہے۔

اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس عقیدے نے بہت سے مسلم ممالک میں جامد سماجی حالات اور سست ترقی میں بھی اہم کردار ادا کیا ہے۔

باب 6

مسلمانوں کے فرائض

اسلام کے پیروکاروں کے فرائض

اسلام اپنے پیروکاروں کے لیے پانچ مذہبی اور معاشرتی فرائض مقرر کرتا ہے۔ یہ فرائض دونوں جنسوں کے تمام عاقل اور بالغ آزاد افراد پر عائد ہوتے ہیں۔ تاہم ناموافق حالات، مثلاً خطرناک سفر، اور جائز ذاتی وجوہات، مثلاً بیماری اور غربت، کے لیے رعایت دی جاتی ہے۔

I. شہادت ("عقیدہ")

مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ یہ ہے:

لا إله إلا الله،
محمد رسول الله

["اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں۔"]

اسے **شہادت** ("گواہی کے کلمات") کہا جاتا ہے۔ اسے پڑھنا ہر مسلمان کا بنیادی فرض ہے۔ جب مؤذن اذان کے ذریعے اسے باقاعدہ طور پر ادا کرتا ہے تو اسے سننے والے تمام اہلِ ایمان اسے بلند آواز سے یا آہستہ دہراتے ہیں۔ یہ نومولود بچے کے کان میں بھی پڑھا جاتا ہے اور مرنے والے کے ہونٹوں سے بھی ادا کیا جاتا ہے۔ ایک عام مسلمان کی زبان سے نکلنے والے یہ سب سے زیادہ معروف کلمات ہیں۔ درویش اپنی مجالس میں ان کلمات کا ورد کرتے ہیں، اور یہ سعودی عرب کے قومی پرچم پر بھی درج ہیں۔

دنیا بھر کے مسلمانوں کے لیے اس مختصر عقیدے کی نفسیاتی اور مذہبی اہمیت بہت گہری ہے۔

شہادت اسلام کے بنیادی عقیدے کا خلاصہ پیش کرتی ہے۔ اسلامی قانون کے دائرے میں شہادت کا صرف زبانی اقرار آتا ہے، کیونکہ شریعت کا تعلق ظاہری طور پر نظر آنے والے اطاعت یا نافرمانی کے اعمال سے ہے۔ شہادت کی تشریح، تفسیر اور تفصیل اسلامی علما اور فقہا کے ذمے چھوڑ دی گئی ہے۔

II. الصلاۃ ("نماز")

مسلمانوں کا دوسرا فرض **الصلاۃ** ("نماز") ادا کرنا ہے۔ لفظ *صلاۃ* ایک آرامی زبان کے مادے سے نکلا ہے جس کا مطلب "عبادتی طریقہ یا دعائیہ کلمات" ہے۔ انگریزی زبان میں نماز کے لیے استعمال ہونے والے عام لفظ کے برعکس، صلاۃ ایک مخصوص اور فنی اصطلاح ہے، جو مخصوص اعمال اور کلمات کی ایک ترتیب کو ظاہر کرتی ہے۔

:مسلمان کے لیے نماز کے درست طریقے سے ادا کرنے کے پانچ بنیادی اصول ہیں

- نماز سے پہلے مقررہ وضو کرنا ضروری ہے۔
- نماز کی جگہ ہر قسم کی ناپاکی سے پاک ہونی چاہیے۔
- جسم اور کپڑے صاف ستھرے ہونے چاہئیں۔
- چہرہ مکہ میں واقع کعبہ کی سمت ہونا چاہیے۔
- ،نماز کے دوران باقاعدہ اور سنجیدہ انداز اختیار کرنا چاہیے۔ نماز کے دوران بات کرنا ہنسنا، کھیلنا یا کھانا نماز کو باطل کر دیتا ہے۔

نماز ادا کرنے کے لیے مسلمان کا شرعی طور پر پاک ہونا ضروری ہے۔ اسلامی فقہی کتابوں میں طہارت کے لیے غسل یا وضو کی دو صورتیں بیان کی گئی ہیں۔

چھوٹی طہارت ہے، جس میں سر، داڑھی، ہاتھوں کو انگلیوں سے کہنیوں تک **وضو (Wudu')** اور پاؤں کو انگلیوں سے ٹخنوں تک دھونا شامل ہے۔

بڑی طہارت ہے، جس میں پورے جسم کو غسل دیا جاتا ہے۔ اسی وجہ سے **غسل (Ghusl)** مسلم ممالک میں عوامی حمام عام رہے ہیں۔ صحرائی بدو اکثر ان کنوؤں میں غسل کرتے تھے جن سے وہ پانی حاصل کرتے تھے۔ بعض اوقات صفائی کو مزید مکمل کرنے کے لیے آرسینک پر مشتمل بال صاف کرنے والی اشیا بھی استعمال کی جاتی تھیں۔

جب پانی دستیاب نہ ہو تو پاک مٹی یا صاف ریت سے علامتی طہارت کی جا سکتی ہے۔ اسے کہا جاتا ہے۔ یہودی تلمود میں بھی پانی کے بجائے ریت کے استعمال کی **تیمم (Taiammum)** اجازت کا ذکر ملتا ہے۔ ایک عیسائی مؤرخ نے یہاں تک بیان کیا ہے کہ صحرا کے سفر کے دوران ریت کے ذریعے بپتسمہ بھی دیا گیا۔

اسلامی فقہ کے چار مکاتبِ فکر وضو ادا کرنے کے طریقے میں چودہ مختلف صورتوں کو تسلیم کرتے ہیں۔ تاہم، سب اس بات پر متفق ہیں کہ عبادت کرنے والے مرد یا عورت کو اپنے جسم کو ڈھانپنا اور پاک جگہ پر کھڑا ہونا چاہیے۔ اسی وجہ سے مسلمانوں میں **جائے نماز** کا استعمال عام ہے۔

:مکمل وضو کا طریقہ درج ذیل ترتیب سے بیان کیا گیا ہے

— ہاتھ دھونا۔
— منہ کے اندر کلی کرنا۔
— ناک کے اندر پانی ڈال کر صاف کرنا۔
— چہرہ دھونا۔
— بازوؤں کو دھونا۔
— ہاتھوں کو بالوں پر پھیرنا۔

کانوں کو صاف کرنا۔ —
پاؤں دھونا۔ —

1. ایک مثال – صبح کی نماز کی تفصیل

ہر روز عبادت کے لیے پانچ مقررہ اوقات ہیں: فجر سے کچھ پہلے، دوپہر کے بعد، سہ پہر کے بعد، سورج غروب ہونے کے فوراً بعد، اور رات دیر سے۔ ان میں سے کوئی بھی عبادت مقررہ وقت سے پہلے ادا نہیں کی جا سکتی، البتہ وقت گزرنے کے بعد ادا کی جا سکتی ہے۔

نماز کو عام طور پر **رکعتوں** ("چکروں یا ادوار") میں تقسیم کیا جاتا ہے، اور ہر نماز کے لیے رکعتوں کی ایک مخصوص تعداد مقرر ہے:

- **فجر کی نماز:** 2 رکعتیں
- **ظہر کی نماز:** 4 رکعتیں
- **عصر کی نماز:** 4 رکعتیں
- **مغرب کی نماز:** 3 رکعتیں
- **عشاء کی نماز:** 4 رکعتیں
- **روزانہ کل:** 17 رکعتیں

بہت سے لوگوں نے مسلمانوں کو روزانہ نماز ادا کرتے ہوئے دیکھا ہے، لیکن وہ شاید یہ نہ جانتے ہوں کہ نمازی حقیقت میں کیا کر رہا ہوتا ہے۔ فجر کی نماز کا طریقہ درج ذیل ہے:

مقررہ طریقے سے وضو کرنے کے بعد مسلمان مکہ کی سمت کھڑے ہو کر نماز شروع کرتا ہے، اپنے ہاتھ کانوں تک اٹھاتا ہے اور کہتا ہے: **"اللہ اکبر"** ("اللہ سب سے بڑا ہے!")۔ —

پھر وہ خاموشی سے **سورۃ الفاتحہ** کی تلاوت کرتا ہے، جو قرآن کی پہلی سورت ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے:

"اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، بے حد رحم کرنے والا ہے۔ تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، نہایت مہربان، بے حد رحم کرنے والا، روزِ جزا کا مالک ہے۔ ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں اور صرف تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ ہمیں سیدھے راستے پر چلا، ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام فرمایا، نہ ان لوگوں کے راستے پر جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ گمراہوں کے راستے پر۔"

مسلمان ایک اور مختصر سورت بھی پڑھ سکتا ہے، عموماً **سورۃ الاخلاص (سورہ 112)** — جس کا مفہوم ہے:،

"اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، بے حد رحم کرنے والا ہے۔ کہہ دیجیے: وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور کوئی بھی اس کے برابر نہیں۔"

پھر مسلمان کہتا ہے: **"اللہ اکبر"**، رکوع میں جھکتا ہے اور تین مرتبہ کہتا ہے: **"میرے عظمت والے رب کی پاکی بیان کی جائے۔"**

اس کے بعد جسم کو سیدھا کرتے ہوئے کہتا ہے: **"اللہ اس شخص کی سنتا ہے جو اس کی حمد کرتا ہے۔"**

پھر **"اللہ اکبر"** کہتا ہے، سجدے میں جاتا ہے یہاں تک کہ اس کی پیشانی زمین کو چھو لیتی ہے، اور تین مرتبہ کہتا ہے: **"میرے سب سے بلند رب کی پاکی بیان کی جائے۔"**

وہ **"اللہ اکبر"** کہتا ہے اور اپنا اوپری جسم اٹھاتا ہے، لیکن گھٹنوں کے بل بیٹھا رہتا ہے۔

پھر دوسری مرتبہ سجدہ کرتا ہے اور تین مرتبہ کہتا ہے: **"میرے سب سے بلند رب کی پاکی بیان کی جائے۔"**

اس کے بعد **"اللہ اکبر"** کہتا ہے، کھڑا ہوتا ہے اور نماز کی دوسری رکعت شروع کرتا ہے۔ اس رکعت کے آغاز میں دوبارہ خاموشی سے **سورۃ الفاتحہ** یا کوئی مختصر سورت پڑھتا ہے۔

اس کے بعد **"اللہ اکبر"** کہتا ہے، رکوع میں جاتا ہے اور اسی حالت میں تین مرتبہ کہتا ہے: **"میرے عظمت والے رب کی پاکی بیان کی جائے۔"**

"پھر سیدھا کھڑا ہو کر کہتا ہے: **"اللہ اس شخص کی سنتا ہے جو اس کی حمد کرتا ہے۔"**

اس کے بعد **"اللہ اکبر"** کہتا ہے، زمین پر سجدے میں جاتا ہے اور تین مرتبہ کہتا ہے: **"میرے سب سے بلند رب کی پاکی بیان کی جائے۔"**

پھر دوبارہ **"اللہ اکبر"** کہہ کر اپنے اوپری جسم کو اٹھاتا ہے اور گھٹنوں کے بل بیٹھا رہتا ہے۔

پھر چوتھی مرتبہ سجدہ کرتا ہے اور تین مرتبہ کہتا ہے: **"میرے سب سے بلند رب کی پاکی بیان کی جائے۔"**

اس کے بعد اٹھ کر، گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے، درج ذیل تشہد پڑھتا ہے:

"تمام سلام، عبادات، صدقات اور نمازیں اللہ ہی کے لیے ہیں۔ اے نبی! آپ پر سلام ہو اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں۔ ہم پر اور اللہ کے تمام نیک بندوں پر سلام ہو۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔"

آخر میں، گھٹنوں کے بل بیٹھے ہوئے، اپنا سر دائیں طرف پھیر کر کہتا ہے: **"اللہ کی سلامتی اور رحمت آپ پر ہو۔"**

اس کے ساتھ فجر کی نماز مکمل ہو جاتی ہے۔

نماز سے پہلے کے ابتدائی اعمال

:تیاری کے اعمال مکمل ہونے کے بعد عبادت کے چار ابتدائی حصے ادا کیے جاتے ہیں

- **قبلہ رخ کھڑا ہونا:** یعنی مکہ مکرمہ کی سمت رخ کرنا۔
- **"بسم اللہ کہنا:** یعنی "اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، بے حد رحم کرنے والا ہے۔ قرآن مجید کی 114 سورتوں میں سے ایک سورت کے علاوہ باقی تمام سورتیں اسی کلمات سے شروع ہوتی ہیں۔ کسی بھی کام کے آغاز میں اسے پڑھنا مناسب سمجھا جاتا ہے۔ اس کی ایک تبدیل شدہ صورت گوشت کو حلال کرنے کے لیے بھی استعمال ہوتی ہے، یعنی گوشت کو شرعی طور پر کھانے کے قابل بنانے کے لیے۔
- **استعاذہ کہنا:** یعنی اللہ کی پناہ طلب کرنے کے کلمات، تاکہ یہ موقع مقدس رہے اور شیطان کی مداخلت سے محفوظ ہو۔
- **اذان کہنا:** یعنی "نماز کے لیے پکار"۔ یہ مدینہ منورہ میں رائج ہوئی۔ اس سے پہلے مختلف مذاہب میں عبادت کے لیے مختلف طریقے استعمال ہوتے تھے، مثلاً مشرکین کا آگ جلانا، یہودیوں کا نرسنگا بجانا اور عیسائیوں کا ناقوس یا لکڑی کے آلات استعمال کرنا۔ اذان عام طور پر سات جملوں پر مشتمل ہوتی ہے۔ فجر کی اذان میں ایک اضافی جملہ شامل کیا جاتا ہے: **"نماز نیند سے بہتر ہے۔"**

نماز کے بنیادی اعمال اور کلمات

نماز خود چار بنیادی جسمانی اعمال اور چار بنیادی اقوال پر مشتمل ہوتی ہے۔

:چار جسمانی اعمال یہ ہیں

- کھڑا ہونا
- رکوع کرنا
- سجدہ کرنا
- بیٹھنا

ہر عمل مخصوص طریقے سے ادا کیا جاتا ہے۔

نماز میں ادا کیے جانے والے کلمات میں **نیت** یعنی نماز ادا کرنے کا ارادہ، قرآن مجید کے بعض حصوں کی تلاوت، اور اللہ کی حمد و ثنا کے مخصوص کلمات شامل ہیں۔

سجدے کے دوران نمازی اپنی ذاتی دعائیں بھی مانگ سکتا ہے۔

2. باجماعت عبادت

جمعہ کے دن باجماعت نماز، ظہر کی نماز کی جگہ ادا کی جاتی ہے۔ لوگ بیٹھے رہتے ہیں اور **خطیب** ("واعظ یا خطبہ دینے والا") عموماً مسجع نثر میں ایک مقررہ خطبہ پڑھتا ہے۔ اس

کے بعد وہ کھڑا ہوتا ہے اور پھر دوبارہ بیٹھ کر حاکم کے لیے برکت کی دعا کرتا ہے، جس میں حاکم کا نام بھی لیا جاتا ہے۔ تاریخی طور پر نئے حکمرانوں کے بارے میں اعلانات بھی اکثر اسی موقع پر کیے جاتے رہے ہیں۔

نماز کے چار بنیادی جسمانی اعمال مل کر ایک **رکعت**، یعنی "دور یا چکر"، بناتے ہیں۔ اس طرح روزانہ کل سترہ رکعتیں ادا کی جاتی ہیں۔

اضافی نفل عبادت کی بھی ترغیب دی جاتی ہے۔ عیدین اور دیگر خاص مواقع پر اضافی مذہبی رسومات ادا کی جاتی ہیں، جن میں جنازے، قحط اور سورج یا چاند گرہن کے مواقع بھی شامل ہیں۔ اسلامی قانون کے مطابق جنگ کے دوران نماز کو مختصر کیا جا سکتا ہے، جبکہ سفر کے دوران دو نمازوں کو جمع بھی کیا جا سکتا ہے۔

مسلمان نماز کے دوران اپنی آنکھیں کھلی رکھتے ہیں۔ مسجد میں ہونے والی عبادت کے دوران چندہ یا نذرانہ وصول نہیں کیا جاتا۔ مسجد کے اخراجات **وقف** سے پورے کیے جاتے ہیں، یعنی اسلامی مذہبی اور عوامی اوقاف سے حاصل ہونے والی آمدنی سے۔

مسجد صرف عبادت کے لیے استعمال نہیں ہوتی بلکہ دیگر عوامی مقاصد کے لیے بھی استعمال کی جاتی ہے، جن میں تعلیم، لیکچرز، حکومتی اعلانات اور ضرورت مند مسافروں کو پناہ دینا شامل ہیں۔

جمعہ کی باجماعت نماز ایک سرکاری طور پر مقرر کردہ مسجد میں ادا کی جانی چاہیے، نہ کہ کسی نجی مسجد میں۔ اس عبادت کے درست ہونے کے لیے کم از کم چالیس بالغ آزاد مردوں کی شرکت ضروری قرار دی گئی ہے۔

3. ایک مسلمان روزانہ نماز میں کتنا وقت صرف کرتا ہے؟

نماز میں صرف ہونے والا وقت مختلف مسلمانوں میں بہت مختلف ہوتا ہے۔ ایک باخبر مسلمان نے حال ہی میں اس کا اندازہ اس طرح بیان کیا:

- **عام مسلمان** (مسلمان آبادی کا تقریباً 70 فیصد) باقاعدہ نمازیں ادا کرتے ہیں، جن میں روزانہ تقریباً **80 منٹ** صرف ہوتے ہیں۔
- **غیر بنیاد پرست مذہبی مسلمان** (مسلمان آبادی کا تقریباً 6–8 فیصد) اپنی نمازوں میں سورتوں کی تلاوت بھی شامل کرتے ہیں، جس میں روزانہ تقریباً **150 منٹ** صرف ہوتے ہیں۔
- **مسلم بنیاد پرست** (مسلمانوں کے 1 فیصد سے بھی کم) **قیام اللیل** کی نمازیں بھی ادا کرتے ہیں۔ یہ رات کی نمازیں ہیں جو مذہبی مسلمان عموماً رمضان کے مہینے میں ادا کرتے ہیں۔ اس طرح روزانہ تقریباً **300 منٹ** صرف ہوتے ہیں۔

- **دیگر مسلمان** (تقریباً 21 فیصد) صرف جمعہ اور عیدالاضحیٰ اور عیدالفطر کے دن نماز ادا کرتے ہیں۔

III. صوم ("روزہ")

مسلمانوں کا تیسرا فرض **صوم** یا **صیام** ہے، جس کا مطلب "روزہ" ہے۔

قرآن کہتا ہے:

سورۃ البقرہ 2:183–185

"اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا ہے، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ یہ گنتی کے چند دن ہیں۔ پھر تم میں سے جو بیمار ہو یا سفر پر ہو تو وہ دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کرے۔ اور جو لوگ روزہ رکھنے کی طاقت رکھتے ہوں، ان پر ایک محتاج کو کھانا کھلانے کا فدیہ ہے۔ اور جو شخص اپنی خوشی سے نیکی کرے تو یہ اس کے لیے بہتر ہے، اور روزہ رکھنا تمہارے لیے بہتر ہے، اگر تم جانتے ہو۔ رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا، جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے، ہدایت کی واضح دلیلیں اور حق و باطل میں فرق کرنے والا ہے۔ پس تم میں سے جو شخص اس مہینے کو پائے، اسے روزہ رکھنا چاہیے؛ اور جو بیمار یا سفر پر ہو، وہ دوسرے دنوں میں اتنی ہی تعداد پوری کرے۔ اللہ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے، تمہارے لیے دشواری نہیں چاہتا، تاکہ تم مقررہ مدت پوری کرو، اللہ کی بڑائی بیان کرو اس ہدایت پر جو اس نے تمہیں دی، اور تاکہ تم شکر گزار بنو۔"

روزہ دو عناصر پر مشتمل ہے: تمام جسمانی لذتوں اور ضروریات سے پرہیز کرنے کی نیت، جو ایک مذہبی عمل ہے، اور رمضان کے مہینے میں دن کے اوقات میں حقیقتاً روزہ رکھنا۔ کہا جاتا ہے کہ قرآن کا نزول اسی مہینے کے آخری تہائی حصے میں آنے والی **لیلۃ القدر** ("شبِ قدر") میں ہوا۔

ہر صحت مند بالغ مسلمان مرد جو مکمل عقل و حواس رکھتا ہو، اس کے لیے روزہ فرض ہے۔ اسی طرح مسلمان عورت پر بھی روزہ فرض ہے، البتہ حیض کے دوران اسے روزہ رکھنے سے مستثنیٰ قرار دیا جاتا ہے۔

روزہ ان اعمال سے ٹوٹ جاتا ہے:

- پانی یا کسی بھی دوسرے مائع کو پینا۔
- سگریٹ نوشی کرنا۔
- کھانا کھانا۔
- اپنا تھوک جان بوجھ کر نگلنا۔
- جان بوجھ کر قے کرنا۔

- جنسی تعلق قائم کرنا۔
- جنسی رابطے کے نتیجے میں جان بوجھ کر انزال کرنا۔
- نشہ کرنا۔

روزہ **فجر کے وقت** شروع ہوتا ہے، یعنی اس وقت جب بازو کے فاصلے پر سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے نمایاں طور پر الگ دکھائی دینے لگے۔ یہ روزہ اندھیرا چھا جانے تک جاری رہتا ہے، اور اس وقت اسی علامت کو الٹ طریقے سے دیکھا جاتا ہے۔

بیشتر اسلامی شہروں میں روزہ شروع ہونے اور ختم ہونے کا اعلان کرنے کے لیے توپ چلائی جاتی ہے۔

دلچسپ طور پر، دن کے روزے کے بعد رات کو اجتماعی تقریبات کے دوران بہت سے مسلمان معمول سے زیادہ کھانا کھاتے ہیں، جس کی وجہ سے رمضان کو بعض اوقات **"مہینۂ ضیافت"** بھی کہا جاتا ہے۔ اسلامی قانون مسلمانوں کو دن کے روزے کے کچھ حصے میں سونے کی اجازت دیتا ہے۔

چونکہ قمری سال شمسی سال سے چھوٹا ہوتا ہے، اس لیے رمضان کا روزہ سال کے کسی بھی موسم میں آ سکتا ہے۔ بیمار افراد پر روزہ رکھنا لازم نہیں ہوتا، لیکن دوسرے مسلمانوں پر لازم ہوتا ہے۔ شدید گرمی میں پورا دن کھانے اور پانی کے بغیر کام کرنا بہت مشکل ہو سکتا ہے۔

روزے سے متعلق دیگر احکام

- قرآن بعض حالات میں **حج** ("زیارت یا حج") کے متبادل کے طور پر روزہ رکھنے کا حکم دیتا ہے۔ (سورۃ البقرہ 2:196)
- کسی مومن کو غلطی سے قتل کرنے کے کفارے کے طور پر مسلسل **دو ماہ کے روزے** رکھنا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ (سورۃ النساء 4:92)
- اگر کوئی شخص اپنی قسم توڑ دے تو اسے کفارہ ادا کرنا ہوتا ہے۔

IV. زکوٰۃ ("مالی صدقہ / زکوٰۃ")

مسلمانوں کا چوتھا فرض **زکوٰۃ** ادا کرنا ہے، جسے مالی صدقہ یا زکوٰۃ کہا جاتا ہے۔ لفظ زکوٰۃ کا لفظی مطلب "پاک ہونا" ہے اور قرآن مجید میں بھی یہ لفظ بعض مقامات پر نیکی اور پاکیزگی کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔

غریبوں کو صدقہ دینا حضرت محمد ﷺ کے زمانے میں بھی رائج اور اس کی ترغیب دی جاتی تھی، اور آج بھی اسے ایک نیک عمل سمجھا جاتا ہے۔ صدقہ خوش حالی کے مختلف مواقع پر دیا جا سکتا ہے، مثلاً سفر سے واپسی، بچے کی پیدائش، شادی، عید اور دیگر تہواروں کے مواقع پر۔

بعض جگہوں پر اس عمل نے مسائل بھی پیدا کیے ہیں، مثلاً پیشہ ور بھکاریوں کا ایک طبقہ پیدا ہونا اور ضرورت مندوں اور جسمانی معذوری رکھنے والوں کے لیے باقاعدہ امدادی نظام کی حوصلہ شکنی ہونا۔ اگرچہ رضاکارانہ صدقہ عام ہے، لیکن بعض تعلیم یافتہ مسلمان شکایت کرتے ہیں کہ اس میں مناسب تنظیم و رابطے کی کمی بعض اوقات غربت اور ضرورت کے مسائل کو کم کرنے کے بجائے مزید بڑھا دیتی ہے۔

سورۃ التوبہ 9:60 کے مطابق زکوٰۃ دینا ایک لازمی فرض ہے۔ زکوٰۃ درج ذیل لوگوں کو دی جا سکتی ہے:

- غریبوں اور ضرورت مندوں کو۔
- ان لوگوں کو جو زکوٰۃ کے فنڈز کی انتظامی ذمہ داری انجام دیتے ہیں۔
- "ان لوگوں کو "جن کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرنا مقصود ہو۔
- قیدیوں اور قرض داروں کی رہائی یا مدد کے لیے۔
- اللہ کی راہ میں۔
- مسافروں کے لیے۔

زکوٰۃ کی مقدار مقرر کرنے کا نظام کافی پیچیدہ ہے۔

،شافعی فقہی مکتب کے مطابق صرف مسلمان زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ زرعی پیداوار، مثلاً کھجور انگور اور انجیر وغیرہ، پر دس فیصد زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، بشرطیکہ زمین بارش کے پانی سے سیراب ہوتی ہو۔ اگر آب پاشی کے ذریعے فصل اگائی جائے تو زکوٰۃ پانچ فیصد ہوتی ہے۔ دونوں صورتوں میں فصل کی کٹائی کے وقت زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہوتی ہے۔

مویشیوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ پورے ایک سال آزادانہ طور پر چر کر گزارہ کرتے رہے ہوں اور کام کے لیے استعمال نہ کیے گئے ہوں۔ پانچ اونٹ، بیس گائے یا چالیس بھیڑ یا بکریاں مسلسل ،ایک سال تک کسی شخص کی ملکیت میں ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔ نقد رقم سونے، چاندی یا تجارتی سامان کی فروخت سے حاصل ہونے والی آمدنی پر ڈھائی فیصد زکوٰۃ مقرر کی گئی ہے۔

وصیت کے ذریعے حاصل ہونے والی جائیداد، تحائف اور دیگر غیر محنتی آمدنی پر بھی مزید صدقات ادا کیے جا سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ مال دار مسلمان اکثر بڑی رقمیں اور جائیدادیں مذہبی و فلاحی اداروں، رفاہی تنظیموں اور مذہبی مقامات کے لیے وقف کرتے ہیں۔

کئی اسلامی ممالک میں ایسے ادارے حالیہ دور میں حکومت کے انتظام میں لے لیے گئے ہیں اور عوامی مفاد کے لیے ایک مخصوص سرکاری شعبے کے ذریعے چلائے جاتے ہیں۔

ابتدائی مسلم حکومتوں میں زکوٰۃ اکثر ٹیکس کی طرح جمع کی جاتی تھی۔ آج یہ طریقہ کم عام ہے، اور زیادہ تر زکوٰۃ ادا کرنا فرد کی ذمہ داری ہے۔ وہ اپنی زکوٰۃ اپنی پسند کے مطابق غریبوں، مسجد یا کسی مذہبی و فلاحی ادارے کو دے سکتا ہے۔

V. حج ("زیارت")

اسلام کا پانچواں رکن **حج** ہے، یعنی مکہ مکرمہ کی زیارت۔ ہر نیک مسلمان مرد یا عورت پر، جو جسمانی اور مالی طور پر اس سفر کی استطاعت رکھتا ہو، زندگی میں کم از کم ایک مرتبہ حج کرنا فرض ہے۔ (سورۃ آل عمران 3:97)

غلاموں، ذہنی طور پر بیمار افراد اور ایسے بے شوہر یا بے محرم خواتین کو، جن کے ساتھ شوہر یا قریبی رشتہ دار نہ ہو، اس فرض سے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے۔

حج کے ایام اسلامی قمری سال کے آخری مہینے **ذوالحجہ** کی پہلی سے بارہویں تاریخ تک ہوتے ہیں۔ مکہ مکرمہ میں ساتویں سے دسویں ذوالحجہ کے درمیان تین اہم دنوں کی مخصوص رسومات ادا کی جاتی ہیں۔ سال کے دوسرے اوقات میں بھی مکہ کی زیارت کی جا سکتی ہے، لیکن اسے حج کا وہی درجہ اور ثواب حاصل نہیں ہوتا۔

مکہ مکرمہ پہنچنے سے پہلے حاجی غسل یا وضو کے ذریعے طہارت حاصل کرتا ہے اور حج کا مخصوص لباس پہنتا ہے، جو دو بغیر سلے ہوئے کپڑوں پر مشتمل ہوتا ہے۔

اس کے بعد وہ **مسجد الحرام** جاتا ہے، مشہور **حجرِ اسود** کو بوسہ دیتا ہے اور کعبہ کے گرد سات چکر لگاتا ہے۔ تین چکر تیزی سے اور چار آہستہ کیے جاتے ہیں۔ اس دوران خصوصی دعائیں پڑھی جاتی ہیں۔

اس کے بعد حاجی **مقامِ ابراہیم** پر جاتا ہے اور وہاں نماز ادا کرتا ہے، پھر مقدس کنویں **زمزم** کا پانی پیتا ہے۔ اس کے بعد **صفا اور مروہ** کی پہاڑیوں کے درمیان سات مرتبہ چلتا یا دوڑتا ہے۔

اس کے بعد حاجی مکہ سے چند میل دور **عرفات** میں رات گزارتا ہے۔ پھر **منیٰ** میں جا کر تین ستونوں پر سات سات کنکریاں پھینکتا ہے، جنہیں پہلے ستون، درمیانی ستون اور بڑے شیطان کے ستون کے نام سے بیان کیا جاتا ہے۔

حج کی رسومات **عید الاضحیٰ** ("قربانی کی عید") کے موقع پر جانور کی قربانی کے ساتھ مکمل ہوتی ہیں۔ اس کے بعد بہت سے حاجی مدینہ منورہ جا کر حضرت محمد ﷺ کی قبر کی زیارت بھی کرتے ہیں۔

عمرہ ("چھوٹا حج")

مسلمان مکہ مکرمہ کی مختصر زیارت بھی کر سکتا ہے، جسے **عمرہ** یا "چھوٹا حج" کہا جاتا ہے۔

عمرہ کرنے والا سب سے پہلے کعبہ کی طرف جاتا ہے۔ وہ مسجد میں داخل ہو کر کعبہ کی دیوار میں نصب حجرِ اسود کے قریب پہنچتا ہے۔ پھر دائیں طرف سے کعبہ کے گرد سات چکر لگاتا ہے اور دورانِ طواف دعائیں پڑھتا ہے۔

طواف مکمل کرنے کے بعد وہ مقامِ ابراہیم کے پیچھے دو رکعت نماز ادا کرتا ہے، زمزم کا پانی پیتا ہے اور رخصت ہوتے وقت دوبارہ حجرِ اسود کو چھوتا یا بوسہ دیتا ہے۔

اس کے بعد وہ مسجد سے صفا کے دروازے سے نکل کر عمرہ کے دوسرے اہم عمل کے لیے **صفا اور مروہ** کے درمیان سعی کرتا ہے۔ وہ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان کل سات مرتبہ آتا جاتا ہے اور ہر مرتبہ دونوں مقامات پر دعائیں پڑھتا ہے۔ آخر میں وہ اپنے بال منڈواتا یا کٹواتا ہے۔

حج اور عمرہ کی بہت سی رسومات اسلام سے پہلے کے زمانے سے چلی آ رہی تھیں۔

VI. جہاد ("مقدس جنگ")

جہاد سے مراد اسلامی جنگ یا اسلامی جدوجہد کے تصور سے ہے۔ مسلمانوں کی ایک کلاسیکی تقسیم کے مطابق دنیا کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا ہے:

- **دار الاسلام** ("اسلام کا گھر")
- **دار الحرب** ("جنگ کا گھر")
- **دار الصلح** ("معاہدے یا صلح کا گھر")

دار الاسلام سے مراد وہ علاقے ہیں جو پہلے ہی مسلم حکومت کے زیرِ اقتدار ہوں، جہاں اسلامی احکام نافذ ہوں اور ایک مسلمان حکمران حکومت کرتا ہو۔ ان علاقوں کے باشندوں کی اکثریت مسلمان ہوتی ہے۔ جو غیر مسلم مسلم حکومت کی اطاعت قبول کر لیتے ہیں، ریاست ان کی جان و مال کی حفاظت کی ضمانت دیتی ہے، لیکن انہیں مکمل شہری حقوق حاصل نہیں ہوتے۔ ایسے غیر مسلموں میں بنیادی طور پر **اہلِ کتاب**، یعنی یہودی اور عیسائی شامل ہونے چاہئیں، نہ کہ بت پرست۔

کلاسیکی نظریے کے مطابق ایک مسلم ریاست مسلسل غیر مسلم دنیا کے ساتھ جنگ کی حالت میں رہتی ہے۔ تاہم جو علاقہ **دار الاسلام** نہیں رہتا، وہ اس وقت تک **دار الحرب** نہیں بنتا جب تک وہ کسی ایسے علاقے سے متصل نہ ہو جو دار الحرب ہو۔

جب کوئی مسلم ملک دار الحرب بن جاتا ہے تو اس نظریے کے مطابق تمام مسلمانوں کو وہاں سے نکل جانا چاہیے۔ اگر کوئی بیوی اپنے شوہر کے ساتھ جانے سے انکار کرے تو اسے طلاق دینے کا ذکر بھی بعض فقہی احکام میں ملتا ہے۔

اسلامی فقہ کے بعض مکاتب ایک تیسری حیثیت، یعنی **دار الصلح** یا "دار الاتفاق"، کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ اس سے مراد ایسا غیر مسلم ملک ہے جو اسلام کے ساتھ خراج یا معاہدے کے تعلق میں ہو۔ غالباً اس تصور کی ایک تاریخی مثال حضرت محمد ﷺ اور نجران کے عیسائیوں

کے درمیان معاہدہ تھا، جس میں خراج، یعنی **جزیہ** کی ادائیگی کے بدلے ان کی حفاظت کی ضمانت دی گئی تھی۔

جہاد کی ذمہ داری

کلاسیکی نظریے کے مطابق جہاد ایک عمومی ذمہ داری ہے، اگرچہ اگر برادری کے چند نمائندہ افراد اسے انجام دے دیں تو باقی افراد سے یہ ذمہ داری ساقط ہو سکتی ہے۔ اس تصور میں جہاد اس وقت تک جاری رہنے کی بات کی گئی ہے جب تک پوری دنیا مسلمان نہ ہو جائے۔

ماضی میں خلیفہ، جو اسلامی ایمان کا محافظ سمجھا جاتا تھا، کی ذمہ داری تھی کہ وہ ہر سال اپنی فوج کو متحرک کرے اور اگر کامیابی کا امکان ہو تو غیر مسلم قوم کے خلاف جنگ شروع کرے۔ خلفائے اسلام اپنے ہمسایہ ممالک کے ساتھ جو معاہدے کرتے تھے، انہیں عارضی جنگ بندی سمجھا جاتا تھا۔ مستقل بین الاقوامی معاہدوں کا امکان بعد میں سیکولر ترک جمہوریہ کے قیام کے بعد پیدا ہوا۔

قرآن میں دشمنوں کے بارے میں بیان

سورۃ المائدہ 5:33 میں کہا گیا ہے:

"جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کی سزا یہی ہے کہ انہیں قتل کیا جائے، یا سولی دی جائے، یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیے جائیں، یا انہیں ملک سے نکال دیا جائے۔ یہ دنیا میں ان کے لیے رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بڑا عذاب ہے۔"

اس کے علاوہ، جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، قرآن کی بعض آیات مسلمانوں کو یہودیوں اور عیسائیوں کو دوست بنانے سے روکتی ہیں۔ غیر مسلموں کے بارے میں یہ بداعتمادی قرآن کے بعض دیگر مقامات پر بھی نمایاں ہے، مثلاً **سورۃ آل عمران 3:118** اور **سورۃ المائدہ 5:51**۔

جہاد کے تصور کے پس منظر میں اس طرح کی عدم رواداری بعض تفسیروں میں مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان اعتماد پر مبنی تعلقات کو مشکل قرار دیتی ہے۔

تاہم جدید مفکرین اس بات کی طرف توجہ دلاتے ہیں کہ قرآن کے دیگر مقامات پر یہودیوں اور عیسائیوں کے بارے میں مثبت انداز میں بھی گفتگو کی گئی ہے۔ یہ بات درست ہے۔ البتہ بعض روایتی اسلامی علما کا عقیدہ ہے کہ بعد میں نازل ہونے والی بعض سخت آیات نے پہلے کی آیات کو **منسوخ** یا ان کی جگہ لے لی۔

اسلامی تعلیم کے مطابق یہودیت اور عیسائیت کے بعد خدا کی آخری وحی اسلام کی صورت میں نازل ہوئی۔ اس تصور کے مطابق مسلمان آخری اور مکمل ہدایت کے حامل ہیں، اور کلاسیکی اسلامی نظریے میں جہاد کو اسی عقیدے کے عملی اظہار کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

باب 7
اسلامی فرقے

:اس متن کا اردو ترجمہ

اس کتاب میں اب تک ہم نے زیادہ تر سنی اسلام پر گفتگو کی ہے، کیونکہ دنیا کے مسلمانوں سے مراد ''زندگی گزارنے کا **(Sunna)** کی اکثریت سنی مسلمانوں پر مشتمل ہے۔ لفظ **سنت** راستہ اور طریقہ؛ رواج، خصوصاً حضرت محمد ﷺ کا وہ طریقہ جو احادیث کے ذریعے منتقل ہوا'' ہے۔ سنی مسلمان وہ لوگ ہیں جو سنت کو قبول کرتے ہیں اور خلفائے راشدین کے تاریخی سلسلۂ خلافت کو تسلیم کرتے ہیں۔ تاہم، اسی بنیادی پس منظر سے وابستہ کم از کم دو مزید اہم روایات بھی ہیں—**شیعہ اور صوفی**۔

I. شیعہ مسلمان

سنی اور شیعہ مسلمانوں کے درمیان بعض واضح اختلافات ہیں۔ شیعہ مسلمان احادیث کے پانچ مختلف مجموعوں کو تسلیم کرتے ہیں اور اپنی عقیدت میں حضرت محمد ﷺ کی بیٹی حضرت فاطمہؓ اور ان کے بیٹے حضرت حسینؓ کو بھی خصوصی اہمیت دیتے ہیں۔ اس کے باوجود دونوں گروہوں کے درمیان بہت سے معاملات میں اتفاق پایا جاتا ہے۔ دونوں ایمان اور عملی زندگی کے معاملات میں قرآن کو مستند اور بنیادی ماخذ مانتے ہیں۔ دونوں بہت سے یکساں رسوم و روایات کو اہمیت دیتے ہیں اور دونوں حضرت محمد ﷺ کی یاد اور شخصیت کا احترام کرتے ہیں، جنہیں وہ اپنے مذہب کے بانی مانتے ہیں۔

ان کے درمیان تاریخی علیحدگی کی جڑیں حضرت محمد ﷺ کی ازواج کے درمیان حسد اور باہمی اختلافات میں تلاش کی جاتی ہیں (دیکھیے سورۃ 33:28-34)۔ حضرت محمد ﷺ کو اپنے چچا زاد بھائی اور داماد حضرت علیؓ سے بہت محبت تھی، اور حضرت علیؓ نے بھی اسلام کی خاطر وفاداری اور بہادری کے ذریعے اس محبت کا حق ادا کیا۔ ایک موقع پر حضرت محمد ﷺ نے حضرت علیؓ کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا: **''علی کو دیکھنا عبادت ہے۔ میں شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔''**

حضرت محمد ﷺ کی وفات کے بعد تشدد پھوٹ پڑا۔ مسلمانوں نے غیر مسلم علاقوں پر حملے کیے اور اسلام کی تیز رفتار توسیع کے لیے جنگیں لڑیں، لیکن خود اسلام اندرونی اختلافات کا شکار ہو گیا۔ چار خلفاء میں سے تین قتل کر دیے گئے۔ حضرت عائشہؓ، جو حضرت محمد ﷺ کی محبوب زوجہ تھیں، نے پہلے حضرت عثمانؓ اور پھر حضرت علیؓ کے خلاف سازش کی۔ جب حضرت علیؓ نے اپنے پیروکاروں کو جہاد کی حمایت کے لیے بلایا تو وہ ان کی جارحیت کو غیر مسلموں کے خلاف نہیں بلکہ اپنے ہی مسلمان بھائیوں کے خلاف استعمال کر رہے تھے۔

حضرت علیؓ کا مرکز کوفہ، عراق میں تھا۔ بعد میں یہ مقام شیعیت کا ایک اہم مرکز بن گیا۔ جب حضرت علیؓ 661ء میں قتل ہوئے تو ان کے بیٹے حضرت حسینؓ نے انتقام لینے کے لیے حملے کی تیاری کی۔ انہوں نے مکہ سے اہلِ کوفہ کو مدد کے لیے خط لکھا۔ انہوں نے مدد سے انکار کر دیا۔ چنانچہ حضرت حسینؓ ایک مختصر لشکر کے ساتھ نکلے اور دریائے فرات کے کنارے کربلا میں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ یہ واقعہ 10 محرم 680ء کو پیش آیا، جو آج بھی شیعہ مسلمانوں کے لیے روزہ اور سوگ کا دن ہے۔ اگرچہ اس وقت حضرت حسینؓ کی شہادت کی سیاسی اہمیت زیادہ نہیں تھی، لیکن بعد میں ان کی شہادت ان کے مقصد کے لیے ایک اہم محرک ثابت ہوئی۔

اس تحریک کو کم از کم تین ناموں سے پکارا گیا: **اہل البیت** (حضرت محمد ﷺ کے خاندان کی جماعت)، **امامیہ** (رہنماؤں کے پیروکار)، اور **اثنا عشریہ** یا **بارہ اماموں والے**، جو ان بارہ اماموں کی طرف اشارہ ہے جن کی شیعہ مسلمان تعظیم کرتے ہیں۔

—کئی اہم خصوصیات شیعہ مسلمانوں کو اکثریتی سنی مسلمانوں سے ممتاز کرتی ہیں **حکمرانی، نسل، رازداری، مسیحائیت/مہدویت اور عقیدہ۔**

1. حکمرانی

سنی اور شیعہ مسلمانوں کے درمیان ابتدائی اختلاف بنیادی طور پر سیاسی تھا—یعنی اسلامی قوم پر حکمرانی کون کرے؟ کیا خلفاء کا تقرر موروثی بنیادوں پر ہونا چاہیے؟ کیا جانشینی صرف ممتاز مکہ کے خاندانوں تک محدود ہونی چاہیے یا ہر نیک مسلمان کو اس منصب کے حصول کا حق ہونا چاہیے؟

شیعہ نقطۂ نظر کے مطابق روحانی اور دنیاوی دونوں قیادتیں حق کے طور پر حضرت علیؓ کے خاندان سے تعلق رکھتی تھیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے جانشینی حضرت علیؓ کو منتقل کی اور پھر یہ سلسلہ حضرت علیؓ کی اولاد میں جاری رہا۔ حضرت علیؓ کے بیٹے حضرت فاطمہؓ کے ذریعے نبی ﷺ کے نواسے تھے۔ ایک الٰہی مشعل حضرت محمد ﷺ سے منتقل ہو کر حضرت علیؓ کی نسل کے ائمہ تک پہنچی۔

الغزالی نے حضرت محمد ﷺ کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے: **"اے علی! تم میرے لیے وہی حیثیت رکھتے ہو جو ہارون کو موسیٰ کے لیے حاصل تھی۔"** تاہم، حقیقت میں یہ حدیث موروثی جانشینی کے اصول کو ثابت نہیں کرتی، لیکن یہ عقیدہ شیعہ فکر میں مضبوطی سے قائم ہو گیا۔

شیعہ مسلمانوں کو **اثنا عشری** اس لیے کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ کو مستند سلسلے کے بارہ ائمہ میں پہلا امام سمجھا جاتا ہے۔ ان کے بڑے بیٹے حضرت حسنؓ، جنہیں ان کی ایک زوجہ نے زہر دیا، دوسرے امام بنے۔ ان کے بعد حضرت حسینؓ تیسرے امام بنے، جن کی کربلا میں شہادت اس تحریک کے پہلے عظیم شہید کی حیثیت اختیار کر گئی۔ اس کے بعد سلسلہ حضرت حسینؓ کے بیٹے علیؓ (چوتھے امام) اور ان کے پوتے محمد (پانچویں امام) کے ذریعے جاری ہونا تھا۔

لیکن ایک پیچیدگی پیدا ہوئی۔ امام محمد، حضرت علیؓ کے دوسرے بیٹے تھے، جبکہ ان کے بڑے بھائی زید اپنے والد سے پہلے وفات پا چکے تھے۔ جب محمد کو امام مقرر کیا گیا تو شیعوں کے ایک گروہ نے، جو سمجھتا تھا کہ جانشینی صرف بڑے بیٹے کے ذریعے ہونی چاہیے، علیحدگی اختیار کی اور ایک الگ گروہ تشکیل دیا جسے **زیدی یا پنج امامی** کہا گیا۔ زید کی کوئی اولاد نہیں تھی، اس لیے پنج امامیوں کا عقیدہ تھا کہ زید ہی حقیقی پانچویں اور آخری امام تھے۔

ایک نسل بعد اسی طرح کا ایک اور اختلاف پیدا ہوا۔ چھٹے امام جعفر، جو محمد کے جانشین تھے، ان کا ایک بیٹا بھی ان سے پہلے وفات پا گیا۔ ایک دوسرے گروہ نے اس وفات یافتہ بیٹے اسماعیل کو ساتواں امام تسلیم کیا اور خود کو **اسماعیلی** کہا۔

دوسری طرف مرکزی شیعہ تحریک میں جعفر کے زندہ بچ جانے والے بیٹے موسیٰ ساتویں امام بنے۔ ان کے بعد رضا آٹھویں امام بنے، جو مشہد میں شہید ہوئے، جو بعد میں زیارت کا اہم مقام بن گیا۔ اس کے بعد الجواد، النقی اور العسکری بالترتیب نویں، دسویں اور گیارہویں امام بنے۔ ان میں سے تقریباً سبھی کو ان کے سنی مخالفین نے قتل یا زہر دے دیا۔

لیکن بارہویں امام کے ساتھ ایسا نہیں ہوا۔ اماموں کے سلسلے کو مکمل کرنے والے محمد المہدی تقریباً 880ء میں نظروں سے غائب ہو گئے۔ اس طرح **متوقع شخصیت، المنتظر** کی روایت وجود میں آئی۔ عقیدے کے مطابق وہ قیامت کے قریب واپس آئیں گے۔ انہیں **امام الزمان** (زمانے کا رہنما) اور **حجة الله** (اللہ کی نشانی یا دلیل) کے القاب بھی دیے گئے ہیں۔

2. نسل

ابتدائی دور میں زیادہ تر شیعہ عرب تھے۔ تاہم، غیر عرب لوگوں کی بڑھتی ہوئی تعداد اسلام قبول کر رہی تھی۔ ان لوگوں کو **موالی** کہا جاتا تھا۔ ان کی عبادت کی زبان عربی تھی، لیکن انہوں نے اپنی نسلی شناختیں، جیسے آرامی، کلدانی اور فارسی، برقرار رکھیں۔

عربوں نے فتح کیے گئے علاقوں کی معیشت پر کنٹرول قائم رکھا اور ایک ٹیکس عائد کیا۔ بدعنوان ٹیکس وصول کرنے والے لوگوں کا استحصال کرتے تھے، جبکہ تابع صوبوں کے گورنر بھی عوام پر ظلم کرتے تھے۔ بہت سے موالی ان ناانصافیوں کے خلاف احتجاج کے طور پر شیعہ گروہ میں شامل ہو گئے۔

یہ ایک وجہ تھی کہ شیعیت رفتہ رفتہ فارس اور جنوبی عراق کا قومی مذہب بن گئی۔ ایک اور وجہ یہ تھی کہ روایتی سنی اسلام فارسی مزاج کے لیے زیادہ کشش نہیں رکھتا تھا۔ فارسی مزاج فن، تصوف اور پوشیدہ/باطنی امور کی طرف زیادہ مائل تھا۔ شہداء اور بزرگوں کی اہمیت کے باعث شیعیت نے مسلم معاشرے کے اس غیر مطمئن طبقے کو اپنی طرف متوجہ کیا۔

شیعہ مسلمانوں کی بڑی تعداد لبنان میں بھی پائی جاتی ہے—جن کے بارے میں متن کے مطابق غالباً عرب نسل سے تعلق نہیں تھا—اور اس کے علاوہ ہندوستان اور پاکستان میں بھی شیعہ آبادی موجود ہے۔

3. رازداری (Secrecy)

شیعہ اسلام میں ایک خاص قسم کے **باطنی علم (Esoteric Knowledge)** کا تصور پایا جاتا ہے، جسے صرف منتخب اور خاص افراد ہی ایک دوسرے کے ساتھ بانٹ سکتے ہیں۔ شیعہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت فاطمہؓ—رسول اللہ ﷺ کی بیٹی اور حضرت علیؓ کی زوجہ—کو ایک خصوصی وحی عطا کی تھی۔ وہ یہ بھی توقع رکھتے ہیں کہ آخری امام کائنات کے تمام رازوں سے واقف ہوں گے اور کائنات کے بھیدوں کو ظاہر کریں گے۔

وہ ائمہ کے بارے میں یہ بھی مانتے ہیں کہ انہیں تشریح اور تاویل کی خصوصی صلاحیت حاصل ہے۔ ایران کے آیت اللہ خمینی نے عوام کے سامنے اللہ اور اس کے انبیاء کے ارادوں اور ذہن کی تشریح کرنے کا دعویٰ کیا، جسے مصنف ایک ایسے مذہبی پیشوا سے تشبیہ دیتا ہے جسے ناقابلِ خطا سمجھا جائے۔

شیعہ اسلام کے بارے میں کتاب کا دعویٰ ہے کہ قرآن کے متن میں بعض ایسے الفاظ شامل کیے گئے ہیں جو حضرت علیؓ اور ان کے خاندان کے مقام کو بڑھاتے ہیں۔ مثال کے طور پر، سورۃ 4:166 میں ہے: **''اللہ گواہی دیتا ہے جو اس نے اپنے علم سے آپ پر نازل کیا۔''** مصنف کے مطابق شیعہ اس میں **''حضرت علی کے بارے میں''** کا اضافہ کرتے ہیں۔

سورۃ 5:67 میں ہے: **''اے رسول! جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے اسے پہنچا دو۔''** مصنف کے مطابق شیعہ اس میں **''حضرت علی کے بارے میں''** کا اضافہ کرتے ہیں۔

سورۃ 3:110 میں ہے: **''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے نکالی گئی۔ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو۔''** مصنف کے مطابق شیعہ یہاں **''امت (Ummah)''** کی جگہ **''ائمہ (A'immah)''** استعمال کرتے ہیں۔ مصنف ان تبدیلیوں کو بے بنیاد قرار دیتا ہے۔

آج **اسماعیلی** اور **دروز** شیعہ روایت کے اندر رازداری رکھنے والے گروہوں کی نمایاں مثالوں کے طور پر پیش کیے جاتے ہیں۔ اسماعیلی فکر میں ایرانی نظریۂ فیض کے ساتھ بعض عرفانی اور مانوی تصورات بھی شامل ہوئے، جن سے اشرافیہ کو فائدہ پہنچنے کی بات کی گئی ہے۔

اسماعیلیوں میں **عدد سات** کو خاص مذہبی اہمیت حاصل ہوئی۔ اسماعیلی سات تشریعی انبیاء کو تسلیم کرتے ہیں: **آدم، نوح، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، محمد اور محمد التام**۔ اسی طرح وہ کائناتی نظام کے نزولی سلسلے کے سات درجات بیان کرتے ہیں: **اللہ، کلی عقل، کلی روح، اولین مادہ، مکان، زمان اور عالم**۔

قَرمطیوں، جو ایک متعلقہ فرقہ تھا، کے بارے میں بھی کتاب میں اجتماعی مذہبی دعوتوں اور مذہبی تربیت کے سات درجات کا ذکر کیا گیا ہے۔

دروز اپنے نظریات کے لیے **حاکم** سے متاثر ہوئے، جو فاطمی حکمران تھا اور جس کے بارے میں کتاب بیان کرتی ہے کہ وہ پاگل ہو گیا اور اس نے خود کو اللہ قرار دیا۔ دروز اپنی جماعت کو

جو اسرار کے حامل سمجھے جاتے ہیں، اور ،**(Uqqal)** دو طبقوں میں تقسیم کرتے ہیں: **عُقّال** یعنی ''جاہل'' یا ''ناواقف'' افراد۔ کتاب اسے ایک باطنی طبقاتی تقسیم قرار ،**(Juhhal) جُہّال** دیتی ہے۔

4. مہدویت (Messianism)

مسیحیوں کے لیے شیعہ مذہب کی یہ خصوصیت بعض اوقات سب سے زیادہ قابلِ توجہ سمجھی جاتی ہے۔ شیعہ مسیحا کو بعض اوقات **مہدی** کہا جاتا ہے۔ یہ تصور مجموعی طور پر امامت کے نظام میں پایا جاتا ہے، خصوصاً پہلے امام، تیسرے امام اور آخری امام کے حوالے سے۔

ان تینوں میں ایک ایسے مسیحا کی خصوصیات دیکھی جاتی ہیں جسے قبول کیا گیا ہو۔ شہید مہدی کو ایک غیر معمولی، مثالی اور رومانوی شخصیت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، جس کے لیے عقیدت تقریباً عبادت کی حد تک پہنچ جاتی ہے۔ اسے اپنی قوم کے لیے قربانی دینے والے ایسے مظلوم کے طور پر بھی پیش کیا جاتا ہے جس نے تکلیف، آزمائش اور موت برداشت کی۔ آخرکار وہ زمین پر واپس آئے گا اور شفاعت کرنے والے، ثالث یا حتیٰ کہ نجات دہندہ کے طور پر کردار ادا کرے گا۔

شیعہ کے بعض فرقے اپنے امام کو الٰہی فطرت میں شریک سمجھتے ہیں۔ بارہویں امام کا پراسرار طور پر غائب ہو جانا، جسے **غیبت** کہا جاتا ہے، امامت کے بارے میں صدیوں سے قائم اسرار کے تصور کو مزید گہرا کرتا ہے۔

شیعہ کے بعض انتہائی گروہوں کے بارے میں کتاب کا دعویٰ ہے کہ وہ اس حد تک جاتے ہیں کہ حضرت علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرت حسینؓ کو حضرت آدمؑ سے پہلے پیدا شدہ قرار دیتے ہیں۔ ازلی وجود اور نیم الوہی حیثیت کے یہ تصورات ایک ایسے مسیحا کے تصور سے مطابقت رکھتے ہیں جو الٰہی رہنمائی کا حامل ہو۔

مسیحا کو قربانی دینے والے مظلوم اور شہید کے طور پر سب سے زیادہ حضرت حسینؓ سے منسوب کیا جاتا ہے، اور اسی سے **عاشورا** کی شیعہ روایت وابستہ ہے۔

محرم کے آغاز میں، جو اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے، شیعہ مسلمان حضرت حسینؓ کی کربلا میں شہادت کی یاد میں دس دن تک سوگ مناتے ہیں۔ وہ ان کی شہادت کے واقعات کو ڈرامائی انداز میں پیش کرتے ہیں اور ان کی آزمائش، صحرا میں مشکلات، بہادری اور المناک انجام کو یاد کرتے ہیں۔

کتاب میں بیان کیا گیا ہے کہ بعض عزادار اپنے جسموں کو زخمی کرتے ہیں اور خون بہاتے ہوئے جلوس نکالتے ہیں۔ اسے گناہوں کے کفارے کا دن قرار دیا گیا ہے، تاہم دشمن کے لیے معافی کے تصور کو اس سے الگ رکھا گیا ہے۔

حضرت حسینؓ کی شہادت سے متعلق مرثیوں میں شیعہ جذبات کی شدت نمایاں ہوتی ہے۔ ان میں حضرت حسینؓ کی طرف یہ الفاظ منسوب کیے گئے ہیں کہ وہ اپنے لوگوں کی نجات کے لیے قربانی دے رہے ہیں اور قیامت کے دن ان کے شفیع ہوں گے۔

اس طرح حضرت حسینؓ کو ایک **کفارہ دینے والے** کے مرتبے تک بلند کر دیا گیا ہے۔ مصنف کے مطابق انسانی ذہن میں خدا اور انسان کے درمیان ایک واسطے یا ثالث کی ضرورت کا تصور کسی نہ کسی شکل میں سامنے آتا ہے—چاہے کربلا کی روایت میں ہو یا گولگوٹھا کی تاریخ میں۔

بخاری میں ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا کہ **مہدی میری اولاد میں سے ہوگا اور سات دن تک سب پر حکومت کرے گا۔**

آخری امام **المُنتَظَر** (جس کا انتظار کیا جاتا ہے) بغداد کے قریب ایک کنویں کے پاس سے غائب ہو گئے۔ شیعہ عقیدے کے مطابق وہ اب بھی زندہ ہیں اور قیامت کے دن ظاہر ہوں گے۔

ابن خلدون نے ذکر کیا ہے کہ ان کے زمانے میں عقیدت مند لوگ اس کنویں کے پاس جمع ہو کر غائب امام سے ظاہر ہونے کی درخواست کرتے تھے۔

شیعہ روایت میں مزید بیان کیا گیا ہے کہ جب **غیبتِ کبریٰ** ختم ہوگی تو مہدی اور حضرت عیسیٰؑ، دو پاکیزہ ہستیاں، دجال کو شکست دیں گے اور دنیا حقیقی مذہب کے دائرے میں داخل ہو جائے گی۔

5. عقیدہ پرستی (Dogmatism)

شیعہ اور سنی مسلمانوں کے درمیان عقیدے کے حوالے سے تین بڑے اختلافات بیان کیے جاتے ہیں:

- **امام کا کردار**

سنی مسلمانوں کے نزدیک امام جماعت کی نماز میں لوگوں کی امامت کرنے والا رہنما ہوتا ہے۔ حدیث کے الفاظ میں: **''جو شخص اللہ کی کتاب سے سب سے زیادہ واقف ہو، وہ لوگوں کی امامت کرے۔''**

شیعہ مسلمانوں میں امام کا مقام اس سے آگے بڑھ کر عقیدت کا موضوع بن گیا ہے اور اسے نیم الوہی حیثیت دی گئی ہے۔ ان کے عقائد میں یہ شامل ہے کہ تمام ائمہ ازل سے موجود نور سے پیدا کیے گئے اور انہیں گناہ اور خطا سے محفوظ رکھا گیا۔

جہاں سنی نقطۂ نظر میں نئی وحی یا نئی حقیقت کے ظاہر ہونے کا تصور نہیں کیا جاتا، وہاں شیعہ عقیدے کے مطابق نئی حقیقت اب بھی ائمہ کے کسی نمائندے تک پہنچ سکتی ہے، جیسا کہ آیت اللہ خمینی کے بارے میں بعض لوگوں کا عقیدہ تھا۔

- **تقیہ (Taqiyyah) — مذہبی مصلحت**

شیعہ ایک مذہبی اصول **تقیہ** کو تسلیم کرتے ہیں، جسے یہاں ''مذہبی پردہ پوشی'' یا مصلحتاً ظاہری طور پر مختلف موقف اختیار کرنا'' کہا گیا ہے۔ اس اصول کے مطابق، ظلم''

و ستم یا شدید دباؤ کے وقت کوئی شیعہ شخص نقصان سے بچنے کے لیے اپنے مذہبی موقف سے وقتی طور پر سمجھوتہ کر سکتا ہے یا اپنے عقیدے سے انکار ظاہر کر سکتا ہے۔

• **''عارضی نکاح'' — (Mut'a Marriages) متعہ کی شادیاں**

سنی اور شیعہ مسلمانوں کے درمیان نکاح کے قوانین میں بعض تفصیلات مختلف ہیں۔ سب سے نمایاں فرق یہ بیان کیا جاتا ہے کہ شیعہ فقہ میں ایک مرد اور عورت کے درمیان ایک **مقررہ مدت کے لیے عارضی نکاح** کی اجازت ہے، جس کے لیے گواہوں کی موجودگی ضروری نہیں سمجھی جاتی۔

متعہ کا مطلب ''فائدہ اٹھانا'' یا ''لذت حاصل کرنا'' ہے۔ اس نکاح میں فریقین پہلے سے ایک مدت مقرر کرتے ہیں اور مدت پوری ہونے پر نکاح کا تعلق خود بخود ختم ہو جاتا ہے۔

کتاب میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے متعہ کی اجازت دی تھی، لیکن سنی مسلمان اس دعوے سے اختلاف کرتے ہیں۔ مصنف سورۃ النساء 4:24 کو اس بحث سے متعلق ،بیان کرتا ہے۔ اس آیت کے ایک حصے کا مفہوم ہے کہ جن عورتوں سے تم فائدہ حاصل کرو انہیں ان کا مقررہ حق ادا کرو، اور باہمی رضامندی سے اس کے بعد جو طے ہو اس میں کوئی گناہ نہیں۔

کتاب کے مطابق متعہ کے لیے مدت پہلے سے مقرر کی جاتی ہے اور مدت ختم ہونے پر ازدواجی تعلق ختم ہو جاتا ہے۔ مصنف اسے ''سہولت پر مبنی نکاح'' قرار دیتا ہے اور اس کے غلط استعمال کے امکانات کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

II. تصوف (Sufism)

تصوف سے مراد **محبتِ وحدانی کے ذریعے اللہ کی معرفت حاصل کرنا** ہے۔

صوفیوں کے مطابق اللہ کے بارے میں محض عقلی یا علمی معلومات انسان کی روح کی تشنگی کو پورا نہیں کرتیں۔ اس لیے وہ رسمی عقیدے یا صرف عقلی گفتگو سے آگے بڑھ کر ایک روحانی سفر اختیار کرتے ہیں جسے **''صوفیانہ راستہ (Mystic Path)''** کہا جاتا ہے۔

جس طرح نمک کا ایک ذرہ سمندر میں گر کر سمندر میں تحلیل ہو جاتا ہے، اسی طرح صوفی یہ توقع رکھتا ہے کہ وہ ایسی ہستی کی عظمت میں تحلیل ہو جائے گا جسے وہ مختلف ناموں سے پکارتا ہے۔ وہ اپنی انفرادی ذات کے مٹ جانے اور ایک ہمہ گیر وحدت میں شامل ہونے کی خواہش رکھتا ہے؛ یعنی اپنی ذاتی زندگی کو وحدانی محبت میں ضم کرنا چاہتا ہے۔

اسلام کے اندر اور اسلام سے باہر بھی بہت سے روحانی اور صوفیانہ راستے موجود ہیں۔ دوسرے مذاہب کے صوفیانہ مزاج رکھنے والے لوگوں کے ساتھ مل کر صوفی بھی اس راستے کی تلاش کرتے ہیں جو **وحدت اور روحانی مسرت** کی طرف لے جائے۔

1. تصوف کی ابتدا اور اثرات

یہ بات یقینی طور پر معلوم نہیں کہ روایتی اسلامی تعلیمات نے تصوف کو کس حد تک متاثر کیا اور عیسائیت نے اس پر کس حد تک اثر ڈالا۔

سے نکلا ہے۔ یہ اس کھردرے اون کے **(Wool)** غالباً عربی لفظ **صوف (Sufi)** لفظ **صوفی** لباس کی طرف اشارہ ہے جو ابتدائی صوفی زاہد پہنا کرتے تھے۔ اگرچہ اس لفظ کی دوسری ،تشریحات بھی پیش کی گئی ہیں، لیکن وہ کم قابلِ قبول سمجھی جاتی ہیں۔ مثلاً **صفا (پاکیزگی)** ،**صفہ** (مدینہ کی پہلی مسجد میں عبادت گزاروں کی ایک صف کے لیے استعمال ہونے والا لفظ) **(حکمت)**۔ **Sophos** یا حتیٰ کہ یونانی لفظ

دوسرے پہلوؤں سے بھی ابتدائی تصوف پر عیسائی رہبانیت کا اثر دکھائی دیتا ہے، اگرچہ اسلامی روایت یہ کہتی ہے کہ **''اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔''**

صوفیوں نے مخصوص دعاؤں اور اذکار کی مسلسل تلاوت کو اپنایا۔ انہوں نے خانقاہی طرزِ زندگی سے ملتا جلتا معمول اختیار کیا اور تجرد و ترکِ ازدواج کو بھی پسند کیا۔ البصری نے لکھا:

''جب اللہ اپنے بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے تو اسے خاندان اور اولاد میں مشغول نہیں ہونے دیتا۔''

یعنی کھانے سے **(Asceticism)** تاہم تصوف نے مختلف شکلیں اختیار کیں اور یہ صرف **زُہد** پرہیز، اللہ کے سامنے خاموشی اختیار کرنے اور دنیاوی معاشرے سے کنارہ کشی تک محدود نہیں رہا۔

بعض صوفیوں نے **فقیر** کی غربت اختیار کی، یعنی نہ کسی چیز کے مالک بننے کی خواہش رکھی اور نہ کسی چیز کو اپنا مالک بننے دیا۔

دوسرے صوفیوں نے زہد اور فقر دونوں راستے اختیار کیے، لیکن ان کا اصرار تھا کہ تصوف کی اصل حقیقت کچھ اور ہے، جبکہ زہد اور فقر صرف اس روحانی سفر کا ابتدائی مرحلہ ہیں۔

2. تصوف کے بانی اور ابتدائی رہنما

تقریباً 700ء میں ہی اسلامی روایت میں ایسے عبادت گزار لوگ موجود تھے جو اللہ کے سامنے اپنی توبہ اور عقیدت کے اظہار کے لیے کھردرے اون کے کپڑے پہنتے تھے۔ تقریباً ایک صدی بعد عراق میں صوفیوں کے ایک گروہ کا ذکر ملتا ہے جسے صوفیہ کہا جاتا تھا۔ تقریباً 900ء میں بغداد میں صوفیانہ فکر رکھنے والے درویشوں کی ایک جماعت پروان چڑھی، جس میں عظیم صوفی الجنید بھی شامل تھے۔

وقت کے ساتھ تصوف میں تبدیلیاں آئیں۔ ابتدائی دور میں، جب رہبانیت کا غلبہ تھا، صوفی اپنی امید اور توجہ آخرت پر مرکوز رکھتے تھے۔ بعد کے دور میں، جب تصوف وحدت الوجودی روحانیت کی طرف بڑھا، تو انہوں نے ایسی روحانی سرشاری کی تلاش شروع کی جو موجودہ زندگی میں خدا کے ساتھ اتحاد کے ذریعے حاصل ہو سکتی تھی۔ ان دونوں ادوار کے درمیان ایک عبوری دور بھی معلوم ہوتا ہے۔

''ابتدائی توحید پرست صوفی دارانی نے کہا: ''غور و فکر اپنے نفس کو تکلیف دینے کا پھل ہے۔ بعد میں وحدت الوجود کے علمبردار رومی نے کہا: ''اپنے جسم کو مجاہدے میں ڈال، اپنے گوشت کو درد سے گھلا دے... تم اللہ کی وحدانیت کو اپنا حاصل پاؤ گے۔'' ان دونوں صوفی مفکرین میں کم از کم ایک بات پر اتفاق نظر آتا ہے۔

بڑی حد تک تصوف اسلام میں رائج روایتی مذہبی نظام کے خلاف ایک ردِعمل کی حیثیت رکھتا ہے۔ جب روایتی مسلم علما نے اپنے مذہبی و کلامی نظام تشکیل دیے تو خدا کا تصور زیادہ سے زیادہ مجرد اور غیر شخصی ہوتا گیا۔ درحقیقت روایتی اسلام اللہ کے لیے شخصی حیثیت کے تصور کو پسند نہیں کرتا۔ اس کے برعکس، ابتدائی صوفی اپنے رب کے ساتھ ایک گرمجوش اور قریبی تعلق کا مشتاق تھا اور اسے قرآن کی بعض آیات میں اپنی اس امید کے لیے بنیاد ملتی تھی، مثلاً: ''جو لوگ ایمان لائے ہیں وہ اللہ سے سب سے بڑھ کر محبت کرتے ہیں'' (سورۃ 2:165)، اور ''اللہ عنقریب ایسے لوگوں کو لائے گا جن سے وہ محبت کرتا ہوگا اور وہ اس سے محبت کرتے ہوں گے، مومنوں کے لیے نرم اور کافروں کے مقابلے میں سخت، اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے'' (سورۃ 5:54)۔

مسلم دور کی دوسری اور تیسری صدی میں عرب اپنی کامیابیوں کے فوائد حاصل کر رہے تھے۔ خلفاء عیش و عشرت کی زندگی گزارتے تھے، جبکہ فراوانی اور مرتبے کی خواہش نے غور و فکر کے لیے بہت کم وقت چھوڑا تھا۔ چنانچہ مسلم مشرق کے بہت سے علاقوں میں اس کے خلاف ایک ردِعمل پیدا ہوا، جس نے لوگوں کو معاشرے میں پھیلی ہوئی بدعنوانی سے دور کر کے پاکیزہ زندگی کی طرف متوجہ کیا۔

3. خوف سے محبت تک

لوگ دو وجوہات میں سے کسی ایک کی بنا پر دنیا سے کنارہ کشی اختیار کرتے ہیں: یا تو وہ خدا کے خوف سے مجبور ہوتے ہیں، یا پھر اس کی محبت انہیں اپنی طرف کھینچتی ہے۔ صوفیوں میں بھی کئی ایسے عبادت گزار تھے جو اللہ کی محبت سے مجبور ہو کر اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

بصرہ کی رابعہ العدویہ (وفات 801ء) کے تجربات قابلِ ذکر ہیں۔ بعد میں یروشلم میں ان کی قبر زائرین کی ایک معروف زیارت گاہ بن گئی۔ وہ صوفی خواتین میں سب سے مشہور بزرگوں میں شمار ہوتی ہیں اور اللہ کے لیے اپنی نرمی اور شدید محبت کے باعث نمایاں ہیں۔

توبہ سے پہلے وہ ایک مقبول موسیقار اور محبت کے گیت گانے والی تھیں۔ لیکن یہ محبت دنیا سے منتقل ہو کر خود اللہ پر مرکوز ہو گئی۔ اسے پاکیزہ کر کے آسمان کی طرف بلند کر دیا گیا۔ انہوں نے دعا کی:

''اے اللہ! اگر میں جہنم کے خوف سے تیری عبادت کرتی ہوں تو مجھے جہنم میں جلا دے۔ اگر میں جنت کی امید میں تیری عبادت کرتی ہوں تو مجھے جنت سے محروم کر دے۔ لیکن اگر میں صرف تیری ذات کی خاطر تیری عبادت کرتی ہوں تو اپنے لازوال حسن سے مجھے محروم نہ کرنا۔''

کسی نے ان سے پوچھا: ''کیا تم شیطان سے نفرت کرتی ہو؟'' انہوں نے جواب دیا: ''اللہ کے لیے میری محبت مجھے شیطان سے نفرت کرنے کا وقت ہی نہیں دیتی۔''

انہوں نے مزید کہا: ''میں نے خواب میں نبی محمد ﷺ کو دیکھا اور انہوں نے مجھ سے پوچھا، 'کیا تم مجھ سے محبت کرتی ہو؟' میں نے جواب دیا، 'اے اللہ کے رسول! کون ہے جو آپ سے محبت نہ کرے؟ لیکن اللہ کی محبت نے مجھے اس قدر اپنے اندر جذب کر لیا ہے کہ میرے دل میں کسی اور چیز کے لیے نہ محبت باقی رہی ہے نہ نفرت۔'''

4. طریقہ (Tariqa) اور اس کے مراحل

طریقہ اس راستے کو کہتے ہیں جس پر ایک طالبِ حق صوفی چلتا ہے۔ جب صوفیوں نے اجتماعی تنظیم کی ضرورت محسوس کی تو انہوں نے مشرقی کلیسیاؤں سے ایک نمونہ اختیار کیا۔ وہ خانوں یا حجرات میں جمع ہوتے، قرآن کی تلاوت کرتے اور مذہبی موضوعات پر گفتگو کرتے تھے۔

عبادتی طریقے تشکیل دیے گئے اور **ذکر** (اللہ کی یاد) ان کی مجلسوں کا باقاعدہ حصہ بن گیا۔ ایک عام ذکر کچھ اس طرح ہوتا تھا:

''میں اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ اللہ پاک ہے۔ اللہ ہمارے آقا محمد ﷺ، ان کے اہلِ خانہ اور صحابہ پر برکت نازل فرمائے۔''

ہر جملے کو سو مرتبہ دہرایا جاتا تھا۔

ذکر کے ساتھ صوفیوں نے **سماع** بھی متعارف کرایا، جو ایک مذہبی محفل تھی جس کا مقصد روحانی سرشاری پیدا کرنا تھا اور جس میں رقص یا لباس پھاڑنے جیسی حرکات بھی شامل ہو سکتی تھیں۔ روایتی مسلمان ان جذباتی مظاہروں کو ناپسند کرتے تھے، کیونکہ انہیں خدشہ تھا کہ ذکر اور سماع مساجد میں ہونے والی اجتماعی عبادت کی جگہ نہ لے لیں۔

طریقہ خود کئی مراحل پر مشتمل ہے۔ الغزالی نے ان سات سمندروں کا ذکر کیا ہے جنہیں ایک شخص کو منزل تک پہنچنے کے لیے عبور کرنا ہوتا ہے۔ یہ ہیں: **توبہ، پرہیزگاری، ترکِ دنیا، فقر، صبر، اللہ پر توکل، اور رضامندی۔**

ایک شیخ، یعنی ''رہنما''، عام طور پر طالبِ حق کو ان مراحل سے گزارتا ہے۔ اس خصوصی تربیت میں کئی سال لگ سکتے ہیں۔ صوفی کا راستہ اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک وہ تمام مراحل طے نہ کر لے اور ان سے متعلق مناسب روحانی کیفیات کا تجربہ نہ کر لے۔

اس کے بعد اسے شعور کی ایک بلند سطح پر پہنچایا جاتا ہے، جہاں ''طالب''، ''عارف'' بن جاتا ہے اور ''عارف'' اور ''معروف'' ایک ہو جاتے ہیں۔ اللہ کے ساتھ اتحاد کی آخری منزل حاصل ہونے کی علامت بعض لوگوں کے لیے وجد کی کیفیت اور بعض کے لیے موت ہوتی ہے۔

ہندوستان کے صوفیوں نے **فنا** (موت یا خودی کا خاتمہ) کا تصور بدھ مت کے **نروان** کے تصور سے اخذ کیا، لیکن ان کا عقیدہ ہے کہ فنا کے بعد اللہ میں **بقا** حاصل ہوتی ہے۔ بغداد کے عظیم صوفی جنید نے اسے یوں بیان کیا: ''اللہ تمہیں تمہاری ذات کے اعتبار سے موت دیتا ہے تاکہ تم اس میں زندہ ہو جاؤ''۔

صوفی کے نزدیک ''خودی'' آخری دشمن ہے جس سے سب سے بڑھ کر انکار یا اسے دبانا ضروری ہے۔

5. تصوف پر تنقید

تمام صوفیانہ اور عرفانی نظاموں کی طرح تصوف پر بھی آسانی سے تنقید کی جا سکتی ہے۔ اسے روزمرہ زندگی کی پیچیدگیوں سے فرار کا راستہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ یہ خاندان اور معاشرے کے لیے ذمہ داریوں کو نظرانداز کرتا ہے۔ یہ شخصی اور داخلی تجربات کو ضرورت سے زیادہ اہمیت دیتا ہے۔ اور خصوصاً قرونِ وسطیٰ کی شکل میں اس میں دھوکہ دینے والے اور فریب کار لوگ بھی موجود رہے ہیں۔

اس کے باوجود، اپنے ''سنہری دور'' میں تصوف نے بہت سے مخلص پیروکاروں کو اپنی طرف متوجہ کیا، جو ایسی تسلی کی تلاش میں تھے جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہے، ایسی خوشی کی جو الفاظ میں بیان نہیں کی جا سکتی، اور ایسی محبت کی جو موت سے بھی زیادہ طاقتور ہے۔

طالبِ حق کو امید تھی کہ وہ یہ سب کچھ خدا کے ساتھ اتحاد میں حاصل کر لے گا۔ میں نے ایک صوفی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ اللہ کے ساتھ ایک ذاتی تعلق قائم کرنا چاہتا تھا۔ اسے یہ تعلق اسلام میں نہیں ملا، اور وہ اسلام چھوڑنے سے اس خوف کی وجہ سے بھی ڈرتا تھا کہ کہیں ارتداد کی سزا کا مستحق نہ بن جائے۔

لیکن اسے مسیح کی الوہیت، کفارہ اور تثلیث سے متعلق مسیحی عقائد میں بھی وہ چیز نہیں ملی جس کی وہ تلاش کر رہا تھا۔ اسلام اور مسیحیت دونوں میں اپنی مطلوبہ حقیقت دریافت نہ کر سکنے کے بعد وہ تصوف کی طرف متوجہ ہو گیا۔

باب 8

اسلام میں حضرت عیسیٰؑ کی برتری

اسلام میں حضرت عیسیٰؑ کی برتری

قرآن حضرت عیسیٰ مسیحؑ کو تمام انبیاء اور رسولوں سے، حتیٰ کہ حضرت محمد ﷺ سے بھی ،بلند مقام دیتا ہے۔ قرآن میں حضرت عیسیٰؑ کے لیے استعمال کیے گئے القاب، ان کی تعلیمات صفات اور اعمال سب سے ممتاز ہیں۔ قرآن میں مسیح کا نام یا ان کی طرف اشارہ ترانوے مرتبہ آیا ہے، اور جب کوئی مسلمان مسیح کے بارے میں سوچتا ہے تو اس کا ذہن انہی آیات کی طرف جاتا ہے۔

صوفی حضرت عیسیٰؑ کو تمام انبیاء میں سب سے عظیم اور بلند مرتبہ نبی سمجھتے ہیں۔ جواد نوربخش اپنی کتاب Jesus in the Eyes of the Sufis سے میں لکھتے ہیں: ''کمال کی خوبیوں نوازے جانے کے باوجود کسی بھی سابق نبی نے ان کے مرتبے کو مکمل طور پر حاصل نہیں کیا۔ وہ کامل انسان کی بہترین مثال اور ایک حقیقی استاد کی اعلیٰ ترین مثال ہیں... صوفیوں کے لیے حضرت عیسیٰؑ کامل پاکیزگی کا نمونہ اور مثال ہیں۔ حقیقی صوفی حضرت عیسیٰؑ کی طرح پاکیزہ ہونے کی آرزو رکھتا ہے۔''

ایک صوفی عطار نے دعا کی: ''اے میرے رب! میری اس ناپاک روح کو پاک کر دے تاکہ میں حضرت عیسیٰؑ کی مانند لازوال پاکیزگی کا دعویٰ کر سکوں۔''

صوفی روایت میں ایک قصہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے شاگردوں نے ان سے کہا: ''اے استاد! ہم میں سے ہر ایک کا اپنا گھر ہے، لیکن آپ کا کوئی گھر نہیں۔''

حضرت عیسیٰؑ نے انہیں اپنے لیے گھر بنانے کی اجازت دینے سے انکار کیا، لیکن وہ اصرار کرتے رہے۔ آخرکار آپ نے ان کی پیشکش قبول کر لی اور فرمایا: ''میں جگہ کا انتخاب کروں گا اور تم تعمیر کر لینا۔''

ایک دن وہ اپنے شاگردوں کے ساتھ ایک پل سے گزر رہے تھے تو آپ نے فرمایا: ''میں نے جگہ منتخب کر لی ہے۔'' اور پل کی طرف اشارہ کیا۔

شاگرد حیرت سے بولے: ''لیکن استاد! یہ تعمیر کے لیے جگہ نہیں ہے۔ یہاں تو لوگ گزرتے ہیں۔''

حضرت عیسیٰؑ نے جواب دیا: ''اور ہم سب بھی اس زندگی سے آنے والی زندگی کی طرف گزر رہے ہیں۔''

حضرت محمد ﷺ خود حضرت عیسیٰؑ سے ملاقات کی خواہش رکھتے تھے۔ انہوں نے فرمایا: ''اگر میری عمر دراز ہوئی تو میری امید ہے کہ میں عیسیٰ ابن مریم سے ملاقات کروں گا۔ لیکن

اگر موت مجھے جلد لے جائے تو جو شخص ان سے ملے، وہ میری طرف سے انہیں سلام ''پہنچائے۔

:کسی دوسرے نبی نے ان کے دل میں ایسی جگہ نہیں بنائی تھی۔ حدیث میں آپ ﷺ نے فرمایا انبیاء علاتی بھائی ہیں، ان کی مائیں مختلف ہیں لیکن ان کا دین ایک ہے۔ تمام لوگوں میں سب'' سے زیادہ میں عیسیٰ ابن مریم کا بھائی ہونے کا حق دار ہوں، کیونکہ میرے اور ان کے درمیان ''کوئی نبی نہیں تھا۔

قرآن کا مطالعہ، خصوصاً وہ القاب جو قرآن حضرت عیسیٰؑ کو عطا کرتا ہے، اسلام میں حضرت عیسیٰ مسیحؑ کے ممتاز مقام کی مزید تصدیق کرتا ہے۔

I. حضرت عیسیٰؑ اللہ کا کلمہ ہیں

:سورۃ آل عمران 3:45 کے مطابق فرشتوں نے حضرت مریمؑ سے کہا

اللہ تمہیں اپنے ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے، جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے، جو دنیا'' ''اور آخرت میں معزز ہوگا اور اللہ کے مقرب بندوں میں سے ہوگا۔

:قرآن یہ بھی کہتا ہے

،مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول اور اس کا کلمہ ہیں جسے اس نے مریم کی طرف القا کیا'' اور اس کی طرف سے ایک روح ہیں'' (سورۃ النساء 4:171)۔

قرآن میں کسی اور شخص کو ''کلمۃ اللہ'' نہیں کہا گیا۔ یہ لقب رسول، نبی، ڈرانے والے یا واعظ جیسے القاب سے بلند تر سمجھا جاتا ہے۔

:عہد نامہ جدید میں ''کلمہ'' کے لقب کے کم از کم تین واضح مفہوم بیان کیے گئے ہیں

• حضرت عیسیٰؑ ازلی ہیں۔ اللہ کبھی بے کلام یا خاموش نہیں رہا۔ وہ ہمیشہ اظہار کرتا رہا ،ہے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰؑ اللہ کا ازلی کلمہ ہیں۔ ''ابتدا میں کلام تھا، اور کلام خدا کے ساتھ تھا اور کلام خدا تھا۔ وہی ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا'' (یوحنا 1:1-2)۔

• حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا مکمل اختیار حاصل ہے۔ کلام بولنے والے کے اختیار کو ظاہر کرتا ہے۔ لہٰذا حضرت عیسیٰؑ اللہ کے مکمل اختیار کے حامل ہیں۔ اللہ کا کلام اس کے تمام احکام کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ نے معجزات کیے۔ انہوں نے فرمایا: ''آسمان اور زمین پر کل اختیار مجھے دیا گیا ہے'' (متی 28:18)۔

• حضرت عیسیٰؑ اللہ کو ظاہر کرتے ہیں۔ کسی شخص کا کلام اس کے کردار کو ظاہر کرتا ہے ،اور بتاتا ہے کہ وہ کون ہے۔ انسان اپنے کلام کے ذریعے اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ جو اللہ کا کلمہ ہیں، ہمارے لیے اللہ کو ظاہر کرتے ہیں۔ انہوں نے فرمایا: ''جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا'' (یوحنا 14:9)۔ ''خدا کو کسی نے کبھی نہیں دیکھا، اکلوتا بیٹا جو باپ کی گود میں ہے، اسی نے اسے ظاہر کیا'' (یوحنا 1:18)۔

الرازی، الجلالین اور دیگر مفسرین کا کہنا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو ''کلمة الله'' اس لیے کہا گیا کہ اللہ نے انہیں اپنے زبانی حکم کے ذریعے وجود میں لایا۔ لیکن کتاب کے مطابق یہ وضاحت درست نہیں ہو سکتی۔

اول، یہ لقب حضرت آدمؑ کے لیے کبھی استعمال نہیں ہوا، حالانکہ اللہ نے آدمؑ کو بھی اپنے حکم سے وجود میں لایا تھا۔

دوم، قرآن کا جملہ ''اس کے ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے، جس کا نام مسیح ہے'' اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ''کلمہ'' خود ایک شخصیت ہے، کیونکہ عربی لفظ **اِسمُهُ** (جس کا نام) مذکر ہے اور یہ **کلمہ** کی طرف اشارہ کرتا ہے، جبکہ عربی میں کلمہ مؤنث ہے۔

سوم، کسی چیز کو اس کے وجود میں آنے کے ذریعے کے نام سے پکارنا منطقی طور پر درست نہیں لگتا۔ یہ کتاب ایک ورڈ پروسیسر پر لکھی گئی ہے، لیکن ہم کتاب کو ''ورڈ پروسیسر'' نہیں کہتے؛ ہم اسے کتاب کہتے ہیں۔

لہٰذا، اگرچہ مسلمانوں کے مطابق اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کو اپنے حکم کے ذریعے پیدا کیا، تب بھی حضرت عیسیٰؑ کو ''کلمہ'' نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ وہ خود حکم نہیں بلکہ اس حکم کے نتیجے میں پیدا ہونے والی شخصیت ہوں گے۔

II. حضرت عیسیٰؑ خالق ہیں

قرآن کہتا ہے: ''مسیح عیسیٰ ابن مریم... اللہ کی طرف سے ایک روح ہیں'' (سورۃ النساء 4:171)۔ قرآن میں کسی اور شخص کو یہ لقب ''اللہ کی طرف سے روح'' نہیں دیا گیا۔ بلکہ قرآن واضح طور پر بیان کرتا ہے کہ اللہ نے اس لقب کے ذریعے حضرت عیسیٰؑ کو دوسروں سے ممتاز کیا۔

''اللہ کی طرف سے روح'' ہونے کی حیثیت سے حضرت عیسیٰؑ تخلیق کے معاملے میں بھی اللہ کے کردار میں مکمل طور پر شریک ہوتے ہیں۔ قرآن میں حضرت عیسیٰؑ بنی اسرائیل سے فرماتے ہیں: ''میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہوں، پھر اس میں پھونکتا ہوں تو وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے'' (سورۃ آل عمران 3:49)۔

قرآن میں اللہ حضرت عیسیٰؑ سے فرماتا ہے: ''تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی شکل بناتے تھے'' (سورۃ المائدہ 5:110)۔

قرآن کے زیادہ تر انگریزی تراجم میں فعل **اَخْلُقُ (akhluqu)** کا ترجمہ ''میں بناتا ہوں'' یا ''میں شکل دیتا ہوں'' کیا گیا ہے۔ مصنف کے مطابق اس کا درست اور واضح ترجمہ ہے: **''میں پیدا کرتا ہوں۔''**

اللہ تعالیٰ نے تمام مردوں اور عورتوں کو اپنی بعض صفات، مثلاً سخاوت، انصاف، رحم اور خیرات میں حصہ لینے کی صلاحیت عطا کی ہے۔ اسی طرح اس نے اپنے نبیوں کو مافوق الفطرت معجزات دکھانے اور مستقبل کے واقعات کی پیش گوئی کرنے کی قدرت بھی دی ہے۔ لیکن تخلیق کا عمل اللہ نے اپنے لیے مخصوص رکھا ہے۔

یہ دعویٰ کہ حضرت عیسیٰؑ نے مٹی کے ایک پرندے میں پھونک مار کر اسے زندہ کیا، جیسے اللہ نے زمین کی مٹی میں جان پھونک کر آدمؑ کو پیدا کیا، لازماً اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کی مانند ہیں اور کسی چیز کو عدم سے وجود میں لانے کی قدرت رکھتے ہیں۔

اس کا موازنہ بت پرستوں کے بارے میں قرآن کے اس چیلنج سے کیا جا سکتا ہے:

سورۃ الحج 22:73

''بے شک جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو، وہ کبھی ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے، خواہ وہ سب اس کام کے لیے اکٹھے ہو جائیں۔ اور اگر مکھی ان سے کوئی چیز چھین لے تو وہ اسے اس سے واپس بھی نہیں لے سکتے۔ طالب اور مطلوب دونوں ہی کمزور ہیں۔''

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ نئے عہدنامے میں حضرت عیسیٰؑ نے تخلیق سے متعلق معجزات اللہ کے حکم سے'' انجام دینے کا ذکر نہیں کیا۔ حضرت موسیٰؑ نے اللہ کے حکم کی تعمیل کرتے'' ہوئے اپنی لاٹھی کو سانپ میں تبدیل کیا تھا۔ لیکن اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کو لعزر کو قبر سے زندہ کرنے کا حکم نہیں دیا (دیکھیے یوحنا 11)، نہ ہی پیدائشی نابینا شخص کو شفا دینے کا حکم دیا (دیکھیے یوحنا 9)۔

III. حضرت عیسیٰؑ کو رحمِ مادر ہی میں تسلیم کیا گیا

حضرت عیسیٰؑ واحد نبی ہیں جن پر ان کی والدہ کے رحم میں ہوتے ہوئے ہی ایمان لایا گیا۔

حضرت یحییٰؑ کے بارے میں قرآن کے بیان میں فرشتے حضرت زکریاؑ سے کہتے ہیں کہ ان کا بیٹا اللہ کی طرف سے ایک کلمے کی تصدیق کرنے والا ہوگا'' (سورۃ آل عمران 3:39)۔''

الرازی اس کی وضاحت کرتے ہوئے تصدیق کرتے ہیں کہ ''اللہ کے کلمے سے مراد حضرت عیسیٰؑ ہیں، ان پر سلامتی ہو۔ یہی اکثر مفسرین کا اختیار کردہ قول ہے۔''

لیکن یہ ''تصدیق'' حضرت عیسیٰؑ کے دریائے اردن پر تشریف لانے سے بہت پہلے ہو چکی تھی۔ ابن کثیر کی طرح الرازی بھی حضرت مریمؑ اور حضرت الیصاباتؑ کی ملاقات کا ذکر کرتے ہیں:

''حضرت عیسیٰؑ کی والدہ کی ملاقات حضرت یحییٰؑ کی والدہ سے ہوئی، اللہ ان دونوں پر سلامتی نازل فرمائے۔ دونوں حاملہ تھیں: ایک حضرت عیسیٰؑ سے اور دوسری حضرت یحییٰؑ سے۔ حضرت زکریاؑ کی بیوی نے حضرت مریمؑ سے کہا: 'میں نے محسوس کیا کہ جو میرے اندر ہے وہ اس کے سامنے جھک رہا ہے جو تمہارے اندر ہے۔'''

حضرت محمد ﷺ کے چچا زاد بھائی ابن عباسؓ کے حوالے سے الرازی بیان کرتے ہیں کہ حضرت یحییٰؑ حضرت عیسیٰؑ سے چھ ماہ بڑے تھے، اور وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ کو ''اللہ کا کلمہ'' اور ''اس کی روح'' مانا اور ان کی تصدیق کی۔

مسلمان حضرت یحییٰؑ کو ایک عظیم نبی سمجھتے ہیں۔ السیوطی سورۃ آل عمران 3:39 کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''آسمان سے ایک پکارنے والے نے پکارا کہ یحییٰ ان لوگوں میں سب سے افضل ہیں جو عورتوں سے پیدا ہوئے، کیونکہ وہ اہلِ ایمان کے سردار ہیں۔''

الجلالین اسی آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰؑ ''وہ نمایاں شخصیت ہیں جنہیں دین میں رہنمائی اور نمونے کے طور پر اختیار کیا جاتا ہے۔''

اس کے باوجود حضرت یحییٰؑ کے بلند مقام اور عمر میں سبقت کے باوجود قرآن اس بات کو قبول کرتا ہے کہ انہوں نے رحمِ مادر ہی میں حضرت عیسیٰؑ کے سامنے جھک کر ان کی تعظیم کی۔

حضرت عیسیٰؑ ایک نبی سے بڑھ کر ہونے کی وجہ سے نبی کے عام احترام سے بھی زیادہ عزت و احترام کے مستحق تھے، کیونکہ وہ صرف نبی نہیں بلکہ **''اللہ کا کلمہ''** ہیں۔

IV. حضرت عیسیٰؑ معجزانہ طور پر پیدا ہوئے

سورۃ مریم 19:19-21 میں قرآن بیان کرتا ہے کہ فرشتہ جبرائیلؑ حضرت مریمؑ کے پاس آیا اور کہا:

''میں تو صرف تمہارے رب کا پیغامبر ہوں، تاکہ تمہیں ایک پاکیزہ بیٹے کی بشارت دوں۔''

حضرت مریمؑ نے جواب دیا: ''میرے ہاں بیٹا کیسے ہو سکتا ہے، جبکہ مجھے کسی انسان نے چھوا تک نہیں اور میں بدکار بھی نہیں ہوں؟''

جبرائیلؑ نے کہا: ''ایسا ہی ہوگا۔ تمہارے رب نے فرمایا ہے کہ یہ میرے لیے آسان ہے، اور ہم اسے لوگوں کے لیے اپنی نشانی اور اپنی طرف سے رحمت بنانا چاہتے ہیں۔ یہ ایک طے شدہ امر ہے۔''

قرآن یہ بھی بیان کرتا ہے:

سورۃ التحریم 66:12

''اور عمران کی بیٹی مریم، جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی، پھر ہم نے اس کے اندر اپنی روح میں سے پھونکا، اور اس نے اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی، اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔''

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے السدی کہتے ہیں: ''فرشتہ جبرائیلؑ نے مریم کے لباس کی آستین کو ''پکڑا اور اس میں پھونکا۔ وہ سانس ان کے سینے تک پہنچا اور وہ عیسیٰؑ سے حاملہ ہو گئیں۔

قرآن یہ بھی کہتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ''اللہ کے رسول، اس کا وہ کلمہ ہیں جسے اس نے مریم کی طرف پہنچایا، اور اس کی طرف سے ایک روح ہیں'' (سورۃ النساء 4:171)۔

یہ اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کسی انسانی باپ کے ذریعے پیدا نہیں ہوئے بلکہ روح القدس کے ذریعے ایک مافوق الفطرت طریقے سے وجود میں آئے۔

وہ مسلمان جو حضرت عیسیٰؑ کی معجزانہ پیدائش کو کم اہمیت دینا چاہتے ہیں، ان کا موازنہ حضرت آدمؑ سے کرتے ہیں، جن کے بارے میں ان کا کہنا ہے کہ نہ ان کی ماں تھی نہ باپ۔ یہ بات درست ہے۔ حضرت آدمؑ اور حضرت حواؑ کی تخلیق بھی صرف ایک معجزے کے ذریعے ہی ممکن تھی۔

لیکن حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے لیے ایسی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فیصلہ تھا کہ حضرت عیسیٰؑ دنیا میں ایک معجزانہ طریقے سے آئیں—''تاکہ ہم اسے لوگوں کے لیے اپنی نشانی اور اپنی طرف سے رحمت بنائیں'' (سورۃ مریم 19:21)۔

انسانوں میں حضرت عیسیٰؑ کا کوئی ہمسر نہیں۔ وہ بلند ترین مقام رکھتے ہیں۔

البیضاوی بھی اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش معجزانہ تھی۔ اور چونکہ حضرت عیسیٰؑ اس الٰہی طریقے سے پیدا ہوئے، اس لیے ان کے مطابق وہ اللہ کے تمام رسولوں میں منفرد مقام رکھتے ہیں۔

V. حضرت عیسیٰؑ دنیا اور آخرت میں ممتاز ہیں

قرآن حضرت مریمؑ کے لیے فرشتوں کا یہ پیغام بیان کرتا ہے:

''اللہ تمہیں اپنی طرف سے ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے، جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے۔ وہ دنیا اور آخرت میں ممتاز ہوگا اور اللہ کے مقرب بندوں میں سے ہوگا'' (سورۃ آل عمران 3:45)۔

الرازی وضاحت کرتے ہیں: ''یہ وہی عظیم تعریف ہے جو فرشتوں کے لیے بھی بیان کی گئی ہے۔ اللہ نے اس وصف کے ذریعے حضرت عیسیٰؑ کو فرشتوں کے برابر درجہ اور مقام عطا کیا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ آنے والا فرشتہ جبرائیلؑ تھا، جو خود اللہ کے سب سے زیادہ مقرب اور عظیم فرشتے ہیں۔ جبرائیلؑ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے بلند مقام رکھتے ہیں۔ مسلمان انہیں روح القدس'' سمجھتے ہیں۔

الرازی کے مطابق جبرائیلؑ اللہ کے ساتھ ایک خاص قربت رکھتے ہیں۔ سورۃ مریم 19:17 کے الفاظ ''ہم نے اس کی طرف اپنی روح بھیجی، جو اس کے سامنے ایک مکمل انسان کی شکل میں ظاہر ہوئی'' کی وضاحت کرتے ہوئے الرازی کہتے ہیں: ''اللہ نے جبرائیلؑ کو اپنی روح کہا کیونکہ

وہ دین کی زندگی کا سبب ہیں، یا اس لیے کہ یہ اللہ کی محبت اور قربت کو ظاہر کرتا ہے، جیسے ’’’!آپ اپنے محبوب سے کہتے ہیں: ’اے میری جان

اللہ کی طرف سے حضرت عیسیٰؑ کو جبرائیلؑ کی رفاقت عطا کرنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اللہ کے نزدیک کتنے قیمتی ہیں۔ تحفے کی قدر اس شخص کی قدر کو ظاہر کرتی ہے جسے وہ دیا جاتا ہے۔ روح القدس کی دائمی رفاقت سے بڑھ کر کوئی قیمتی عطیہ نہیں۔

ہے، یعنی **(Wajh)** ہے، جس کی اصل **وجہ (Wajih)** ممتاز‘‘ کے لیے عربی لفظ **وجیہ**’’ چہرہ‘‘۔ سورۃ آل عمران 3:45 کی تفسیر کرتے ہوئے الرازی کہتے ہیں کہ وجیہ امتیاز اور برتری’’ کو ظاہر کرتا ہے، کیونکہ چہرہ جسم کا سب سے معزز حصہ ہے۔ کسی شہر کے ممتاز شہریوں کو بھی **وجہاء** کہا جاتا ہے۔

جس طرح جسم پر صرف ایک چہرہ ہوتا ہے، اسی طرح دنیاوی زندگی اور آخرت دونوں میں صرف ایک شخصیت ایسی ہے جو ممتاز قرار دی گئی ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کی برتری مسلسل اور ابدی ہے۔

حضرت عیسیٰؑ اس دنیا میں وجیہ یعنی ’’ممتاز اور برتر‘‘ ہیں کیونکہ ان کی دعائیں قبول کی جاتی ہیں۔ انہوں نے مردوں کو زندہ کیا، نابینا لوگوں کو شفا دی اور کوڑھیوں کو صحت عطا کی۔

وہ آخرت میں بھی وجیہ ہیں کیونکہ اللہ نے انہیں اپنے حقیقی لوگوں کے لیے شفاعت کرنے کا اختیار دیا ہے اور اللہ ان کی شفاعت قبول کرتا ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کی زمینی زندگی کے دوران ان کی شفاعت کا اثر موت سے بھی زیادہ طاقتور تھا۔ آخرت میں ان کی شفاعت جہنم سے بھی زیادہ طاقتور ہوگی۔ ان کی زمینی زندگی کی برتری آخرت میں ان کی برتری کی ایک علامت ہے۔

البیضاوی سورۃ آل عمران 3:45 کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی برتری دنیاوی زندگی اور آخرت دونوں میں بے مثال ہے۔

وہ سورۃ البقرہ 2:235 کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں: ’’اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کو ان کی فضیلت کا سبب بنایا، کیونکہ وہ واضح نشانیاں اور عظیم معجزات تھے۔ جب ان تمام معجزات کو ایک ساتھ دیکھا جائے تو کسی اور شخص نے ایسے معجزات انجام نہیں دیے۔‘‘

الزمخشری سورۃ آل عمران 3:45 کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں: ’’دنیا میں برتری سے مراد نبوت اور لوگوں پر سبقت ہے، جبکہ آخرت میں اس سے مراد شفاعت اور جنت میں بلند مقام ہے۔‘‘

سورۃ الزمر 39:44 میں قرآن شفاعت کا حق صرف اللہ کے لیے بیان کرتا ہے۔ لیکن سورۃ آل عمران 3:45 کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کو ’’دنیا اور آخرت میں ممتاز‘‘ ہونے کی وجہ سے شفاعت کا حق حاصل ہے۔

اسلامی فقہ اور الٰہیات کی تاریخ اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ انسان کے اندر ایک ثالث یا شفیع کی ضرورت کا گہرا احساس موجود رہا ہے۔ اس کا اظہار سورۃ الصافات 37:107 میں بھی ہوتا ہے:

''اور ہم نے اسے ایک عظیم قربانی کے بدلے فدیہ دیا۔''

مصنف کے مطابق حضرت عیسیٰ مسیحؑ ہی وہ واحد شخصیت ہیں جو شفاعت اور کفارے کی اس فطری خواہش کو پورا کر سکتے ہیں۔

یہ درست ہے کہ قرآن مسلمانوں سے کہتا ہے: ''ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے موسیٰ کو تکلیف دی، پھر اللہ نے انہیں ان باتوں سے بری ثابت کر دیا جو وہ کہتے تھے، اور وہ اللہ کے نزدیک ممتاز تھے'' (سورۃ الاحزاب 33:69)۔

لیکن حضرت موسیٰؑ کی برتری صرف دنیاوی زندگی تک محدود تھی۔ اس کے برعکس، الرازی کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کے پاس ''دنیا میں نبوت اور لوگوں پر برتری کا منصب، اور آخرت میں شفاعت اور جنت میں بلند مقام'' ہے۔

ہر ممتاز شخص بلند مرتبہ نہیں ہوتا، کیونکہ اہلِ جنت کے بھی مختلف درجات اور مراتب ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''تم تین گروہوں میں تقسیم ہو جاؤ گے، اور سبقت لے جانے والے ہی سبقت لے جانے والے ہیں۔ یہی لوگ مقرب ہوں گے'' (دیکھیے سورۃ الواقعہ 56:7، 10، 11)۔

بائبل بھی اسی فرق کو بیان کرتی ہے جب وہ کہتی ہے: ''موسیٰ تو خدا کے سارے گھر میں خادم کی حیثیت سے وفادار تھا، مگر مسیح بیٹے کی حیثیت سے اپنے گھر پر مقرر ہے'' (عبرانیوں 3:5-6)۔

شفاعت کے معاملے میں قرآن حضرت عیسیٰؑ کو حضرت محمد ﷺ سے کہیں بلند مقام پر رکھتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ سے فرماتا ہے:

''تم ان کے لیے بخشش مانگو یا نہ مانگو، اگر تم ان کے لیے ستر مرتبہ بھی بخشش مانگو گے تو اللہ انہیں ہرگز نہیں بخشے گا'' (سورۃ التوبہ 9:80)۔

VI. حضرت عیسیٰؑ بے گناہ ہیں

سورۃ مریم 19:19 میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت مریمؑ سے مخاطب فرشتے نے حضرت عیسیٰؑ یعنی ''پاکیزہ، بے عیب یا بے گناہ بیٹا'' کہا۔ قرآن اور حدیث دونوں اس **(Zakeian)** کو **زَكِيًّا** بات پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ واحد بے گناہ شخصیت ہیں۔

''البیضاوی کہتے ہیں کہ ''پاکیزہ بیٹے'' سے مراد ایسا بیٹا ہے جو گناہوں سے پاک ہو۔ لفظ ''زَكِيًّا سورۃ الکہف 18:74 میں بھی استعمال ہوا ہے، جہاں ایک کم عمر لڑکے کے لیے یہ لفظ آیا ہے۔ الجلالین اس کا ترجمہ ''کسی جان کے قتل سے پاک'' کرتے ہیں۔

بخاری کے مطابق حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: ''آدم کی ہر اولاد جب پیدا ہوتی ہے تو شیطان ،اپنے دونوں انگلیوں سے اس کے جسم کے دونوں پہلوؤں پر چبھوتا ہے، سوائے عیسیٰ ابن مریم کے ''جنہیں شیطان چھونا چاہتا تھا لیکن پردے کو چھو بیٹھا۔

قرآن، عہد نامہ قدیم اور عہد نامہ جدید کی طرح، انبیاء اور رسولوں کی خطاؤں کا بھی ذکر کرتا ہے۔ قرآن حضرت آدمؑ کے گناہ کا ذکر کرتا ہے (سورۃ طٰہٰ 20:121)، حضرت نوحؑ کے (سورۃ نوح 71:26-28)، حضرت ابراہیمؑ کے (سورۃ الصافات 37:89)، حضرت ہارونؑ کے (سورۃ الاعراف ،(7:150-152 حضرت موسیٰؑ کے (سورۃ القصص 28:15-16)، اور حضرت داؤدؑ کے (سورۃ ص ،(38:20-25)۔

قرآن یہ بھی بیان کرتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ سے بھی خطائیں سرزد ہوئیں۔ ایک موقع پر اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا:

''کیا ہم نے تمہارا سینہ کشادہ نہیں کیا اور تم سے تمہارا بوجھ نہیں اتار دیا، جو تمہاری پیٹھ پر بھاری تھا؟'' (سورۃ الشرح 94:1-3)

ایک اور موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''بے شک ہم نے تمہیں ایک واضح فتح عطا کی، تاکہ اللہ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ بخش دے'' (سورۃ الفتح 48:2؛ نیز دیکھیے 40:55، 4:106، 47:19)۔

سورۃ التوبہ 9:43 میں حضرت محمد ﷺ سے کہا گیا:

''اللہ نے تمہیں معاف کر دیا۔ تم نے انہیں اجازت کیوں دی، یہاں تک کہ تم پر واضح ہو جاتا کہ کون سچا ہے اور تم جھوٹوں کو جان لیتے؟''

اور سورۃ عبس 80:1-4 میں، جب حضرت محمد ﷺ نے ایک نابینا شخص کو نظر انداز کیا، قرآن کہتا ہے:

''اس نے تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا، کیونکہ اس کے پاس نابینا آیا۔ اور تمہیں کیا معلوم، شاید وہ پاکیزگی اختیار کرتا، یا نصیحت حاصل کرتا اور نصیحت اسے فائدہ پہنچاتی۔''

حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ حضرت محمد ﷺ روزانہ ستر مرتبہ سے زیادہ اللہ سے بخشش طلب کرتے اور توبہ کرتے تھے۔

بخاری میں حضرت محمد ﷺ کی یہ دعائیں بھی نقل ہوئی ہیں:

''اے اللہ! میری غلطیوں، میری نادانی اور اپنے اعمال میں حد سے تجاوز کرنے کو معاف فرما، اور جو کچھ تو مجھ سے بہتر جانتا ہے اسے بھی معاف فرما۔ اے اللہ! میرے ان گناہوں کو معاف فرما جو میں نے مذاق میں یا سنجیدگی سے کیے، اور میری غیر ارادی اور ارادی تمام خطاؤں کو معاف فرما، جو کچھ بھی میرے اندر ہے۔''

ایک اور دعا میں ہے:

''اے اللہ! میرے گناہوں کو برف اور اولوں کے پانی سے دھو دے، اور میرے دل کو تمام گناہوں سے اس طرح پاک کر دے جیسے سفید کپڑے کو میل سے پاک کیا جاتا ہے۔ میرے اور میرے گناہوں کے درمیان اتنا فاصلہ پیدا کر دے جتنا تو نے مشرق اور مغرب کے درمیان رکھا ہے۔''

''بخاری مزید بیان کرتے ہیں: ''وہ اپنی آخری سانس تک اللہ سے بخشش مانگتے رہے۔

قرآن پوری انسانی نسل کی گناہ آلود حالت کے بارے میں واضح طور پر بیان کرتا ہے (دیکھیے سورۃ البقرہ 2:36، الاعراف 7:24، ہود 11:9، یوسف 12:53، العادیات 100:6)۔

حدیث میں کہا گیا ہے: ''شیطان انسان کے ذہن میں اس طرح گردش کرتا ہے جیسے خون جسم میں گردش کرتا ہے۔''

تاہم قرآن اور حدیث میں حضرت عیسیٰؑ کے کسی گناہ کا ذکر نہیں ملتا۔ اس کے برعکس، دونوں ان کی بے مثال پاکیزگی اور طہارت کی گواہی دیتے ہیں۔

کوئی بھی محض نبی یا رسول، خواہ وہ کتنا ہی عظیم کیوں نہ ہو، اپنے لیے بے خطائی کا دعویٰ نہیں کرتا۔ لیکن حضرت عیسیٰؑ نے اپنے دشمنوں سے پوچھا:

''تم میں سے کون مجھے گناہ گار ثابت کرتا ہے؟'' (یوحنا 8:46)

انہوں نے فرمایا:

''دنیا کا حاکم [شیطان] آ رہا ہے، اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں'' (یوحنا 14:30)۔

جب پیلاطس نے یہودیوں کی طرف سے حضرت عیسیٰؑ پر لگائے گئے الزامات کی تحقیقات کیں تو اس نے اعلان کیا کہ اسے حضرت عیسیٰؑ میں کوئی قصور نہیں ملا (دیکھیے یوحنا 18:38، 19:4،6)۔

خود پیلاطس نے مقدمے کی ذمہ داری لینے سے انکار کرتے ہوئے کہا:

''میں اس راستباز شخص کے خون سے بے قصور ہوں۔ تم خود جانو!'' (متی 27:24)۔

VII. حضرت عیسیٰؑ بلند اور سرفراز کیے گئے

قرآن کہتا ہے:

سورۃ البقرہ 2:253

''ان رسولوں میں سے ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔ ان میں سے کچھ وہ ہیں جن سے اللہ نے براہِ راست کلام کیا، اور بعض کو بلند درجات عطا کیے۔ اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰؑ کو واضح نشانیاں عطا کیں اور روح القدس کے ذریعے ان کی تائید کی۔''

قرآن واضح طور پر بیان کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کے پاس اٹھا لیا گیا اور وہ آج بھی زندہ ہیں۔ قرآن کہتا ہے:

،اور انہوں نے یقیناً اسے قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا۔ اور اللہ زبردست'' حکمت والا ہے'' (سورۃ النساء 4:157-158)۔

:قرآن میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ سے فرماتا ہے

اے عیسیٰ! میں تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں'' (سورۃ آل عمران 3:55)۔''

مسلمان اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہیں کہ دوسرے انبیاء کو بھی بلند کیا گیا۔ لیکن ان تمام مقامات کا سیاق مختلف ہے۔

جب قرآن حضرت محمد ﷺ سے اللہ کا یہ قول نقل کرتا ہے: ''کیا ہم نے تمہارا ذکر بلند نہیں کیا؟'' (سورۃ الشرح 94:4)، تو یہاں حضرت محمد ﷺ کی شہرت اور ذکر کو بلند کرنے کی بات ہے، خود ان کی جسمانی طور پر اٹھائے جانے کی نہیں۔

اسی طرح جب قرآن نبی ادریسؑ (حنوک) کے بارے میں کہتا ہے کہ ''ہم نے اسے ایک بلند مقام پر اٹھایا'' (سورۃ مریم 19:57)، تو اس بلند مقام کی وضاحت نہیں کی گئی۔

الرازی سورۃ مریم 19:57 کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ''اٹھانے'' کا ترجیحی مفہوم ''بلند کرنا'' ہے، کیونکہ حضرت ادریسؑ کا اٹھایا جانا جسمانی مقام سے متعلق ہے، نہ کہ روحانی مرتبے سے۔

''لیکن قرآن میں اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰؑ سے فرماتا ہے: ''میں تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔ اس کا مفہوم واضح ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کے پاس اٹھایا گیا۔

الرازی سورۃ النساء 4:158 کی تفسیر میں کہتے ہیں: ''حضرت عیسیٰؑ کا اٹھایا جانا اس آیت اور سورۃ آل عمران 3:55 میں بھی ثابت ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کا اللہ کی طرف اٹھایا جانا جنت اور اس میں موجود تمام جسمانی نعمتوں سے بھی زیادہ عظیم انعام ہے۔ اور یہ آیت تمہارے لیے روحانی خوشیوں کے علم کا دروازہ کھولتی ہے۔''

وہ مزید کہتے ہیں کہ ''میں تمہیں اپنی طرف اٹھاؤں گا'' کا مطلب ہے: ''میں تمہیں اپنی عزت و جلال کی حضوری میں اٹھا رہا ہوں۔''

سورۃ النساء 4:157 کی تفسیر کرتے ہوئے الرازی کہتے ہیں: ''حضرت عیسیٰؑ کی روح پاکیزہ، بلند اور آسمانی تھی؛ وہ الٰہی نور سے شدت کے ساتھ منور تھی اور فرشتوں کی ارواح کے بہت قریب تھی۔''

VIII. حضرت عیسیٰؑ بابرکت ہیں

:قرآن میں حضرت عیسیٰؑ اپنی گہوارے ہی سے فرماتے ہیں

اور اس نے مجھے جہاں کہیں بھی ہوں بابرکت بنایا ہے، اور جب تک میں زندہ رہوں مجھے'' نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا ہے'' (سورۃ مریم 19:31)۔

الطبری کہتے ہیں کہ ''اس نے مجھے بابرکت بنایا'' کا مطلب ہے: ''اس نے مجھے ہر بھلائی کا معلم بنایا''۔

حضرت عیسیٰؑ بے گناہ ہیں اور بابرکت بھی۔ ان کا کمال صرف اس بات میں نہیں کہ وہ برائی سے پاک ہیں، بلکہ وہ دوسروں کے لیے فعال طور پر برکت کا ذریعہ بھی ہیں۔

وہ جہاں کہیں بھی ہوں، غیر مشروط اور مسلسل بابرکت ہیں۔

البیضاوی ''بابرکت'' کا مطلب بیان کرتے ہیں: ''ایسا شخص جس کے ذریعے دوسروں کو بہت فائدہ پہنچے''۔

الرازی سورۃ آل عمران 3:39 کی تفسیر میں ''دوسروں کے لیے فائدہ'' کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کے ذریعے لوگوں کو گمراہی سے زندگی عطا کی، جیسے انسان روح کے ذریعے زندہ رہتا ہے''۔

وہ حضرت عیسیٰؑ کی خدمت کا موازنہ اس زندگی سے کرتے ہیں جو روح جسم کو عطا کرتی ہے۔

البیضاوی سورۃ آل عمران 3:49 کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ ''مردہ جسموں اور مردہ دلوں کو زندگی بخشا کرتے تھے''۔

خود گناہ سے پاک ہونے کی وجہ سے حضرت عیسیٰؑ لوگوں کو شیطان کی گمراہی سے آزاد کرنے کے خواہش مند تھے۔

قرآن میں حضرت عیسیٰؑ واحد شخصیت ہیں جنہیں ''بابرکت'' کہا گیا ہے۔

یہ لفظ دوسرے مقامات پر بھی استعمال ہوا ہے۔ مثال کے طور پر خود قرآن کو ایک بابرکت کتاب کہا گیا ہے (سورۃ الانعام 6:92)۔

اسی طرح درج ذیل چیزوں کو بھی بابرکت کہا گیا ہے:

- مکہ میں قائم کیا جانے والا پہلا مقدس گھر، جسے آدمؑ کی تخلیق سے پہلے فرشتوں نے بنایا تھا (دیکھیے سورۃ آل عمران 3:96)۔
- لیلۃ القدر، یعنی ''شبِ قدر''، جس میں قرآن نازل ہوا (دیکھیے سورۃ الدخان 44:3)۔
- زیتون کا درخت، جس کے نور کو اللہ کے نور سے تشبیہ دی گئی ہے (دیکھیے سورۃ النور 24:35)۔

لیکن قرآن میں ''بابرکت'' کا لفظ کسی انسان کے لیے استعمال نہیں ہوا، سوائے حضرت عیسیٰؑ کے۔

IX. حضرت عیسیٰؑ کی روح القدس کے ذریعے تصدیق اور تائید ہوئی

قرآن تین مرتبہ بیان کرتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کو روح القدس کے ذریعے قوت اور مدد دی گئی۔ اس لحاظ سے بھی اسلام حضرت عیسیٰؑ کو ایک منفرد مقام دیتا ہے۔

یہ بات سورۃ البقرہ 2:253 میں بیان ہوئی ہے۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ کے یہ الفاظ بھی نقل کیے گئے ہیں:

سورۃ المائدہ 5:110

''اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کی، جب میں نے روح القدس کے ذریعے تمہاری مدد کی۔''

سورۃ البقرہ 2:87

''اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو واضح نشانیاں عطا کیں اور روح القدس کے ذریعے ان کی تائید کی۔''

سورۃ البقرہ 2:87 کی تفسیر کرتے ہوئے الرازی کہتے ہیں:

''جبرائیلؑ، یعنی روح القدس، کا خصوصی طور پر حضرت عیسیٰؑ کے ساتھ ہونا ایک نہایت نمایاں خصوصیت ہے، ایسی خصوصیت کسی دوسرے نبی کو حاصل نہیں ہوئی۔ جبرائیلؑ نے حضرت مریمؑ کو حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کی خوشخبری دی۔ حضرت عیسیٰؑ جبرائیلؑ کی پھونک کے ذریعے وجود میں آئے۔ جبرائیلؑ نے ہر حالت میں ان کی پرورش کی اور جہاں جہاں وہ جاتے، ان کے ساتھ رہتے تھے۔''

وہ مزید سورۃ آل عمران 3:52-55 کی تفسیر میں کہتے ہیں:

''جبرائیلؑ نے حضرت عیسیٰؑ کو ایک لمحے کے لیے بھی نہیں چھوڑا۔''

اس کے برعکس، جبرائیلؑ حضرت محمد ﷺ کے پاس صرف وحی لانے کے لیے آتے تھے۔ جب وحی کا سلسلہ کچھ دیر کے لیے رکا تو حضرت محمد ﷺ نے جبرائیلؑ سے پوچھا:

''کیا وجہ ہے کہ آپ ہمارے پاس اس سے زیادہ نہیں آتے جتنا اب آتے ہیں؟''

جبرائیلؑ نے جواب دیا:

''ہم فرشتے تمہارے رب کے حکم کے بغیر نازل نہیں ہوتے۔''

ابو مسلم کہتے ہیں:

''روح القدس وہ پاک روح ہو سکتی ہے جسے اللہ نے حضرت عیسیٰؑ میں پھونکا اور ان کی پیدائش کے ذریعے انہیں تمام لوگوں سے ممتاز کیا۔''

ابن عباسؓ کہتے ہیں:

یہ روح جو حضرت عیسیٰؑ میں پھونکی گئی، وہ ایسی روح تھی جو اللہ نے انہیں عزت اور'' ''تقدیس دینے کے لیے عطا کی۔

السدی کے مطابق:

روح القدس سے مراد فرشتہ جبرائیلؑ ہے، جس نے حضرت عیسیٰؑ کی مدد کی اور جب تک اللہ'' ''نے انہیں آسمان کی طرف اٹھا نہیں لیا، وہ ہمیشہ ان کے ساتھ رہے۔

ابن جبیر مزید کہتے ہیں:

''روح القدس اللہ کا وہ عظیم نام ہے جس کے ذریعے حضرت عیسیٰؑ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔''

ابن عباسؓ بھی اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ روح القدس وہ نام ہے جس کے ذریعے حضرت عیسیٰؑ مردوں کو زندہ کرتے تھے، اور یہ روح پاکیزہ تھی۔

X. حضرت عیسیٰؑ نجات دہندہ ہیں

قرآن کے مطابق اللہ تعالیٰ نے صرف دو اشخاص کے نام ان کی پیدائش سے پہلے رکھے—حضرت یحییٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ۔ چنانچہ فرشتوں نے حضرت مریمؑ سے کہا:

''اللہ تمہیں اپنی طرف سے ایک کلمے کی بشارت دیتا ہے، جس کا نام مسیح عیسیٰ ابن مریم ہے'' (سورۃ آل عمران 3:45)۔

القاسمی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ ''عیسیٰ'' عربی نام ہے، جو ایک یونانی (Joshua) کے ''لفظ سے نکلا ہے اور جس کے معنی ''نجات دہندہ'' ہیں۔ یہ عبرانی نام ''یشوع برابر ہے۔

اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو ان کی پیدائش سے پہلے یہ نام ایک ایسی زبان میں عطا کیا جو زمین پر موجود کسی بھی زبان کی مانند نہیں تھی:

''تمہارے رب کے کلمات سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہیں۔ کوئی شخص اس کے کلمات کو تبدیل نہیں کر سکتا'' (سورۃ الانعام 6:116)۔

چنانچہ سب کچھ جاننے والے اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کو ''نجات دہندہ'' کا نام اس بات کی نشاندہی کے لیے دیا کہ وہ دنیا کو دجال (مسیحِ مخالف) سے نجات دلائیں گے۔

سورۃ آل عمران 3:48 کی تفسیر کرتے ہوئے السیوطی بیان کرتے ہیں:

''جب حضرت عیسیٰؑ اور حضرت یحییٰؑ کسی بستی میں آتے تو حضرت عیسیٰؑ اس بستی کے گناہ گار لوگوں کو تلاش کرتے، جبکہ حضرت یحییٰؑ نیک لوگوں کے پاس جاتے۔ ایک مرتبہ حضرت یحییٰؑ نے حضرت عیسیٰؑ سے پوچھا: 'آپ گناہ گار لوگوں کو کیوں تلاش کرتے ہیں؟' حضرت عیسیٰؑ نے جواب دیا: 'میں طبیب ہوں۔ میں صرف بیماروں کو شفا دینے کے لیے آیا ہوں۔'''

اسی طرح البیضاوی سورۃ النساء 4:171 کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''حضرت عیسیٰؑ کو روح کہا گیا کیونکہ وہ مردہ جسموں اور مردہ دلوں کو زندگی عطا کرتے تھے۔''

البیضاوی سورۃ المائدہ 5:110 کی تفسیر میں روح القدس کی وضاحت صرف جبرائیلؑ کے طور پر نہیں کرتے بلکہ اسے ''وہ کلمات جن سے دین زندہ رہتا ہے''، یا ''وہ کلمات جن کے ذریعے انسانی روح ہمیشہ کی زندگی حاصل کرتی ہے اور جو لوگوں کو گناہوں سے پاک کرتے ہیں''، یا اللہ کا وہ عظیم نام جس کے ذریعے حضرت عیسیٰؑ مردوں کو زندہ کرتے تھے'' قرار دیتے ہیں۔''

اس طرح حضرت عیسیٰؑ کے کلمات میں ایسی قوت تھی جو زندگی عطا کر سکتی تھی، خواہ وہ ابدی زندگی ہو یا جسمانی زندگی، اور لوگوں کو ان کے گناہوں سے پاک کر سکتی تھی۔

یہ قوت صرف حضرت عیسیٰؑ سے مخصوص ہے، اور قرآن اسے واضح طور پر الٰہی قدرت کے طور پر تسلیم کرتا ہے:

''اللہ نے مومن مردوں اور عورتوں سے ایسے باغوں کا وعدہ کیا ہے جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے'' (سورۃ التوبہ 9:72)۔

سورۃ آل عمران 3:52 میں بیان کیا گیا ہے:

''جب عیسیٰؑ نے ان کی [یہودیوں کی] طرف سے کفر محسوس کیا تو کہا: 'اللہ کی راہ میں کون میرا مددگار ہے؟' حواریوں نے کہا: 'ہم اللہ کے مددگار ہیں۔ ہم اللہ پر ایمان لائے اور گواہی دیتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔'''

الرازی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

''حضرت عیسیٰؑ کے حواری بارہ تھے۔ حضرت عیسیٰؑ ایک گروہ ماہی گیروں کے پاس سے گزرے، جن میں شمعون، یعقوب اور زبدی کا بیٹا یوحنا بھی شامل تھے۔ حضرت عیسیٰؑ نے ان سے کہا: 'اب تم مچھلیاں پکڑتے ہو، لیکن اگر میرے پیچھے چلو گے تو لوگوں کو ابدی زندگی کے لیے پکڑو گے'۔

انہوں نے حضرت عیسیٰؑ سے ایک معجزہ طلب کیا۔ شمعون نے پوری رات مچھلیاں پکڑنے کی کوشش کی تھی لیکن کچھ نہ پکڑا۔ حضرت عیسیٰؑ نے اسے دوبارہ جال ڈالنے کا حکم دیا۔ اس مرتبہ انہوں نے اتنی زیادہ مچھلیاں پکڑیں کہ جال پھٹنے کے قریب ہو گیا۔ انہوں نے قریب موجود ایک کشتی سے مدد طلب کی، اور دونوں کشتیاں مچھلیوں سے بھر گئیں۔ تب وہ حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لے آئے۔''

البیضاوی اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے اس نکتے کی طرف توجہ دلاتے ہیں:

''حضرت عیسیٰؑ کے پاس ایسے کلمات تھے جو ابدی زندگی عطا کرتے تھے۔ چونکہ ابدی زندگی عطا کرنا اور مردوں کو زندہ کرنا الٰہی قدرتیں ہیں، اس لیے حواریوں کے لیے یہ بات باعثِ حیرت تھی کہ ایک انسان یہ کام کیسے انجام دے سکتا ہے۔ چنانچہ وہ چاہتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ

انہیں ثابت کر کے دکھائیں کہ وہ واقعی یہ قدرت رکھتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کے پیروکاروں نے اس بات کا ثبوت نہیں مانگا کہ وہ نبی ہیں؛ بلکہ وہ ان کی ابدی زندگی عطا کرنے کی قدرت کا ثبوت چاہتے تھے۔''

الرازی حضرت عیسیٰؑ کے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں:

اب تم مچھلیاں پکڑتے ہو، لیکن اگر میرے پیچھے چلو گے تو لوگوں کو ابدی زندگی کے لیے'' پکڑو گے۔''

حضرت عیسیٰؑ نجات دہندہ ہیں۔ جب وہ زمین پر تھے تو انہوں نے لوگوں کو ان کے گناہوں سے نجات دی، اور اب بھی، آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد، وہ ایسا کرتے ہیں۔

اس کے برعکس، قرآن حضرت محمد ﷺ کے یہ الفاظ نقل کرتا ہے:

مجھے خود اپنے لیے کسی نقصان یا فائدے کا اختیار نہیں، مگر وہی جو اللہ چاہے'' (سورۃ'' یونس 10:49)۔

XI. حضرت عیسیٰؑ دوبارہ تشریف لائیں گے

روایتی اسلامی عقیدے کے مطابق حضرت محمد ﷺ یا کسی دوسرے نبی کے بجائے حضرت عیسیٰؑ ہی دوبارہ زمین پر تشریف لائیں گے، دنیا کا انصاف کے ساتھ فیصلہ کریں گے اور دجال (مسیحِ مخالف) کو قتل کریں گے۔

حدیث میں الہندی نے حضرت محمد ﷺ سے منسوب یہ اقوال نقل کیے ہیں:

''اللہ کی قسم! مریم کے بیٹے عیسیٰؑ انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کے لیے نازل ہوں گے۔''

قیامت قائم نہیں ہوگی جب تک مریم کے بیٹے عیسیٰؑ ایک راست باز قاضی اور عادل رہنما کی'' حیثیت سے نازل نہ ہوں۔''

مریم کے بیٹے عیسیٰؑ ایک عادل قاضی اور رہنما کی حیثیت سے نازل ہوں گے۔ وہ میری قبر پر'' آئیں گے، مجھے سلام کریں گے اور میں ان کے سلام کا جواب دوں گا۔''

''اللہ مریم کے بیٹے عیسیٰؑ کے ہاتھوں دجال کو ہلاک کرے گا۔''

مریم کے بیٹے عیسیٰؑ دوبارہ تشریف لائیں گے، اور جب دجال انہیں دیکھے گا تو اس طرح پگھل'' جائے گا جیسے موم پگھلتا ہے۔ پھر حضرت عیسیٰؑ اسے قتل کر دیں گے۔''

ابن ماجہ کے مطابق حضرت محمد ﷺ نے فرمایا:

دجال زمین پر کوئی جگہ نہیں چھوڑے گا مگر اسے اپنے قبضے میں لے لے گا اور اس پر چلے گا'' ، سوائے مکہ اور مدینہ کے۔ جہاں بھی وہ داخل ہونے کی کوشش کرے گا، فرشتے تلواریں لیے اس

کے مقابل ہوں گے۔ وہ سرخ پہاڑیوں تک پہنچے گا اور شہر تین مرتبہ لرزے گا۔ اس دن کو نجات ''کا دن کہا جائے گا۔

''پھر ان سے پوچھا گیا: ''اے اللہ کے نبی! اس دن عرب کہاں ہوں گے؟

انہوں نے فرمایا: ''اس دن عرب کم تعداد میں ہوں گے۔ اور جب حضرت عیسیٰؑ دجال کو دیکھیں گے تو وہ اس طرح پگھل جائے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے اور بھاگنے کی کوشش ''کرے گا، لیکن حضرت عیسیٰؑ اسے قتل کر دیں گے۔

:ایک مرتبہ پھر الہندی نے حضرت محمد ﷺ سے یہ قول نقل کیا ہے

مریم کے بیٹے عیسیٰؑ میری امت پر عادل حکمران اور راست باز رہنما ہوں گے۔ دشمنی اور'' نفرت ختم ہو جائے گی، اور پوری زمین امن سے اس طرح بھر جائے گی جیسے برتن پانی سے بھر جاتا ہے۔ جنگ ختم ہو جائے گی۔ ان کے دورِ حکومت میں ہر زہریلی چیز اپنا زہر کھو دے گی، یہاں تک کہ بچہ سانپ کو ہاتھ لگائے گا اور اسے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، اور شیر کو چھوئے گا تو اسے کوئی ضرر نہیں ہوگا۔ بھیڑوں کے درمیان بھیڑیا ایسے ہوگا جیسے ایک کتا ہو۔ پودے آدمؑ کے ''زمانے کی طرح بھرپور پیداوار دیں گے، کیونکہ پوری زمین کاشت کی جائے گی۔

اس طرح حضرت عیسیٰؑ ایک عادل حکمران اور الٰہی انتقام لینے والے دونوں ہیں۔ اس کے بالکل برعکس، حدیث میں حضرت محمد ﷺ کو دجال سے حفاظت کی دعا کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ ایک مرتبہ پھر حضرت عیسیٰؑ کی برتری نمایاں ہوتی ہے۔

XII. حضرت عیسیٰؑ مسیح ہیں

قرآن میں حضرت عیسیٰؑ کو دس مرتبہ ''مسیح'' کہا گیا ہے۔ البیضاوی سورۃ آل عمران 3:45 (''اس کا نام مسیح ہے'') کی تفسیر کرتے ہوئے تسلیم کرتے ہیں کہ لقب **المسیح (Christ)** سے نکلا ہے، جس کے معنی ''مسح کیا ہوا'' یا ''ممسوح'' ہیں۔ **(Mashih)** عبرانی لفظ **مشیح**

:حضرت مریمؑ کی والدہ نے حضرت مریمؑ کی پیدائش کے بعد دعا کی

میں اسے اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے تیری پناہ میں دیتی ہوں'' (سورۃ آل عمران'' 3:36)۔

:السیوطی اس دعا کی تفسیر کرتے ہوئے ابن عباسؓ کا قول نقل کرتے ہیں

پیدا ہونے والے لوگوں میں صرف مریم کے بیٹے عیسیٰؑ ایسے تھے جنہیں شیطان نے چھوا نہیں'' ''اور نہ ہی ان پر غالب آ سکا۔

مسلمان مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ شیطان کے لمس سے محفوظ رہے کیونکہ وہ ''ممسوح'' تھے۔

:الرازی بھی سورۃ آل عمران 3:45 کی تفسیر میں اس لقب کی مزید وضاحت کرتے ہیں

• حضرت عیسیٰؑ کو مسیح اس لیے کہا گیا کیونکہ انہیں ایسی چیز سے مسح کیا گیا جو انہیں گناہوں سے پاک کرتی تھی۔

• حضرت عیسیٰؑ کو مسیح اس لیے کہا گیا کیونکہ جبرائیلؑ کے پر کے ذریعے ان کا مسح کیا گیا اور انہیں شیطان کے لمس سے محفوظ رکھا گیا۔

• حضرت عیسیٰؑ کو مسیح اس لیے کہا گیا کیونکہ انہوں نے پوری زمین کا مشاہدہ کیا، یعنی وہ مختصر وقت میں زمین کی پوری وسعت میں سفر کر سکتے تھے۔

• ''حضرت عیسیٰؑ کو مسیح اس لیے کہا گیا کیونکہ مسیح کے معنی ''بادشاہ'' یا ''راست باز بھی ہیں۔ جب وہ اپنی والدہ کے رحم سے باہر آئے تو پہلے ہی تیل سے مسح کیے جا چکے تھے۔

القرطبی نے اس کے علاوہ بھی کچھ وضاحتیں پیش کی ہیں:

• حضرت عیسیٰؑ کو مسیح اس لیے کہا گیا کیونکہ جس بیمار شخص پر وہ اپنا ہاتھ پھیرتے، وہ شفا پا جاتا تھا۔

• حضرت عیسیٰؑ کو مسیح اس لیے کہا گیا کیونکہ وہ اللہ کی خاطر یتیموں کے سروں پر ہاتھ پھیرتے اور ان کا مسح کرتے تھے۔

• حضرت عیسیٰؑ کو مسیح اس لیے کہا گیا کیونکہ انہیں ایسی چیز سے مسح کیا گیا جو انہیں گناہوں سے پاک کرتی تھی۔

• حضرت عیسیٰؑ کو مسیح اس لیے کہا گیا کیونکہ انہیں اس پاک اور بابرکت تیل سے مسح کیا گیا جو صرف انبیاء کے مسح کے لیے استعمال ہوتا تھا۔

سورۃ آل عمران 3:45 کے بارے میں ان تفسیری اقوال کے ساتھ القاسمی مزید کہتے ہیں:

''لقب 'مسیح' کا اصل مفہوم یہ ہے کہ یہودی شریعت کے مطابق جس مذہبی رہنما کو مقدس تیل سے مسح کیا جاتا ہے، وہ پاک، بادشاہی اور علم کے لیے اہل، روحانی مراتب میں بلند اور بابرکت ہو جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس لقب کے ذریعے اشارہ کیا کہ حضرت عیسیٰؑ مسلسل برکت کی حالت میں ہیں جو ایسے مسح کا نتیجہ ہے، اگرچہ خود ان کا مسح نہیں کیا گیا تھا۔''

بائبل تعلیم دیتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کو ان کی پیدائش سے پہلے ہی ''مسیح'' کا لقب دیا تھا۔ حضرت عیسیٰؑ کو بادشاہ بنانے کے لیے کسی انسان نے نہیں بلکہ خود اللہ نے انہیں مسح کیا۔

جب ایک انسان دوسرے انسان کو مسح کرتا ہے تو دونوں فانی ہی رہتے ہیں۔ لیکن چونکہ حضرت عیسیٰؑ کو ازلی اور زندہ خدا نے مسح کیا، اس لیے وہ ابدی بادشاہ ہیں۔ وہ اللہ کے ساتھ زندہ ہیں۔

XIII. حضرت عیسیٰؑ کے پیغام کی معجزات کے ذریعے تصدیق ہوئی

قرآن کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کے القاب، صفات اور کلمات منفرد ہیں۔ چنانچہ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰؑ کو واضح نشانیاں عطا کیں اور روح القدس کے ذریعے ان کی مدد کی'' (سورۃ البقرہ 2:253)۔

البیضاوی اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

''اللہ نے صرف حضرت عیسیٰؑ کو واضح اور عظیم معجزات عطا کیے۔ کسی دوسرے نبی نے حضرت عیسیٰؑ جتنے مختلف قسم کے معجزات انجام نہیں دیے۔''

اسلام میں حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کی اہمیت عیسائیت میں موجود اہمیت سے مختلف ہے۔ مسیحی عقیدے کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کی دنیا میں آمد کا مقصد لوگوں کو خدا کی طرف واپس لانا تھا۔ انہیں شیطان کی غلامی سے لوگوں کو آزاد کرنے کی منفرد قدرت دی گئی، اور یہ قدرت جسمانی شفا کے معجزات میں ظاہر ہوئی، جو خدا کی محبت اور انسانوں کے لیے اس کی نگہداشت کو ظاہر کرتے ہیں۔

اس کے برعکس، احادیث میں حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کو ہمدردی یا ضرورت مندوں کی خدمت کے بجائے اللہ کی قدرت کے اظہار کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔ ان کا پیغام اسلام کا پیغام ہے: ''اللہ عظیم ہے''، نہ کہ انجیل کا یہ یقین کہ ''خدا محبت ہے''۔

اسی لیے قرآن حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کو اللہ کی قدرت کی ''واضح نشانیاں'' قرار دیتا ہے، جو تمام انبیاء کو عطا نہیں کی گئیں۔

اللہ کے رسولوں کے بارے میں سورۃ البقرہ 2:252-253 میں کہا گیا ہے:

''ان میں سے بعض کو ہم نے بعض پر فضیلت دی... اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰؑ کو واضح نشانیاں عطا کیں۔''

ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے البیضاوی کہتے ہیں:

''اللہ نے حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کو دوسرے انبیاء پر ان کی فضیلت کی دلیل بنایا، کیونکہ وہ واضح نشانیاں اور عظیم معجزات تھے۔ ان تمام معجزات کو یکجا کیا جائے تو کسی اور شخص نے انہیں انجام نہیں دیا۔''

قرآن کی دو آیات حضرت عیسیٰؑ کے ذریعے انجام دیے گئے معجزات کا براہِ راست ذکر کرتی ہیں۔

پہلی آیت میں حضرت عیسیٰؑ فرماتے ہیں:

سورۃ آل عمران 3:49

''میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نشانی لایا ہوں۔ میں تمہارے لیے مٹی سے پرندے کی شکل بناتا ہوں، پھر اس میں پھونکتا ہوں اور وہ اللہ کے حکم سے پرندہ بن جاتا ہے۔

اور میں مادرزاد نابینا اور کوڑھی کو شفا دیتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔ اور میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کرتے ہو۔ یقیناً اس میں تمہارے لیے نشانی ہے، اگر تم ایمان رکھتے ہو۔''

دوسری آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سورۃ المائدہ 5:110

''اے مریم کے بیٹے عیسیٰ! میری اس نعمت کو یاد کرو جو میں نے تم پر اور تمہاری والدہ پر کی، جب میں نے روح القدس کے ذریعے تمہاری مدد کی، یہاں تک کہ تم نے گہوارے میں بھی لوگوں سے کلام کیا اور بڑی عمر میں بھی۔ اور جب میں نے تمہیں کتاب، حکمت، تورات اور انجیل سکھائی، اور جب تم میرے حکم سے مٹی سے پرندے کی شکل بناتے، پھر اس میں پھونکتے اور وہ میرے حکم سے پرندہ بن جاتا، اور جب تم میرے حکم سے مادرزاد نابینا اور کوڑھی کو شفا دیتے، اور جب تم میرے حکم سے مردوں کو زندہ کرتے، اور جب میں نے بنی اسرائیل کو تمہیں نقصان پہنچانے سے روک دیا، جب تم ان کے پاس واضح نشانیاں لے کر آئے اور ان میں سے کافروں نے کہا: 'یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔'''

بہت سے معجزات جو مسلمان حضرت عیسیٰؑ سے منسوب کرتے ہیں، غیر مستند یا غیر قانونی (Apocryphal books) مذہبی کتب میں بھی بیان ہوئے ہیں، خصوصاً ابو اسحاق احمد الثعلبی (وفات 1035ء) کے مجموعے میں۔

قرآن اور حدیث میں حضرت عیسیٰؑ سے منسوب کیے گئے نمایاں معجزات میں درج ذیل شامل ہیں:

1. حضرت عیسیٰؑ نے گہوارے میں کلام کیا۔

قرآن بیان کرتا ہے کہ جب مریمؑ نے شادی سے پہلے ایک بچے کو جنم دیا تو ان کے رشتہ دار حیران اور پریشان ہوئے۔ انہوں نے کہا، "اے ہارون کی بہن! نہ تمہارے والد برے آدمی تھے اور نہ تمہاری ماں بدکار عورت تھی۔" مریمؑ نے بچے کی طرف اشارہ کیا۔ انہوں نے کہا، "ہم اس شخص سے کیسے بات کریں جو ابھی گہوارے میں ہے؟"

اس وقت حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا، "بے شک میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب عطا کی اور مجھے نبی بنایا، اور جہاں کہیں بھی میں ہوں مجھے بابرکت بنایا، اور جب تک میں زندہ رہوں مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔ اور مجھے اپنی والدہ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا بنایا اور مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا۔ پس سلامتی ہے مجھ پر جس دن میں پیدا ہوا، جس دن میں مروں گا اور جس دن دوبارہ زندہ اٹھایا جاؤں گا۔" (سورۃ مریم 19:28-33)

2. حضرت عیسیٰؑ نے مردوں کو زندہ کیا، کوڑھیوں اور نابیناؤں کو شفا دی۔

قرآن کے مطابق حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا، "میں مادرزاد نابینا اور کوڑھی کو شفا دیتا ہوں اور مردوں کو زندہ کرتا ہوں۔" (سورۃ آل عمران 3:49)

عکرمہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے یہ بات اس لیے کہی کیونکہ وہ ان معجزات کو ماننے سے انکار کر رہے تھے جو ان کی نبوت کو ثابت کرتے تھے۔ چونکہ کوئی عام انسان مردوں کو زندہ نہیں کر سکتا، نہ مادرزاد نابینا یا کوڑھی کو شفا دے سکتا ہے، اس لیے یہ ان کے پیغام کی صداقت کی علامت تھی۔

احادیث میں ان لوگوں کے نام بھی بیان کیے گئے ہیں جنہیں حضرت عیسیٰؑ نے ان کے جسموں کے گل سڑ جانے کے بعد بھی زندہ کیا۔ مسلمان مفسرین اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ یہ قدرت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

سورۃ یٰس 36:78-79

"اور وہ ہمارے لیے مثال بیان کرتا ہے اور اپنی پیدائش کو بھول جاتا ہے۔ کہتا ہے: ان ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا جبکہ یہ بوسیدہ ہو چکی ہوں؟ کہہ دو: انہیں وہی زندہ کرے گا جس نے پہلی بار انہیں پیدا کیا تھا۔"

السیوطی نے سورۃ آل عمران 3:48-49 کی تفسیر میں حضرت عیسیٰؑ کی مردوں کو زندہ کرنے کی قدرت کے بارے میں دو روایات بیان کی ہیں۔ ان میں سے ایک حضرت عیسیٰؑ کے اپنے بھائی سے متعلق ہے۔ دوسری روایت میں حضرت نوحؑ کے بیٹے سام کو زندہ کرنے کا ذکر ہے:

"بنی اسرائیل حضرت عیسیٰؑ کے پاس آئے اور کہا، 'سام بن نوح یہاں سے زیادہ دور دفن نہیں ہے۔ اللہ سے دعا کریں کہ وہ اسے زندہ کر دے۔' حضرت عیسیٰؑ نے اسے بلند آواز سے پکارا، اور سام قبر سے باہر آ گیا، لیکن اس کے بال سفید تھے۔ لوگوں نے کہا، 'وہ تو جوانی میں مرا تھا، یہ سفید بال کیسے ہیں؟' سام نے جواب دیا، 'جب میں نے حضرت عیسیٰؑ کی آواز سنی تو مجھے لگا کہ یہ قیامت کے دن مردوں کو زندہ کرنے والی پہلی پکار ہے۔'"

اس طرح اسلام حضرت عیسیٰؑ کو موت پر اختیار رکھنے والا مانتا ہے۔ قرآن میں کسی دوسرے نبی کے بارے میں یہ ذکر نہیں ملتا کہ انہوں نے مردوں کو زندہ کیا ہو، خواہ اللہ کی اجازت سے ہی کیوں نہ ہو۔ حضرت عیسیٰؑ کی آواز کی قدرت پر بھی خاص زور دیا گیا ہے۔

وہب بن منبہؒ (وفات 732ء)، جو یہودی سے مسلمان ہوئے اور مسلمانوں کے نزدیک ایک اہم مورخ سمجھے جاتے ہیں، بیان کرتے ہیں کہ کبھی کبھی پچاس ہزار بیمار لوگ حضرت عیسیٰؑ کے گرد جمع ہوتے اور شفا پاتے تھے۔

وہب نے حضرت عیسیٰؑ کے بچپن کا ایک واقعہ بھی بیان کیا ہے۔ ایک لڑائی میں ایک لڑکے نے دوسرے لڑکے کو قتل کر دیا اور سزا سے بچنے کے لیے لاش حضرت عیسیٰؑ کی گود میں ڈال دی۔ مقتول کے خاندان نے حضرت عیسیٰؑ کو قاضی کے سامنے پیش کیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے الزام سے انکار کیا، لیکن خون سے آلودہ کپڑوں کو دیکھ کر لوگ انہیں قتل کرنا چاہتے تھے۔ تب حضرت عیسیٰؑ نے کہا کہ لاش کو ان کے پاس لایا جائے تاکہ وہ مقتول سے پوچھیں کہ اسے کس نے قتل کیا۔ آخرکار ایسا ہی کیا گیا۔ حضرت عیسیٰؑ نے دعا کی اور لاش کو زندہ کر دیا۔ اس نے قاتل کا نام بتایا اور پھر دوبارہ مر گیا۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ کو چھوڑ دیا گیا۔

الکلبی کہتے ہیں، "حضرت عیسیٰؑ مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے، کہتے ہوئے: 'اے زندہ رہنے والے خدا! اے قادرِ مطلق!' انہوں نے اپنے دوست لعزر کو زندہ کیا۔ انہوں نے سام بن نوح کو حکم دیا کہ اپنی قبر سے باہر آئے، چنانچہ وہ زندہ باہر آیا۔ ایک مرتبہ وہ ایک مردہ لڑکے کے پاس سے گزرے اور اللہ کو پکارا۔ فوراً وہ لڑکا اٹھ کھڑا ہوا اور اپنے گھر والوں کے پاس واپس چلا گیا۔"

3. حضرت عیسیٰؑ نے بھوکوں کو کھانا کھلایا۔

قرآن میں بیان ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے حواریوں نے ان سے کہا، "اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تمہارا رب ہمارے لیے آسمان سے ایک دسترخوان اتار سکتا ہے؟"

آگے بیان ہوتا ہے:

سورۃ المائدہ 5:115-118

"حضرت عیسیٰؑ نے جواب دیا، "اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ سے ڈرو۔

انہوں نے کہا، "ہم چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں، ہمارے دل مطمئن ہوں، ہمیں یقین ہو جائے کہ آپ نے ہم سے سچ کہا ہے اور ہم اس پر گواہ بن جائیں۔"

حضرت عیسیٰؑ نے دعا کی، "اے اللہ، ہمارے رب! ہم پر آسمان سے ایک دسترخوان نازل فرما، جو ہمارے پہلے اور آخری سب لوگوں کے لیے عید ہو، اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو، اور ہمیں رزق عطا فرما، کیونکہ تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔"

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، "میں اسے تم پر نازل کرنے والا ہوں، لیکن اس کے بعد تم میں سے جو شخص کفر کرے گا، میں اسے ایسا عذاب دوں گا جو دنیا میں کسی اور کو نہ دیا ہوگا۔"

ابن عباسؓ نے ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عیسیٰؑ نے بنی اسرائیل سے تیس دن روزے رکھنے کو کہا اور وعدہ کیا کہ اللہ ان کی مطلوبہ چیز عطا کرے گا۔ انہوں نے تیس دن روزے رکھے اور حضرت عیسیٰؑ سے کہا، "ہم نے تیس دن روزے رکھے ہیں اور بھوکے ہیں۔ اپنے رب سے دعا کریں کہ وہ ہمارے لیے آسمان سے کھانا نازل کرے۔"

چنانچہ حضرت عیسیٰؑ نے ٹاٹ کا لباس پہنا، راکھ پر بیٹھے اور اللہ سے دعا کی۔ فرشتے ایک کھانا لے کر آئے جس میں سات روٹیاں اور سات بڑی مچھلیاں تھیں۔ انہوں نے اسے لوگوں کے سامنے رکھا اور سب نے اس میں سے کھایا۔

4. حضرت عیسیٰؑ غیب کا علم رکھتے تھے۔

قرآن میں حضرت عیسیٰؑ کا قول نقل کیا گیا ہے:

"میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں کیا ذخیرہ کرتے ہو۔ بے شک اس میں تمہارے لیے نشانی ہے، اگر تم ایمان رکھتے ہو۔" (سورۃ آل عمران 3:49)

قرآن غیب کے علم کو بھی اللہ کی ایک خاص صفت قرار دیتا ہے۔ سورۃ الانعام 6:59 میں ہے:

”غیب کی کنجیاں اسی کے پاس ہیں، انہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔“

:اس کے مقابلے میں قرآن میں محمدؐ کا قول ہے

اگر مجھے غیب کا علم ہوتا تو میں بہت سی بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھے کوئی برائی نہ“ پہنچتی۔” (سورۃ الاعراف 7:188)

اس طرح مصنف کے مطابق ایک بار پھر حضرت عیسیٰؑ کی برتری ظاہر ہوتی ہے۔

مسلمان مفسرین سورۃ آل عمران 3:49 کے بارے میں دو باتیں بیان کرتے ہیں۔ پہلی یہ کہ حضرت عیسیٰؑ کو اپنی پیدائش کے وقت ہی غیب کا علم عطا کیا گیا تھا۔ السدی کہتے ہیں کہ بچپن میں حضرت عیسیٰؑ اپنے دوستوں کو بتا دیتے تھے کہ ان کے والدین کیا کر رہے ہیں اور ان کی مائیں ان کے لیے کیا کھانا تیار کر رہی ہیں۔

اس کے نتیجے میں ان کے پڑوسیوں نے فیصلہ کیا کہ وہ ضرور جادوگر ہیں، اور بچوں کو ایک گھر میں جمع کر دیا تاکہ انہیں محفوظ رکھا جا سکے۔ جب حضرت عیسیٰؑ اس گھر میں آئے اور بچوں کو دیکھنے کے لیے کہا تو والدین نے کہا کہ وہاں کوئی بچے نہیں ہیں۔ انہوں نے پوچھا، “پھر گھر میں کون ہنس رہا اور کھیل رہا ہے؟” انہوں نے جواب دیا، “سور۔” اس کے بعد حضرت عیسیٰؑ نے بچوں کو سور بنا دیا۔

دوسری بات جو مسلمان مفسرین بیان کرتے ہیں وہ یہ ہے کہ غیب کا علم ایک معجزانہ قدرت ہے۔ نجومیوں کے برعکس، جو ستاروں کی حرکات سے اندازے لگاتے اور اکثر غلط پیش گوئیاں کرتے ہیں، حضرت عیسیٰؑ نے کسی آلے کا استعمال نہیں کیا، کوئی سوال نہیں پوچھا اور کوئی غلطی نہیں کی۔ مفسرین کے مطابق یہ الٰہی الہام کا نتیجہ ہونا چاہیے۔

5. حضرت عیسیٰؑ قیامت کے وقت کو جانتے تھے۔

:احادیث میں قیامت کی بہت سی نشانیاں بیان ہوئی ہیں، لیکن سورۃ الزخرف 43:61 میں ہے

”اور بے شک وہ قیامت کی ایک نشانی ہے۔“

اکثر مسلمان مفسرین اس آیت کو حضرت عیسیٰؑ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

الجلالین اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں، “قیامت کا یہ وقت حضرت عیسیٰؑ کے ظاہر ہونے سے معلوم ہوگا۔”

زمخشری اور بیضاوی کہتے ہیں، “حضرت عیسیٰؑ قیامت کی نشانی یا علامت ہیں؛ یعنی قیامت کے واقع ہونے کی ایک شرط اور ضرورت ہیں۔”

فخر الدین رازی کہتے ہیں، “حضرت عیسیٰؑ وہ نشانی ہیں جن کے ذریعے قیامت کو پہچانا جائے گا۔ قیامت کا وقت ان کے ظاہر ہونے سے معلوم ہوگا۔ حضرت عیسیٰؑ قیامت کی نشانی ہیں یا اس کے واقع ہونے کی ایک شرط ہیں۔”

بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کو قیامت کا علم ان کے عظیم معجزات کی وجہ سے ہے۔ شوکانی اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ کی کنواری مریمؑ سے پیدائش اور مردوں کو زندہ کرنا آخری قیامت کے سچا ہونے کی دلیل ہے۔

ابن کثیر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰؑ کے ہاتھوں مردوں کو زندہ کرنے اور بیماروں کو شفا دینے کے جو معجزات دکھائے، وہ قیامت کے یقینی ہونے کے لیے کافی دلیل ہیں۔ یہ آیت حضرت عیسیٰؑ ہی کی طرف اشارہ کرتی ہے، کیونکہ آیات کا سیاق انہی کے بارے میں ہے، اور اس کا مطلب ہے کہ حضرت عیسیٰؑ قیامت سے پہلے آئیں گے۔

قرآن حضرت عیسیٰؑ کو انسانوں کے گواہ کی حیثیت سے اللہ کے ساتھ ایک خاص مقام پر بیان کرتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کا قول نقل کیا گیا ہے:

"جب تک میں ان میں رہا، میں ان پر گواہ تھا، پھر جب تو نے مجھے وفات دی، تو تو ہی ان پر نگہبان تھا، اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔" (سورۃ المائدہ 5:116-117)

ایک بار پھر محمدؐ کے ساتھ فرق نمایاں ہوتا ہے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ محمدؐ سے فرماتا ہے:

"کہہ دو: میں رسولوں میں کوئی نیا رسول نہیں ہوں۔ اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور نہ یہ کہ تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا۔" (سورۃ الاحقاف 46:9)

باب 9

اسلام اور مسیح کی الوہیت

اسلام اور مسیح کی الوہیت

قرآن اور حدیث دونوں بار بار یسوع مسیح کی برتری کی تصدیق کرتے ہیں، یہاں تک کہ نبی محمد سے بھی بلند مقام پر۔ مکہ میں محمد پر نازل ہونے والی پہلی قرآنی آیات میں مسیحیت کے بارے میں بلند خیالات اور مسیح اور ان کے پیروکاروں کے لیے ایک نرم رویہ دکھائی دیتا ہے۔ تاہم، مدینہ میں محمد کی خدمت کے اختتام تک دونوں مذاہب کے درمیان کچھ ناقابلِ مصالحت اختلافات پیدا ہو چکے تھے۔ محمد عیسائیوں کو اسلام قبول کرنے پر قائل نہ کر سکے، اور وقت کے ساتھ وہ تثلیث اور مسیح کی الوہیت کے عقائد کو اس خدا کی وحدانیت کے انکار کے طور پر دیکھنے لگے جس کی وہ خود تعلیم دیتے تھے۔ چنانچہ بعد کی قرآنی آیات میں مسیحیت کے حوالے زیادہ مخالفانہ ہو گئے، اور عیسائیوں پر شرک اور غلو کا الزام لگایا گیا۔

I. مسیح کی الوہیت پر قرآنی اعتراضات

قرآن کی متعدد آیات مسیح کی الوہیت پر اعتراضات پیش کرتی ہیں۔ ان اعتراضات اور ان کے جوابات درج ذیل ہیں:

1. قرآن کہتا ہے کہ یسوع آدم کے مشابہ ہیں۔

سورۃ 3:59

"اللہ کے نزدیک عیسیٰ کی مثال آدم کی سی ہے۔ اسے مٹی سے پیدا کیا، پھر اس سے کہا، "ہو جا، تو وہ ہو گیا۔

السدی نے اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہا کہ نجران سے چار اشخاص محمد کے پاس آئے اور ان سے یسوع کے بارے میں رائے پوچھی۔ محمد نے کہا، "وہ اللہ کا بندہ، اس کی روح اور اس کا کلمہ ہے۔" غصے میں ان چاروں نے جواب دیا، "نہیں، وہ خدا ہے۔ کیا تم نے کبھی کسی بچے کو بغیر باپ کے پیدا ہوتے دیکھا ہے؟" چنانچہ محمد کو سورۃ 3:59 دی گئی تاکہ یہ بیان کیا جائے کہ یسوع بھی آدم کی طرح مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔ یہ قرآن کی دوسری آیات سے متصادم ہے، جو اناجیل کے ساتھ یسوع کی کنواری پیدائش کو تسلیم کرتی ہیں (دیکھیں سورۃ 3:35-55 اور سورۃ 19:1-34)۔

2. قرآن کہتا ہے کہ یسوع صرف ایک رسول ہیں۔

سورۃ 4:171

اے اہلِ کتاب! اپنے دین میں غلو نہ کرو اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو۔ مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول، اس کا کلمہ جو اس نے مریم کی طرف القا کیا، اور اس کی طرف ،سے ایک روح تھے۔ پس اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ یہ نہ کہو کہ تین ہیں۔ باز آ جاؤ یہی تمہارے لیے بہتر ہے۔ اللہ تو ایک ہی معبود ہے۔ وہ اس سے پاک ہے کہ اس کا کوئی بیٹا ہو۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے، اور اللہ کافی ہے کارساز ہونے کے لیے۔

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے الطبری کہتے ہیں، "اے اہلِ کتاب! حق سے تجاوز نہ کرو اور غلو نہ کرو۔ یسوع کے بارے میں حق سے زیادہ کچھ نہ کہو، کیونکہ اگر تم یہ کہتے رہے تو اپنے آپ کو اللہ کے بڑے عذاب کے حوالے کر دو گے۔"

لیکن عیسائی غلو نہیں کرتے۔ وہ ایمان رکھتے ہیں کہ یسوع نے اپنے جلال کو خالی کیا اور ہماری دنیا میں خدا کے بندے اور نبی کی حیثیت سے آئے۔ عیسائیوں نے کبھی تین خداؤں کی عبادت کا دعویٰ نہیں کیا۔ خدا ایک ہے، اور تمام جلال اسی کے لیے ہے۔

3. قرآن کہتا ہے کہ یسوع انسان ہونے کی وجہ سے خدا کو اپنے اندر نہیں سمو سکتے تھے۔

سورۃ 5:17

یقیناً وہ لوگ کافر ہیں جنہوں نے کہا کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے۔ کہہ دو، اگر اللہ مسیح ابن مریم، اس کی ماں اور زمین پر موجود سب لوگوں کو ہلاک کرنا چاہے تو کون اسے روک سکتا ہے؟ آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان جو کچھ ہے سب کی بادشاہی اللہ ہی کے لیے ہے۔

یہاں حقیقتاً کوئی تضاد نہیں ہے۔ عیسائیوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ "خدا مسیح ہے"، کیونکہ اس بیان سے باپ اور روح القدس خدا کی ذات سے خارج ہو جائیں گے۔ تاہم، عیسائی اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ مسیح خدا ہیں۔

4. قرآن کہتا ہے کہ یسوع خدا بننے کے لیے بہت کمزور تھے۔

سورۃ 5:75-76

مسیح ابن مریم صرف ایک رسول تھے۔ ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ ان کی والدہ راست باز عورت تھیں۔ دونوں کھانا کھاتے تھے۔ دیکھو ہم ان کے لیے اپنی نشانیاں کس طرح واضح کرتے ہیں، پھر دیکھو کہ وہ کس طرح بہکائے جاتے ہیں۔ کہہ دو، کیا تم اللہ کے سوا ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو تمہارے لیے نہ نقصان کا اختیار رکھتی ہے نہ فائدے کا؟ جبکہ اللہ ہی سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔

ان آیات کی تفسیر کرتے ہوئے الرازی تین نکات بیان کرتے ہیں:

- یسوع کی ایک ماں تھی۔ وہ پیدا کیے گئے، لہٰذا وہ خدا نہیں ہیں۔
- یسوع اور ان کی والدہ کو خوراک کی ضرورت تھی۔ خدا کو کسی چیز کی ضرورت نہیں، لہٰذا یسوع خدا نہیں ہیں۔

• یسوع اور ان کی والدہ کھانا کھاتے تھے۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ جسمانی ضروریات سے گزرتے تھے۔ خدا کے بارے میں ایسی بات کہنا کفر ہے۔

مسلمان کہتے ہیں کہ پیدا کیا گیا انسان دوسرے انسان کو نہ نقصان پہنچا سکتا ہے اور نہ فائدہ۔ "کیا تم اللہ کے سوا ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو نہ نقصان کا اختیار رکھتی ہے نہ فائدے کا؟" چنانچہ وہ پوچھیں گے: "یہودیوں نے یسوع کو کیسے مصلوب کیا؟ جب انہوں نے کہا کہ انہیں پیاس لگی ہے تو انہوں نے سرکہ کیوں پلانے دیا؟ خدا ایسی کمزوری کی حالت میں کیسے ہو سکتا ہے؟ اور اگر خدا کو اپنے وجود سے باہر کسی چیز کی ضرورت نہیں، تو یسوع عبادت کرنے کے لیے ہیکل میں کیوں گئے؟ اس کا مطلب ہے کہ انہیں خدا کی ضرورت تھی، اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ صرف ایک نبی تھے۔"

عیسائیوں کے لیے یہ مسائل تجسدِ مسیح کے عقیدے کے تحت حل ہو جاتے ہیں۔ یسوع مکمل طور پر خدا بھی ہو سکتے ہیں اور مکمل طور پر انسان بھی۔ انسان کی حیثیت سے انہوں نے جسمانی زندگی کی تمام ضروریات کا تجربہ کیا۔ خدا کی حیثیت سے وہ ان لوگوں کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں جو ان کی نجات کو قبول کرتے ہیں، اور ان لوگوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں جو انہیں رد کرتے ہیں۔ چنانچہ بائبل ایمانداروں سے کہتی ہے:

1 پطرس 2:4-10

تم اس کے پاس آتے ہو جو زندہ پتھر ہے، جسے انسانوں نے رد کیا مگر خدا نے چن لیا اور جو اس کے نزدیک قیمتی ہے۔ تم بھی زندہ پتھروں کی مانند ایک روحانی گھر بنائے جا رہے ہو تاکہ یسوع مسیح کے وسیلے سے خدا کو پسند آنے والی روحانی قربانیاں پیش کرو۔ کیونکہ کلام میں لکھا ہے، "دیکھو، میں صیون میں ایک چنا ہوا اور قیمتی کونے کا پتھر رکھتا ہوں، اور جو اس پر ایمان لائے گا وہ شرمندہ نہ ہوگا۔" پس تم جو ایمان رکھتے ہو، وہ تمہارے لیے قیمتی ہے۔ لیکن جو ایمان نہیں رکھتے، ان کے لیے "جس پتھر کو معماروں نے رد کیا وہی کونے کا سرہ ہو گیا" اور "ٹھوکر کا پتھر اور گرنے کی چٹان بن گیا۔" وہ کلام کی نافرمانی کے باعث ٹھوکر کھاتے ہیں۔ لیکن تم برگزیدہ نسل، شاہی کاہنوں کی جماعت، مقدس قوم اور خدا کی خاص ملکیت ہو، تاکہ اس کی حمد بیان کرو جس نے تمہیں تاریکی سے اپنی حیرت انگیز روشنی میں بلایا۔ پہلے تم اس کی قوم نہ تھے، مگر اب خدا کی قوم ہو؛ پہلے تم پر رحم نہیں ہوا تھا، مگر اب تم پر رحم ہوا ہے۔

عیسائیوں کو یسوع کے دعا کرنے میں بھی کوئی مسئلہ نہیں ملتا۔ یہ باپ کے ساتھ ان کی رفاقت اور تعلق تھا۔ مزید یہ کہ قرآن بیان کرتا ہے کہ خدا بھی "دعا" کرتا ہے۔ سورۃ 33:43 میں کہا گیا ہے، "وہی ہے جو تم پر یُصَلِّی (لفظی طور پر: 'دعا کرتا ہے') اور اس کے فرشتے بھی، تاکہ وہ تمہیں تاریکیوں سے روشنی کی طرف نکالے۔"

اسی طرح سورۃ 33:56 میں کہا گیا ہے کہ "اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر یُصَلُّونَ ('دعا کرتے ہیں')۔"

5. قرآن کہتا ہے کہ یسوع نے خدا سے الگ ایک معبود ہونے کا دعویٰ کیا۔

سورۃ 5:116

اللہ فرمائے گا، "اے عیسیٰ ابن مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو دو معبود بنا لو؟" وہ کہیں گے، "پاک ہے تو! مجھے حق نہیں کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسی بات کہی ہوتی تو تو اسے ضرور جانتا۔ تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے، اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔ بے شک تو تمام پوشیدہ باتوں کو خوب جانتا ہے۔"

اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے الرازی بتاتے ہیں کہ اللہ کا سوال دراصل ایک خطیبانہ سوال ہے، جس کا مقصد ان عیسائیوں کو تنبیہ کرنا ہے جو بدعت میں مبتلا ہونے کے خطرے میں تھے۔ یہ بدعت مریمیت کی تھی، جس میں تثلیث باپ، ماں اور بیٹے پر مشتمل سمجھی جاتی تھی۔ اصل میں وینس کی پرستش کرنے والے کچھ لوگ عیسائیت میں داخل ہوئے اور یونانی دیوی وینس کی جگہ کنواری مریم کو رکھ کر مریمیت کی بدعت پیش کی۔

6. قرآن کہتا ہے کہ یسوع خدا کے بیٹے نہیں ہو سکتے۔

سورۃ 6:102

اس کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے جبکہ اس کی کوئی بیوی نہیں؟

سورۃ 19:35

اللہ کے لیے یہ شایانِ شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ وہ پاک ہے۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو صرف کہتا ہے، "ہو جا"، اور وہ ہو جاتا ہے۔

سورۃ 19:88-93

انہوں نے ایک نہایت سنگین بات کہی ہے۔ قریب ہے کہ آسمان اس بات سے پھٹ پڑیں، زمین شق ہو جائے اور پہاڑ گر پڑیں کہ انہوں نے رحمٰن کے لیے بیٹا مقرر کیا۔ رحمٰن کے لیے یہ شایانِ شان نہیں کہ وہ کسی کو بیٹا بنائے۔ آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں، سب رحمٰن کے حضور بندے کی حیثیت سے حاضر ہونے والے ہیں۔

سورۃ 6:102 کی تفسیر کرتے ہوئے البیضاوی کہتے ہیں، "اللہ کے لیے بیٹا ہونا اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ اس کا کسی عورت کے ساتھ تعلق ہے، اور یہ ناممکن ہے۔"

الطبری اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے کہتے ہیں، "بچہ مرد اور عورت کے تعلق سے پیدا ہوتا ہے، لیکن خدا کی کوئی بیوی نہیں، تو اس کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟ اس نے تمام چیزوں کو پیدا کیا ہے اور اسے تمام چیزوں کا علم ہے، تو اس کا بیٹا کیسے ہو سکتا ہے؟"

یقیناً عیسائیوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ خدا کا کسی عورت کے ساتھ جسمانی تعلق تھا۔ انجیل کہتی ہے، "دنیا کی تخلیق سے پہلے کلام موجود تھا: وہ خدا کے ساتھ تھا، اور وہی خدا تھا" (یوحنا 1:1)۔ یسوع کا باپ کے ساتھ تعلق روحانی ہے۔

7. قرآن کہتا ہے کہ یسوع صرف خدا کے بندے ہیں۔

سورۃ 19:30-31

میں یقیناً اللہ کا بندہ ہوں۔ اس نے مجھے کتاب عطا کی، مجھے نبی بنایا، اور جہاں کہیں بھی میں ہوں مجھے بابرکت بنایا، اور جب تک میں زندہ رہوں مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔

الرازی ان الفاظ کے بارے میں جو یسوع سے منسوب کیے گئے ہیں، چار تبصرے پیش کرتے ہیں:

- عیسائی یہ کہنے میں بالکل غلط ہیں کہ یسوع خدا ہیں۔
- یسوع نے اقرار کیا کہ وہ خدا کے بندے ہیں۔
- یسوع نے اس الزام کی تردید کی کہ ان کی والدہ مریم بدکار عورت تھیں۔
- خدا کی بھی صفائی پیش ہو جاتی ہے، کیونکہ اس نے کسی بدکار عورت کو پاکیزہ بیٹا نہیں دیا۔

عیسائیوں کو مسلمانوں کے سامنے یسوع کے بارے میں بائبل کی دو حقیقتیں بار بار بیان کرنے سے نہیں تھکنا چاہیے۔

اول، مریم کے بیٹے کی حیثیت سے یسوع واقعی خدا کے بندے ہیں۔ بائبل کہتی ہے:

"کس نے ہماری خبر پر یقین کیا اور خداوند کا بازو کس پر ظاہر ہوا؟ ... اپنی جان کی مصیبت کے بعد وہ اسے دیکھے گا اور سیر ہوگا؛ اپنے علم سے میرا راستباز بندہ بہتوں کو راستباز ٹھہرائے گا، اور ان کی بدکرداری اٹھا لے گا" (یسعیاہ 53:1-11)۔

دوم، بندہ ہونا اس بات سے مانع نہیں کہ وہ بیٹا بھی ہوں۔ رومیوں کے خط کے ابتدائی چار ابواب اس بات کو واضح کرتے ہیں:

"پولس، یسوع مسیح کا بندہ، رسول ہونے کے لیے بلایا گیا اور خدا کی خوشخبری کے لیے مخصوص کیا گیا۔ اس خوشخبری کا وعدہ اس نے پہلے اپنے نبیوں کے وسیلے سے پاک نوشتوں میں کیا تھا، اپنے بیٹے کے بارے میں، جو جسم کے اعتبار سے داؤد کی نسل سے پیدا ہوا، اور پاکیزگی کی روح کے اعتبار سے مُردوں میں سے جی اٹھنے کے باعث قدرت کے ساتھ خدا کا بیٹا مقرر ہوا، یعنی یسوع مسیح ہمارا خداوند" (رومیوں 1:1-4)۔

8. قرآن کہتا ہے کہ یسوع انسان ہونے کی حیثیت سے الوہیت میں شریک نہیں ہو سکتے۔

سورۃ 43:15

اور انہوں نے اس کے بندوں میں سے بعض کو اس کا حصہ قرار دے دیا۔ بے شک انسان کھلا ناشکرا ہے۔

مسلمان کہتے ہیں کہ یسوع کو "خدا کا بیٹا" کہنا توہین آمیز طور پر یہ دعویٰ کرنا ہے کہ ایک انسان خدا کی ذات کا حصہ بن گیا ہے۔ یقیناً کوئی مخلوق اپنے خالق کا حصہ نہیں بن سکتی۔ عیسائی ایمان رکھتے ہیں کہ باپ اور بیٹا ایک ہیں اور ابتدا ہی سے ایک ہیں (یوحنا 10:30)۔

حقیقت میں قرآن خود یسوع اور خدا کے درمیان منفرد تعلق کا ذکر کرتا ہے، جب وہ یسوع کو خدا کا کلمہ اور اس کی طرف سے ایک روح" کہتا ہے (دیکھیں سورۃ 4:171)۔"

II. بائبل یسوع مسیح کے بارے میں کیا کہتی ہے

یسوع منفرد ہیں۔ ہم ان کا کسی سے موازنہ نہیں کر سکتے۔ وہ اس لحاظ سے منفرد ہیں کہ وہ ،ہماری دنیا میں کیسے آئے، اس لحاظ سے منفرد ہیں کہ انہوں نے دنیا میں کیسے زندگی گزاری اپنی تعلیمات اور معجزات میں منفرد ہیں، اس لحاظ سے منفرد ہیں کہ وہ دنیا سے کیسے رخصت ہوئے، اور اس لحاظ سے بھی منفرد ہیں کہ ایک دن دوبارہ واپس آئیں گے۔

اس کا کچھ تصور قرآن اور حدیث میں بھی نظر آتا ہے۔ لیکن مسلمان یسوع مسیح کو مکمل طور پر نہیں سمجھ سکتے، کیونکہ اسلامی عقیدہ انہیں اس طرح دیکھنے کی اجازت نہیں دیتا جیسے وہ حقیقت میں ہیں۔ یسوع کو صرف مقدس صحائف میں موجود الٰہی مکاشفے کے ذریعے جانا جا سکتا ہے:

1 تیمتھیس 3:16

بلاشبہ دینداری کا بھید عظیم ہے: وہ جسم میں ظاہر ہوا، روح کے وسیلے سے راستباز ٹھہرایا" گیا، فرشتوں کو دکھائی دیا، قوموں میں اس کی منادی ہوئی، دنیا میں اس پر ایمان لایا گیا، اور "جلال میں اوپر اٹھا لیا گیا۔

بائبل یسوع کی ایک ایسی تصویر پیش کرتی ہے جو اسلام میں پیش کی گئی تصویر سے بہت مختلف ہے۔ یہاں چھ اہم باتیں بیان کی گئی ہیں۔

1. بائبل کہتی ہے کہ یسوع اپنی پیدائش سے پہلے موجود تھے۔

قرآن کہتا ہے:

سورۃ 4:171

مسیح عیسیٰ ابن مریم اللہ کے رسول، اس کا کلمہ جو اس نے مریم کی طرف پہنچایا، اور اس کی طرف سے ایک روح ہیں۔

آپ کسی ایسی چیز کو کسی کے سپرد نہیں کر سکتے جو پہلے سے موجود نہ ہو۔ یسوع کو مریم ،کے سپرد کیا گیا اس سے پہلے کہ وہ انہیں جنم دیتیں۔ وہ ابتدا ہی سے خدا کے ساتھ موجود تھے اور:

جب وقت پورا ہوا تو خدا نے اپنے بیٹے کو بھیجا، جو عورت سے پیدا ہوا اور شریعت کے ماتحت پیدا ہوا، تاکہ وہ ان کو جو شریعت کے ماتحت تھے چھڑا لے اور ہمیں لے پالک ہونے کا حق ملے" (گلتیوں 4:4-5)۔

بائبل کہتی ہے کہ یسوع زمین پر پیدا ہونے سے پہلے ہی بیٹے تھے۔ باپ نے بیٹے سے کہا، "تو میرا بیٹا ہے، آج میں نے تجھے پیدا کیا" (زبور 2:7؛ عبرانیوں 1:5)۔ ایک باپ اس وقت تک باپ نہیں کہلاتا جب تک وہ بیٹے کو پیدا نہ کرے۔ ایک بیٹا اس وقت تک بیٹا نہیں کہلاتا جب تک وہ باپ سے پیدا نہ ہو۔ یسوع ابتدا ہی سے بیٹا تھے، اپنی پیدائش سے پہلے ہی۔

2. بائبل کہتی ہے کہ یسوع جسم میں خدا ہیں۔

یسوع ایک ہی وقت میں خدا بھی اور انسان بھی ہیں۔ خدا یسوع مسیح میں انسانی صورت میں ظاہر ہوا، تاکہ "اس میں الوہیت کی ساری معموری جسمانی طور پر سکونت کرتی ہے" (کلسیوں 2:9)۔

عبرانیوں کے مصنف کے مطابق:

عبرانیوں 1:1-3

خدا نے قدیم زمانے میں نبیوں کے وسیلے سے باپ دادا سے مختلف اوقات اور مختلف طریقوں سے کلام کیا، لیکن ان آخری دنوں میں ہم سے بیٹے کے وسیلے سے کلام کیا، جسے اس نے سب چیزوں کا وارث مقرر کیا اور اسی کے وسیلے سے اس نے جہانوں کو بنایا۔ وہ خدا کے جلال کا عکس اور اس کی ذات کی حقیقی صورت ہے، اور اپنے قدرت کے کلام سے سب چیزوں کو سنبھالتا ہے۔ جب اس نے ہمارے گناہوں کو خود پاک کر دیا تو بلندی پر جلال والے کی دائیں طرف بیٹھ گیا۔"

اپنی الٰہی قدرت کے ذریعے یسوع نے معجزات کیے۔ انسان کی حیثیت سے انہوں نے دوسرے انسانوں کی طرح کھایا، پیا اور سوئے۔ وہ کبھی اپنے بارے میں خدا کی حیثیت سے اور کبھی انسان کی حیثیت سے بات کرتے تھے، کیونکہ وہ خدا بھی تھے اور انسان بھی۔

انہوں نے اپنے الزام لگانے والوں سے کہا:

"آئندہ تم ابنِ آدم کو قادرِ مطلق کی دائیں طرف بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر آتے دیکھو گے" (متی 26:64)۔

لیکن ایک شاگرد سے انہوں نے یہ بھی کہا:

"اے فلپس! میں اتنے عرصے سے تمہارے ساتھ ہوں اور پھر بھی تم نے مجھے نہیں جانا؟ جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا۔ پھر تم کیسے کہتے ہو کہ ہمیں باپ دکھا؟" (یوحنا 14:9)۔

لہٰذا اگر ہم کہیں کہ یسوع خدا ہیں، یا یہ کہیں کہ یسوع انسان ہیں، تو ہم صرف سچائی کے ایک حصے کو بیان کر رہے ہوں گے۔ وہ خدا بھی اور انسان بھی تھے، اور انجیل کی بہت سی کہانیوں میں ان کی فطرت کے یہ دونوں پہلو ایک ہی وقت میں ظاہر ہوتے ہیں۔

:مثال کے طور پر

مرقس 4:35-41

شام ہوئی تو اس نے اپنے شاگردوں سے کہا، 'آؤ ہم جھیل کے پار چلیں۔' چنانچہ وہ ہجوم کو" چھوڑ کر اسے اسی طرح کشتی میں لے گئے۔ دوسری کشتیاں بھی اس کے ساتھ تھیں۔ اچانک ایک شدید آندھی آئی اور لہریں کشتی سے ٹکرانے لگیں، یہاں تک کہ وہ پانی سے بھرنے لگی۔ !یسوع کشتی کے پچھلے حصے میں تکیے پر سو رہے تھے۔ شاگردوں نے انہیں جگایا اور کہا، 'استاد ،کیا آپ کو پروا نہیں کہ ہم ہلاک ہو رہے ہیں؟' وہ اٹھے، ہوا کو ڈانٹا اور لہروں سے کہا ،خاموش! تھم جا!' تب ہوا رک گئی اور مکمل سکون ہو گیا۔ پھر انہوں نے شاگردوں سے کہا' تم کیوں ڈرتے ہو؟ کیا اب بھی تمہارا ایمان نہیں؟' وہ بہت خوف زدہ ہوئے اور ایک دوسرے' !''سے کہنے لگے، 'آخر یہ کون ہے؟ ہوا اور سمندر بھی اس کا حکم مانتے ہیں

صرف اسی صورت میں کہ یسوع مکمل طور پر خدا اور مکمل طور پر انسان تھے، عبرانیوں کا :مصنف یہ کہہ سکتا تھا

یسوع مسیح کل، آج اور ابد تک یکساں ہیں" (عبرانیوں 13:8)۔"

:وہ "کلام جو جسم بنا"، جیسا کہ یوحنا ایک معروف عبارت میں بیان کرتا ہے

یوحنا 1:1-4، 14

ابتدا میں کلام تھا، اور کلام خدا کے ساتھ تھا، اور کلام خدا تھا۔ وہ ابتدا میں خدا کے ساتھ" تھا۔ سب چیزیں اسی کے وسیلے سے پیدا ہوئیں، اور جو کچھ پیدا ہوا ہے اس میں سے کوئی چیز بھی اس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی۔ اس میں زندگی تھی، اور وہ زندگی انسانوں کے لیے روشنی تھی... اور کلام جسم بنا اور ہمارے درمیان سکونت کی، اور ہم نے اس کا جلال دیکھا، ایسا "جلال جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال، جو فضل اور سچائی سے معمور تھا۔

اسلام اور مسیح کی الوہیت

قرآن اور حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت اور فضیلت کا بار بار ذکر ملتا ہے۔ تاہم، اسلام اور مسیحیت کے درمیان بنیادی اختلاف یہ ہے کہ **اسلام حضرت عیسیٰ کو عظیم نبی اور رسول مانتا ہے، جبکہ بائبل انہیں خدا کا ازلی بیٹا، خدا کا کلمہ اور مجسم خدا قرار دیتی ہے۔**

1. بائبل کے مطابق یسوع اپنی الوہیت کا اعلان کرتے ہیں

یسوع نے کئی مواقع پر اپنے بارے میں ایسے دعوے کیے جو محض ایک نبی کے دعوے نہیں تھے۔

مرقس 14:61-64 میں سردار کاہن نے پوچھا:

"کیا تو مسیح، مبارک کا بیٹا ہے؟"

یسوع نے جواب دیا:

"میں ہوں۔"

پھر انہوں نے ابنِ آدم کو قادرِ مطلق کے دہنے بیٹھے اور آسمان کے بادلوں پر آتے ہوئے دیکھنے کی بات کی۔ سردار کاہن نے اسے کفر سمجھا۔

یوحنا 5:17-18 میں یسوع نے خدا کو اپنا باپ کہا۔ یہودیوں نے اس بات کو اس طرح سمجھا کہ وہ اپنے آپ کو خدا کے برابر قرار دے رہے تھے۔

یوحنا 8:56-59 میں یسوع نے ابراہیم کے بارے میں فرمایا:

"ابراہیم کے ہونے سے پہلے میں ہوں۔"

یہاں یسوع نے صرف یہ نہیں کہا کہ وہ ابراہیم سے پہلے موجود تھے، بلکہ "میں ہوں" کا ایسا اظہار استعمال کیا جو ان کے ازلی وجود کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

2. یسوع نے اپنے کلام اور اعمال سے اپنی الوہیت کی تصدیق کی

یسوع نے ایسے کام کیے جو خدا کے اختیار سے متعلق ہیں۔

- **گناہوں کو معاف کیا۔**
  "مرقس 2:5-12 میں یسوع نے مفلوج شخص سے فرمایا، "بیٹا، تیرے گناہ معاف ہوئے۔ شریعت کے عالموں نے اعتراض کیا کیونکہ گناہ معاف کرنے کا اختیار خدا ہی کا ہے۔ پھر یسوع نے اسے شفا دے کر اپنے اختیار کو ظاہر کیا۔
- **ابدی زندگی عطا کی۔**
  یسوع نے فرمایا، "میں انہیں ہمیشہ کی زندگی دیتا ہوں" (یوحنا 10:28)۔
- **قیامت اور زندگی کا اختیار رکھا۔**
  یسوع نے فرمایا، "میں قیامت اور زندگی ہوں" (یوحنا 11:25)۔
- **قیامت کے بعد بھی عبادت قبول کی۔**
  توما نے یسوع کو دیکھ کر کہا، "اے میرے خداوند! اے میرے خدا!" (یوحنا 20:28)۔
  یسوع نے توما کو اس اعتراف پر ملامت نہیں کی۔

- **قیامت اور عدالت کا اختیار رکھا۔**
  یسوع نے فرمایا، "باپ کسی کی عدالت بھی نہیں کرتا بلکہ ساری عدالت بیٹے کے سپرد کی ہے" (یوحنا 5:22)۔

3. بائبل کے مطابق یسوع خالق ہیں

یہ مسیح کی الوہیت کے سب سے مضبوط دلائل میں سے ایک ہے۔

یوحنا 1:1-3 کہتا ہے:

"ابتدا میں کلام تھا، اور کلام خدا کے ساتھ تھا، اور کلام خدا تھا... سب چیزیں اس کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں۔"

پھر یوحنا 1:14 میں واضح کیا گیا:

"کلام مجسم ہوا۔"

یعنی جس **کلام** کے بارے میں کہا گیا کہ وہ خدا تھا، وہی یسوع مسیح کی صورت میں جسمانی طور پر دنیا میں آیا۔

کلسیوں 1:16 بھی کہتا ہے:

"سب چیزیں اسی کے وسیلہ سے اور اسی کے واسطے پیدا ہوئی ہیں۔"

اگر سب چیزیں مسیح کے وسیلہ سے پیدا ہوئیں، تو مسیح خود محض ایک مخلوق نہیں ہو سکتے۔ وہ **خالق** ہیں۔

4. مسیح میں خدا کی معموریت ہے

کلسیوں 2:9 میں پولس رسول فرماتے ہیں:

"کیونکہ الوہیت کی ساری معموری جسمانی طور پر مسیح میں سکونت کرتی ہے۔"

یہ مسیح کی الوہیت کے بارے میں نہایت واضح بیان ہے۔ مسیح میں صرف خدا کی طرف سے کوئی خاص روحانی طاقت نہیں بلکہ **الوہیت کی ساری معموری** موجود ہے۔

5. یسوع خدا کا کامل اظہار ہیں

عبرانیوں 1:3 یسوع کو خدا کے جلال کی تابش اور اس کی ذات کی عین شبیہ قرار دیتا ہے۔

خود یسوع نے فرمایا:

یوحنا 14:9

"جس نے مجھے دیکھا اس نے باپ کو دیکھا۔"

اس کا مطلب یہ نہیں کہ یسوع خود باپ ہیں، بلکہ یہ کہ یسوع باپ کو کامل طور پر ظاہر کرتے ہیں۔ مسیحی ایمان کے مطابق **باپ اور بیٹا الگ اشخاص ہیں، لیکن ایک ہی الٰہی ذات رکھتے ہیں۔**

6. یسوع نے عبادت قبول کی

بائبل میں عبادت کا حق بنیادی طور پر خدا کے لیے ہے، لیکن یسوع نے عبادت کو قبول کیا۔

جب یسوع پانی پر چلے تو کشتی میں موجود لوگوں نے انہیں سجدہ کیا اور کہا:

"یقیناً تو خدا کا بیٹا ہے۔"
(متی 14:33)

قیامت کے بعد بھی شاگردوں نے یسوع کو سجدہ کیا (متی 28:9، 17)۔

عبرانیوں 1:6 میں فرشتوں کے بارے میں کہا گیا:

"خدا کے سب فرشتے اسے سجدہ کریں۔"

اگر یسوع صرف ایک مخلوق یا عام نبی ہوتے تو عبادت قبول کرنا مناسب نہ ہوتا۔ بائبل انہیں اس لیے عبادت کے لائق قرار دیتی ہے کیونکہ وہ الٰہی ذات رکھتے ہیں۔

7. یسوع کی انسان بننے کی حالت عارضی تھی

مسیحی عقیدے کے مطابق یسوع اپنی الوہیت سے دستبردار نہیں ہوئے بلکہ انسان بن کر دنیا میں آئے۔

فلپیوں 2:5-11 بتاتا ہے کہ مسیح:

- خدا کی صورت میں تھے؛
- اپنے آپ کو خالی کیا؛
- خادم کی صورت اختیار کی؛
- انسانی شکل میں آئے؛
- صلیب کی موت تک فرمانبردار رہے؛
- اور پھر خدا نے انہیں نہایت سرفراز کیا۔

یسوع نے خود باپ سے دعا کی:

یوحنا 17:5

"اے باپ! اس جلال سے جو دنیا کی پیدائش سے پیشتر مجھے تیرے ساتھ تھا، مجھے اپنے ساتھ جلالی بنا دے۔"

یہ بیان ظاہر کرتا ہے کہ یسوع کی زندگی بیت لحم سے شروع نہیں ہوئی۔ وہ **دنیا کی پیدائش سے پہلے جلال میں موجود تھے۔**

8. یسوع کی قیامت

یسوع نے اپنی موت کے بعد قیامت پائی۔ قیامت کے بعد توما نے انہیں دیکھ کر کہا:

"اے میرے خداوند! اے میرے خدا!"
(یوحنا 20:28)

یسوع نے توما کو اس اعتراف سے منع نہیں کیا۔

اسی کے بعد یوحنا بتاتا ہے کہ انجیل لکھنے کا مقصد یہ ہے:

"تاکہ تم ایمان لاؤ کہ یسوع ہی مسیح، خدا کا بیٹا ہے، اور ایمان لا کر اس کے نام سے زندگی پاؤ۔"
(یوحنا 20:31)

خلاصہ

اسلام میں: حضرت عیسیٰ ایک عظیم، معجزات کرنے والے، بے گناہ اور ممتاز نبی و رسول ہیں۔

بائبل میں: یسوع صرف نبی نہیں بلکہ **ازلی کلام، خالق، خدا کا بیٹا، خدا کی ذات کا کامل اظہار، گناہوں کو معاف کرنے والا، ابدی زندگی دینے والا، اور آنے والا منصف** ہیں۔

اسی لیے مسیحی ایمان کا بنیادی دعویٰ یہ ہے:

یسوع صرف خدا کے بارے میں بات کرنے والے نبی نہیں؛ وہ خدا کا کلام ہیں جو جسم بن کر ہمارے درمیان آیا۔

6. بائبل کہتی ہے کہ یسوع خدا کے بیٹے ہیں

مسلمان عام طور پر کسی کو **"خدا کا بیٹا"** یا **"خدا کی اولاد"** کہنے سے انکار کرتے ہیں، کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ اس اصطلاح سے خدا کے لیے بیوی یا جسمانی اولاد کا تصور پیدا ہوتا ہے۔

قرآن کہتا ہے:

سورۃ البقرہ 2:116

"وہ کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے۔ پاک ہے وہ!"

سورۃ الزمر 39:4

"اگر اللہ کسی کو بیٹا بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا منتخب کر لیتا۔"

لیکن بائبل میں **"خدا کا بیٹا"** کہنے کا مطلب جسمانی یا جنسی تعلق نہیں ہے۔ یہ ایک **روحانی اور الٰہی تعلق** کو ظاہر کرتا ہے۔

ہم روزمرہ زبان میں بھی "باپ" اور "بیٹا" کے الفاظ مجازی معنوں میں استعمال کرتے ہیں۔ **"**مثلاً کسی شخص کو کسی قوم، شہر یا سرزمین کا "بیٹا" کہا جا سکتا ہے۔ عربی میں بھی **"اب (باپ)** کا لفظ صرف حیاتیاتی والد کے لیے استعمال نہیں ہوتا۔

اسی طرح قرآن خود محمد کے ایک دشمن کو **ابو لہب** یعنی "شعلوں کا باپ" کہتا ہے (سورۃ 111)، حالانکہ وہ حقیقتاً شعلوں کا باپ نہیں تھا۔

قرآن حضرت عیسیٰ کو بار بار **"ابن مریم" یعنی مریم کا بیٹا** کہتا ہے۔ اگر ان کی انسانی نسبت مریم سے بیان کی جاتی ہے، تو بائبل ان کے منفرد روحانی تعلق کو بیان کرنے کے لیے **"خدا کا بیٹا"** کی اصطلاح استعمال کرتی ہے۔

خدا کا بیٹا" ہونے کا مطلب کیا ہے؟"

1. بیٹا باپ کے برابر ہونے کو ظاہر کرتا ہے

یوحنا 5:18: میں یہودیوں نے یسوع کو قتل کرنے کی کوشش کی کیونکہ

"وہ خدا کو اپنا خاص باپ کہہ کر اپنے آپ کو خدا کے برابر بناتا تھا۔"

یہاں "خدا کا بیٹا" محض ایک عام نیک شخص یا نبی ہونے کا عنوان نہیں بلکہ **خدا کے ساتھ ایک منفرد اور برابر الٰہی تعلق** کو ظاہر کرتا ہے۔

2. بیٹا باپ کی فطرت کو ظاہر کرتا ہے

یوحنا 1:18: کہتا ہے

"خدا کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا؛ اکلوتا بیٹا، جو باپ کی گود میں ہے، اسی نے اسے ظاہر کیا۔"

یسوع خدا کو انسانوں پر ظاہر کرتے ہیں۔ وہ خدا کے کردار، محبت، پاکیزگی اور جلال کو کامل طور پر ظاہر کرتے ہیں۔

3. بیٹا باپ کی طرف سے خاص مشن کے لیے بھیجا گیا

خدا نے اپنے بیٹے کو دنیا میں انسانوں کی نجات کے کام کے لیے بھیجا۔

یسوع نے صلیب پر اپنا کام مکمل کرتے ہوئے فرمایا:

"تمام ہوا۔"
(یوحنا 19:30)

یعنی یسوع کا مشن انسانوں کی نجات کے لیے خدا کے منصوبے سے وابستہ تھا۔

7. بائبل کہتی ہے کہ یسوع اپنے پیروکاروں میں زندہ رہتے ہیں

مسیحیت صرف قوانین، رسومات یا عقائد کا مجموعہ نہیں ہے۔ مسیحی ایمان کے مطابق **مسیح زندہ ہیں اور اپنے ماننے والوں کی زندگی میں کام کرتے ہیں۔**

:پولس رسول کہتا ہے

گلتیوں 2:20

میں مسیح کے ساتھ مصلوب ہوا ہوں، اور اب میں زندہ نہ رہا بلکہ مسیح مجھ میں زندہ“ ”ہے۔

یہ مسیحی زندگی کی بنیادی حقیقت کو بیان کرتا ہے: مسیحی صرف یسوع کی تعلیمات پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کرتا بلکہ **مسیح کے ساتھ ایک زندہ روحانی تعلق** رکھتا ہے۔

:پولس مزید کہتا ہے

فلپیوں 1:21

”میرے لیے جینا مسیح ہے۔“

،اس کا مطلب ہے کہ مسیحی کی زندگی کا مرکز یسوع مسیح بن جاتے ہیں۔ اس کی سوچ، کردار محبت، خدمت اور زندگی کا مقصد مسیح سے متاثر ہوتا ہے۔

خلاصہ

خدا کا بیٹا” ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ خدا کی کوئی جسمانی بیوی تھی یا یسوع کسی“ جسمانی عمل کے ذریعے پیدا ہوئے۔ مسیحی ایمان میں اس کا مطلب ہے کہ یسوع کا خدا کے ساتھ **ازلی، منفرد اور الٰہی تعلق** ہے۔

اسی لیے بائبل یسوع کو صرف **مریم کا بیٹا** نہیں بلکہ **خدا کا بیٹا** بھی کہتی ہے—اور اسی منفرد بیٹے کے ذریعے خدا نے اپنے آپ کو انسانوں پر ظاہر کیا اور نجات کا کام مکمل کیا۔

III. ایک مسلمان کو تجسّدِ مسیح (Incarnation) کو سمجھنے میں کیسے مدد دی جائے؟

اسلام میں اس تصور کی شدید مخالفت پائی جاتی ہے کہ **خدا انسان بن سکتا ہے،** کیونکہ اسلامی سوچ میں خدا کی عظمت اور برتری بنیادی عقیدہ ہے۔ لیکن مسیحی ایمان میں تجسّد کا مطلب یہ نہیں کہ خدا کی عظمت کم ہو گئی یا خدا نے اپنی فطرت کے خلاف کوئی کام کیا۔ بلکہ اس کا مطلب ہے کہ خدا نے اپنی محبت اور نجات کے مقصد سے انسانی صورت اختیار کی۔

1. روزمرہ زندگی کی ایک مثال

فرض کریں کہ ایک چرچ اپنے ساتھ والی زمین خریدتا ہے۔ وہ زمین پتھروں اور کانٹوں سے بھری ہوئی ہے۔ چرچ کے ارکان وہاں باغ لگانا چاہتے ہیں، اس لیے سب مل کر کام کرنے کے لیے تیار ہو جاتے ہیں۔

ان رضاکاروں میں ایک مشہور **سرجن** اور چرچ کا **پادری** بھی شامل ہیں۔ مزدوروں کے عام کپڑے پہننے کی وجہ سے وہ باقی لوگوں جیسے ہی دکھائی دیتے ہیں۔ صرف قریب سے دیکھنے والا ہی ان کی اصل شناخت اور ان کے پیشہ ورانہ مقام کو پہچان سکتا ہے۔

لیکن مزدوروں کے کپڑے پہننے سے سرجن سرجن ہونا نہیں چھوڑ دیتا، اور پادری پادری ہونا نہیں چھوڑتا۔ اگر پادری کا ہاتھ زخمی ہو جائے تو سرجن، اپنے سرجن کے لباس کے بغیر بھی، اس کی مدد کر سکتا ہے۔

ان کا عام لباس پہن کر دوسروں کے ساتھ کام کرنا ان کی قدر یا حیثیت کو کم نہیں کرتا۔ بلکہ لوگ ان کا زیادہ احترام کر سکتے ہیں کیونکہ انہوں نے اپنی پیشہ ورانہ عزت کو ایک طرف رکھ کر دوسروں کے ساتھ مل کر کام کرنے کو قبول کیا۔

اسی طرح مسیحی عقیدے کے مطابق، **یسوع نے انسان کی صورت اختیار کی تاکہ ہمارے گناہوں کے کفارے کا کام مکمل کریں۔** اس دوران ان کی الٰہی فطرت ختم نہیں ہوئی۔ کام مکمل ہونے کے بعد وہ جلال میں واپس آئے۔

یسوع نے فرمایا:

یوحنا 13:15-14

"اس سے زیادہ محبت کسی کی نہیں کہ آدمی اپنے دوستوں کے لیے اپنی جان دے۔ تم میرے دوست ہو۔"

اس مثال کا مقصد یہ سمجھانا ہے کہ **انسانی صورت اختیار کرنا خدا کی عظمت کو کم نہیں کرتا۔**

2. قرآن سے دو مثالیں

ایک مسلمان کے ساتھ گفتگو میں قرآن کے ان مقامات کا بھی حوالہ دیا جا سکتا ہے جہاں خدا اپنے آپ کو انسانی مشاہدے کے قریب ظاہر کرتا ہے۔

موسیٰ کے ساتھ خدا کا کلام

سورۃ القصص 29:28-30 میں موسیٰ کا واقعہ بیان ہوتا ہے۔ موسیٰ نے آگ دیکھی اور جب وہاں پہنچے تو انہیں وادی کے مبارک مقام میں درخت کی طرف سے پکارا گیا:

"اے موسیٰ! بے شک میں ہی اللہ ہوں، تمام جہانوں کا رب۔"

یہ واقعہ **سورۃ طٰہٰ 20:9-12** میں بھی بیان ہوا ہے۔

:اس سے ایک سوال پیدا کیا جا سکتا ہے

اگر خدا موسیٰ سے ایک خاص مقام پر کلام کر سکتا ہے اور اپنی آواز کے ذریعے اپنے آپ کو ظاہر کر سکتا ہے، تو کیا خدا کے لیے انسانی صورت اختیار کر کے انسانوں تک اپنا پیغام پہنچانا ناممکن ہے؟

مسیحی ایمان کے مطابق، یسوع کا دنیا میں آنا اسی الٰہی اظہار کی ایک عظیم صورت ہے۔

فرشتے کا انسانی صورت میں ظاہر ہونا

:قرآن کہتا ہے

سورۃ الانعام 6:9

"اور اگر ہم اسے فرشتہ بناتے تو اسے بھی آدمی ہی کی شکل دیتے۔"

:اس آیت کی بنیاد پر ایک سادہ سوال یہ ہو سکتا ہے

اگر ایک فرشتہ انسانوں کے لیے قابلِ دید ہونے کے لیے انسانی صورت اختیار کر سکتا ہے، تو کیا خدا کے لیے انسانوں سے بات کرنے کے لیے انسانی صورت اختیار کرنا ناممکن قرار دیا جا سکتا ہے؟

مسیحی ایمان کے مطابق یسوع نے انسانی شکل اس لیے اختیار کی کہ انسان خدا کے نجات کے پیغام کو سن سکیں، اسے دیکھ سکیں اور اس سے تعلق قائم کر سکیں۔

بنیادی نکتہ

کا (Incarnation) مسلمان کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے یہ وضاحت اہم ہے کہ **تجسّد مطلب یہ نہیں کہ خدا نے اپنی الوہیت چھوڑ دی یا خدا ایک مخلوق بن گیا۔**

:مسیحی عقیدے کے مطابق

خدا خدا ہی رہا، لیکن خدا کے ابدی بیٹے نے انسانی فطرت اختیار کی۔

:اسی لیے یوحنا 1:14 کہتا ہے

"کلام مجسم ہوا اور ہمارے درمیان رہا۔"

اور فلپیوں 2:6-8 ظاہر کرتا ہے کہ مسیح نے خادم کی صورت اختیار کر کے اپنے آپ کو فروتن کیا۔

:لہٰذا مسیحی پیغام یہ نہیں کہ **"انسان خدا بن گیا"** بلکہ یہ ہے کہ

"خدا کا بیٹا انسان بن کر ہمارے درمیان آیا، تاکہ انسانوں کی نجات کا کام مکمل کرے۔"

باب 10

بائبل کی صداقت کو کیسے ثابت کیا جائے

تمام مذہبی عقائد اپنے آپ کو مستند اور بااختیار سمجھتے ہیں۔ یہودیت، مسیحیت اور اسلام میں اس اختیار کا سرچشمہ خدا کی طرف سے نازل کردہ مقدس صحائف کو سمجھا جاتا ہے۔ مسیحی اپنے عقائد کی بنیاد عہدِ قدیم اور عہدِ جدید میں نازل ہونے والی تعلیمات پر رکھتے ہیں۔ اگر ہم یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ درست ہے تو ہمیں یہ دکھانے کے قابل ہونا چاہیے کہ وہ واقعی مقدس صحائف میں موجود ہے اور یہ صحائف قابلِ اعتماد ہیں۔

چونکہ مسیحی اور مسلمان اپنے عقائد کی بنیاد مختلف مقدس صحائف پر رکھتے ہیں، اس لیے ان کے عقائد میں اختلاف ہونا حیران کن نہیں۔ خاص طور پر مسلمان عموماً ان امور پر سوال اٹھاتے ہیں:

- بائبل کی صداقت اور اصلیت
- مسیح کی الوہیت
- مسیح کی مصلوبیت
- تثلیث کا عقیدہ

مختلف مسیحی فرقوں کے درمیان بعض عقائد میں اختلافات کے باوجود، دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ ان کے بنیادی اختلافات کہیں زیادہ نمایاں ہیں۔ ایک مسلمان امام کیتھولک، پروٹسٹنٹ اور آرتھوڈوکس کلیسیاؤں کے درمیان اختلافات پر ایک مقالہ لکھ رہے تھے۔ مصنف سے ملاقات کے دوران انہیں بتایا گیا:

"یہ تمام مسیحی روایات ان بنیادی عقائد پر متفق ہیں جن پر اسلام اعتراض کرتا ہے۔ سب اس بات پر متفق ہیں کہ بائبل مستند ہے۔ سب اس بات پر متفق ہیں کہ یسوع خدا کا مجسم ظہور ہیں۔ سب اس بات پر متفق ہیں کہ وہ مصلوب ہوئے، مرے، دفن ہوئے اور مُردوں میں سے جی اُٹھے۔ اور سب تثلیث کے عقیدے پر متفق ہیں۔"

جب مسلمان اکثر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ بائبل جس پر مسیحی اپنے عقائد قائم کرتے ہیں مستند نہیں ہے، تو اس بحث کو دوبارہ حقائق کی طرف لانا ضروری ہے۔ مسیحی نقطۂ نظر کے مطابق، موجودہ بائبل خدا کی طرف سے اپنے مقدس نبیوں اور رسولوں کو دی گئی وحی کی قابلِ اعتماد اور مستند نقل ہے۔ بائبل کے بارے میں مسلمانوں کے بہت سے اعتراضات لاعلمی یا غلط فہمی پر مبنی سمجھے جاتے ہیں۔

I. مسیحیت اور اسلام میں "وحی" کا تصور مختلف ہے

یہودیت اور مسیحیت میں وحی کے دو پہلو ہیں: **الٰہی اور انسانی۔**

:رسول پطرس نے کہا

پطرس 1:21 2

کیونکہ نبوت کی کوئی بات آدمی کی اپنی مرضی سے کبھی نہیں ہوئی، بلکہ آدمی روحُ القدس“
”کی ہدایت سے خدا کی طرف سے بولتے تھے۔

مقدس صحائف کے دوسرے حصے ہمیں بتاتے ہیں کہ یہ الہام کس طرح عمل میں آیا۔

:عہدِ قدیم میں

استثنا 24:31-26

،جب موسیٰ نے شریعت کی کتاب کے الفاظ ابتدا سے آخر تک لکھ لیے تو انہوں نے لاویوں کو
:جو خداوند کے عہد کے صندوق کو اٹھاتے تھے، حکم دیا

اس شریعت کی کتاب کو لے کر خداوند اپنے خدا کے عہد کے صندوق کے پاس رکھ دو، تاکہ وہ“
”وہاں تمہارے خلاف گواہ رہے۔

یرمیاہ 36:1،32

یہوداہ کے بادشاہ یہویقیم کی حکومت کے چوتھے سال خداوند کا کلام یرمیاہ پر نازل ہوا۔
چنانچہ یرمیاہ نے ایک اور طومار لیا اور اسے اپنے منشی باروک بن نیریاہ کو دیا۔ یرمیاہ نے جو
کچھ پہلے طومار میں لکھا تھا، وہ سب اسے لکھواتا گیا، جسے یہویقیم نے آگ میں جلا دیا تھا۔
اس کے علاوہ بہت سے دوسرے الفاظ بھی اس میں شامل کیے گئے۔

عہدِ جدید میں بھی یہی اصول نظر آتا ہے۔

:لوقا نے یسوع کی زندگی کے واقعات کو تحریر کرنے کے بارے میں لکھا

لوقا 1:1-4

بہتوں نے ان باتوں کا بیان لکھنے کا ارادہ کیا ہے جو ہمارے درمیان واقع ہوئیں، جیسا کہ“
انہوں نے جو شروع سے خود دیکھنے والے اور کلام کے خادم تھے، ہم تک پہنچائیں۔ پس اے معزز
تھیوفلس، چونکہ میں نے شروع ہی سے ہر بات کی تحقیق بخوبی کی، اس لیے مناسب سمجھا
کہ ان کو ترتیب کے ساتھ تیرے لیے لکھوں، تاکہ تو ان باتوں کی پختگی کو جان لے جن کی تعلیم
”تو نے پائی ہے۔

:اسی طرح مکاشفہ کی کتاب میں یوحنا کو خدا کے پیغامات لکھنے کی ہدایت دی گئی، مثلاً

”...افسس کی کلیسیا کے فرشتے کو یہ لکھ“

،ان تمام خدا کے خادموں کو اس بات کا شعور تھا کہ خدا نے ان پر کیا ظاہر کیا ہے۔ شاعروں
مثلاً داؤد اور سلیمان نے الٰہی وحی کو شاعری کی صورت میں قلم بند کیا، جبکہ دوسرے

لوگوں نے نثر میں لکھا۔ بعض نے نہایت فصیح زبان استعمال کی اور بعض نے عام لوگوں کی زبان میں لکھا۔ خدا نے ان کے ذاتی صلاحیتوں اور اندازِ تحریر کو استعمال کیا۔ مسیحی عقیدے کے مطابق، خدا نے انہیں اپنی وحی کو غلطی سے محفوظ رکھا اور اپنے پیغام کو تبدیل ہونے سے بھی محفوظ رکھا۔

اسلام میں وحی کا تصور

اس کے مقابلے میں مسلمان عقیدہ رکھتے ہیں کہ قرآن ازل سے عربی زبان میں **اللوح المحفوظ** یعنی محفوظ تختی پر لکھا ہوا تھا۔ اسے ایک ہی جواہر سے بنی ہوئی محفوظ تختی کے طور پر بیان کیا جاتا ہے۔ ان کے مطابق یہ لیلۃ القدر، یعنی شبِ قدر میں آسمانِ اعلیٰ سے نازل ہوا۔

قرآن کہتا ہے:

سورۃ القدر 97:1-5

"ہم نے اسے شبِ قدر میں نازل کیا۔ اور تمہیں کیا معلوم کہ شبِ قدر کیا ہے؟ شبِ قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور روح اپنے رب کے حکم سے ہر امر لے کر نازل ہوتے ہیں۔"

اس کے بعد تقریباً تئیس سال کے عرصے میں یہ وحی محمد کو مختلف مواقع پر بتدریج دی گئی۔

اللہ محمد سے کہتا ہے:

سورۃ القیامہ 75:16-19

"اس کے ساتھ اپنی زبان کو جلدی جلدی نہ ہلاؤ کہ اسے جلد یاد کر لو۔ اس کا جمع کرنا اور پڑھوانا ہمارے ذمہ ہے۔ پس جب ہم اسے پڑھیں تو تم اس کی قراءت کی پیروی کرو۔ پھر اس کا بیان بھی ہمارے ذمہ ہے۔"

اسلامی عقیدے کے مطابق محمد صرف وہی تلاوت کرتے تھے جو اللہ کی طرف سے انہیں دیا جاتا تھا۔ وحی کے عمل میں ان کا کردار اس ریڈیو کی مانند سمجھا جاتا ہے جو ریڈیو اسٹیشن سے آنے والے سگنل کو آگے منتقل کرتا ہے۔

ان کی ذمہ داری یہ تھی کہ اس پیغام کو خالص حالت میں برقرار رکھیں:

سورۃ النحل 16:98

"پس جب تم قرآن پڑھو تو شیطان مردود سے اللہ کی پناہ مانگ لیا کرو۔"

II. خدا اپنی وحی کو خراب ہونے نہیں دیتا

بائبل اور قرآن دونوں اس بات کی تصدیق کرتے ہیں کہ خدا اپنی الٰہی وحی کو تبدیلی اور تحریف سے محفوظ رکھتا ہے۔

قرآن کہتا ہے:

سورۃ الانعام 6:34

"اللہ کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں۔"

اور:

سورۃ الحجر 15:9

"بے شک ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

قرآن میں "ذکر" سے مراد وہ الٰہی صحائف بھی لیے جاتے ہیں جو انسانوں کو خدا کے کلام کی یاد دلاتے ہیں، اور اس مفہوم میں بائبل بھی شامل ہوتی ہے۔

قرآن مزید کہتا ہے:

سورۃ النحل 16:43-44

"اور ہم نے تم سے پہلے بھی مرد ہی بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔ پس اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ ذکر سے پوچھ لو۔ ہم نے انہیں واضح نشانیوں اور کتابوں کے ساتھ بھیجا، اور ہم نے تمہاری طرف بھی ذکر نازل کیا تاکہ تم لوگوں کے لیے واضح کرو جو ان کی طرف نازل کیا گیا ہے اور تاکہ وہ غور کریں۔"

یہی بات **سورۃ الانبیاء 21:7** میں بھی دہرائی گئی ہے۔

سورۃ الانبیاء 21:48 میں کہا گیا ہے:

"اور اس سے پہلے ہم نے موسیٰ اور ہارون کو فرقان عطا کیا تھا، جو پرہیزگاروں کے لیے روشنی اور نصیحت تھا۔"

قرآن زبور کا حوالہ بھی دیتا ہے:

سورۃ الانبیاء 21:105

"اور ہم نے زبور میں ذکر کے بعد لکھ دیا تھا کہ میرے نیک بندے زمین کے وارث ہوں گے۔"

یہ دراصل **زبور 37:29** کے مضمون کی طرف اشارہ ہے۔

بائبل بھی اس سے پہلے یہی تعلیم دیتی تھی کہ خدا اپنی وحی کی حفاظت کرتا ہے۔

یسعیاہ 40:8

گھاس سوکھ جاتی ہے اور پھول مرجھا جاتا ہے، لیکن ہمارے خدا کا کلام ہمیشہ قائم رہتا ہے۔"

خدا نے یرمیاہ سے فرمایا:

یرمیاہ 1:12

"میں اپنے کلام کو پورا کرنے کے لیے بیدار ہوں۔"

یسوع نے بھی اس بات کی تصدیق کی جب اس نے اپنے شاگردوں سے کہا:

متی 5:18

"جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں، شریعت سے ایک نقطہ یا ایک حرف بھی نہیں مٹے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔"

یسوع نے مزید فرمایا:

یوحنا 10:35

"کلامِ مقدس کو باطل نہیں کیا جا سکتا۔"

مقدس صحائف میں خود بھی وحی کی پاکیزگی برقرار رکھنے کے بارے میں سخت ہدایات موجود ہیں۔

استثنا 4:2

"جو حکم میں تمہیں دیتا ہوں اس میں نہ کچھ بڑھانا اور نہ اس میں سے کچھ گھٹانا، بلکہ خداوند اپنے خدا کے احکام کو ماننا۔"

اور بائبل کے بالکل آخر میں بھی ایک سخت تنبیہ موجود ہے:

مکاشفہ 18:22-19

"میں ہر اس شخص کو جو اس کتاب کی نبوت کے الفاظ سنتا ہے گواہی دیتا ہوں کہ اگر کوئی ان میں کچھ بڑھائے تو خدا اس پر وہ آفتیں نازل کرے گا جو اس کتاب میں لکھی ہیں۔ اور اگر کوئی اس نبوت کی کتاب کے الفاظ میں سے کچھ نکال دے تو خدا زندگی کے درخت اور مقدس شہر میں اس کے حصے کو نکال دے گا۔"

مسیحی ایمان کے مطابق خدا ہم پر اس لیے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہمیں نجات اور رہنمائی دینا چاہتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو بائبل کے تحریری کلام میں اور اپنے بیٹے خداوند یسوع مسیح، جو زندہ کلام ہے، کے ذریعے ظاہر کرتا ہے۔

دونوں میں تبدیلی نہیں آتی۔ خدا اپنے نجات کے پیغام کو تبدیل نہیں کرتا اور نہ ہی وہ اس تحریری پیغام کو خراب ہونے دیتا ہے۔

اگر خدا بائبل کو تبدیل ہونے دیتا تو ہمارے پاس ایمان کے لیے کوئی مستند بنیاد باقی نہ رہتی۔ یہ ایسے ہی ہوتا جیسے کسی طاقتور دوا کی بوتل کا لیبل اتر جائے۔ پھر استعمال کرنے والا نہ جان سکے کہ بوتل میں کیا ہے، کتنی مقدار لینی ہے، یا یہ بھی کہ بوتل میں دوا ہے یا زہر۔

مسیحی نقطۂ نظر سے خدا ایسا ہونے نہیں دیتا، کیونکہ وہ انسان سے محبت کرتا ہے اور اس کی فکر کرتا ہے۔

III. اسلام سابقہ صحائف کی "تصدیق" کرتا ہے

قرآن کے مطابق یسوع اور محمد دونوں نے اپنے سے پہلے نازل ہونے والے صحائف کی **تصدیق** کی۔

یقیناً، یسوع نے عہدِ قدیم کی نہایت واضح طور پر تصدیق کی۔

لوقا 4:16-21

یسوع ناصرت میں آیا، جہاں وہ پلا بڑھا تھا۔ حسبِ معمول سبت کے دن عبادت گاہ میں گیا اور پڑھنے کے لیے کھڑا ہوا۔ اسے یسعیاہ نبی کی کتاب دی گئی۔ اس نے کتاب کھولی اور وہ مقام پایا جہاں لکھا تھا:

"خداوند کا روح مجھ پر ہے، کیونکہ اس نے مجھے مسح کیا ہے کہ غریبوں کو خوشخبری سناؤں۔ اس نے مجھے بھیجا ہے کہ قیدیوں کو رہائی اور اندھوں کو بینائی کا اعلان کروں، کچلے ہوئے لوگوں کو آزاد کروں اور خداوند کے سالِ مقبول کا اعلان کروں۔"

پھر یسوع نے کتاب بند کی، خادم کو واپس دی اور بیٹھ گیا۔ عبادت گاہ میں موجود سب لوگوں کی نظریں اس پر جمی تھیں۔ اس نے ان سے کہا:

"آج یہ نوشتہ تمہارے سامنے پورا ہوا ہے۔"

یعنی یسوع نے خود کو عہدِ قدیم کی پیش گوئیوں کی تکمیل کے طور پر پیش کیا۔

قرآن بھی کہتا ہے کہ محمد نے سابقہ صحائف، یعنی تورات اور انجیل، کی تصدیق کی۔

سورۃ المائدہ 5:43-49 میں تورات کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس میں **ہدایت اور روشنی** تھی، اور انبیاء، علماء اور مذہبی رہنما اس کے مطابق فیصلے کرتے تھے۔

پھر عیسیٰ ابنِ مریم کے بارے میں کہا گیا:

"اور ہم نے ان کے نقشِ قدم پر عیسیٰ ابنِ مریم کو بھیجا، جو اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرنے والا تھا، اور ہم نے اسے انجیل عطا کی جس میں ہدایت اور روشنی تھی، اور جو اپنے سے پہلے کی تورات کی تصدیق کرنے والی تھی، اور پرہیزگاروں کے لیے ہدایت اور نصیحت تھی۔"

اسی مقام پر قرآن اپنے بارے میں کہتا ہے کہ وہ سابقہ کتابوں کی **تصدیق کرنے والا اور ان پر نگہبان** ہے۔

اس کے بعد کہا جاتا ہے کہ لوگوں کو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ کرنا چاہیے اور اپنی خواہشات کی پیروی نہیں کرنی چاہیے۔

ابن کثیر کی تفسیر میں سورۃ المائدہ 5:43-48 کے حوالے سے ایک حدیث بیان کی گئی ہے۔

اس روایت میں آتا ہے کہ یہودی ایک مرد اور عورت کو محمد کے پاس لائے جنہوں نے زنا کیا تھا۔ چونکہ دونوں معزز خاندانوں سے تعلق رکھتے تھے، اس لیے یہودی ان پر سنگساری کی سزا نافذ کرنے سے ہچکچا رہے تھے۔

محمد نے تورات منگوائی۔ جب تورات لائی گئی تو انہوں نے اسے اٹھا کر کہا:

"میں تم پر اور اس ذات پر ایمان رکھتا ہوں جس نے تمہیں نازل کیا ہے۔"

پھر تورات میں اس مقام کو تلاش کیا گیا جہاں زنا کی سزا کا ذکر تھا، اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا گیا۔

اس روایت سے یہ نکتہ سامنے آتا ہے کہ یہودیوں اور مسیحیوں کو بالآخر **"جو کچھ اللہ نے نازل کیا ہے"** اسی کے مطابق زندگی گزارنی چاہیے۔

قرآن تورات کو **"ہدایت اور روشنی"** اور انجیل کو **"ہدایت اور نصیحت"** قرار دیتا ہے۔ اس طرح قرآن میں سابقہ صحائف کے بارے میں مثبت گواہی موجود ہے۔

اس باب کا بنیادی استدلال یہ ہے کہ اگر تورات اور انجیل پہلے ہی مکمل طور پر تحریف شدہ اور ناقابلِ اعتماد ہو چکی تھیں، تو قرآن کا ان صحائف کو ہدایت، روشنی اور اللہ کی نازل کردہ کتابیں قرار دینا ایک اہم سوال پیدا کرتا ہے: **پھر محمد کے زمانے میں لوگوں کو ان صحائف کے مطابق فیصلہ کرنے کا حکم کیوں دیا گیا؟**

IV. قرآن بائبل کی قابلِ اعتماد ہونے کا مفروضہ پیش کرتا ہے

- **سورۃ العنکبوت 29:46** تمام مسلمانوں کو حکم دیتی ہے:

"اہلِ کتاب سے بحث نہ کرو مگر ایسے طریقے سے جو بہتر ہو، سوائے ان لوگوں کے جو ان میں سے ظلم کریں۔ اور کہو: ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور اس پر بھی جو تمہاری طرف نازل کیا گیا۔ ہمارا معبود اور تمہارا معبود ایک ہی ہے، اور ہم اسی کے فرمانبردار ہیں۔"

اس آیت میں یہ بنیادی مفروضہ موجود ہے کہ یہودیوں اور مسیحیوں کی طرف نازل کیا گیا کلام قابلِ اعتماد ہے۔

• **سورۃ یونس 10:94-96** میں محمد کو ہدایت دی جاتی ہے:

"پس اگر تمہیں اس کے بارے میں شک ہو جو ہم نے تمہاری طرف نازل کیا ہے تو ان لوگوں سے پوچھ لو جو تم سے پہلے کتاب پڑھتے رہے ہیں۔ یقیناً تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حق آ چکا ہے، پس تم شک کرنے والوں میں سے نہ ہونا۔ اور اللہ کی آیات کو جھٹلانے والوں میں سے نہ ہونا، ورنہ تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو جاؤ گے۔"

یہاں محمد کو سابقہ صحائف پڑھنے والوں سے دریافت کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہودی اور مسیحی صحائف کو سچائی کو پرکھنے کے ایک قابلِ اعتماد ذریعہ کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

• **سورۃ النحل 16:43-44** محمد اور مسلمانوں سے کہتی ہے:

"ہم نے تم سے پہلے بھی ایسے ہی مرد بھیجے تھے جن کی طرف ہم وحی کرتے تھے۔ پس اگر تم نہیں جانتے تو اہلِ ذکر سے پوچھ لو۔ ہم نے انہیں واضح نشانیوں اور صحیفوں کے ساتھ بھیجا۔"

یہاں بھی قرآن سابقہ صحائف اور ان کے جاننے والوں کی طرف رجوع کرنے کی ہدایت دیتا ہے۔

یہ ایک اہم بات ہے، کیونکہ انہی سابقہ صحائف میں انبیاء اور یسوع کے معجزات کے بارے میں تفصیلات موجود ہیں، جن کی طرف قرآن صرف مختصر طور پر اشارہ کرتا ہے، مثلاً **سورۃ آلِ عمران 3:49** اور **سورۃ المائدہ 5:110**۔

• **سورۃ الشعراء 26:193-196** کہتی ہے:

"اسے امانت دار روح جبرائیل لے کر تمہارے دل پر اتری، تاکہ تم خبردار کرنے والوں میں سے ہو جاؤ، واضح عربی زبان میں۔ اور یقیناً اس کا ذکر پہلے لوگوں کی کتابوں میں بھی موجود ہے۔"

اسی طرح یہی تصور **سورۃ فصلت 41:43** میں ملتا ہے:

"اے نبی! تم سے وہی کچھ کہا جاتا ہے جو تم سے پہلے رسولوں سے کہا جا چکا ہے۔"

اور **سورۃ الاعلیٰ 87:18-19** میں:

"بے شک یہ باتیں پہلے صحیفوں میں بھی ہیں، ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں۔"

ان آیات سے یہ استدلال پیش کیا جاتا ہے کہ قرآن کا پیغام مکمل طور پر نیا نہیں بلکہ اس کے بنیادی مضامین سابقہ صحائف میں بھی موجود تھے۔

• **سورۃ مریم 19:12** میں یحییٰ کے بارے میں کہا گیا ہے:

”اے یحییٰ! کتاب کو مضبوطی سے تھام لے۔ اور ہم نے اسے بچپن ہی میں حکمت عطا کی۔“

:اسی طرح **سورۃ التحریم 66:12** میں مریم کے بارے میں کہا گیا ہے

اور عمران کی بیٹی مریم، جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی، اور ہم نے اس میں اپنی روح“ پھونکی، اور اس نے اپنے رب کے کلمات اور اس کی کتابوں کی تصدیق کی، اور وہ فرمانبرداروں میں ”سے تھی۔

اس سے یہ نکتہ پیش کیا جاتا ہے کہ قرآن کے مطابق خدا کی وحی اور صحائف پہلے سے موجود اور قابلِ اعتماد تھے۔

V. قرآن بائبل پر براہِ راست حملہ نہیں کرتا

مندرجہ بالا آیات کے باوجود، بہت سے مسلمان یہ کہتے ہیں کہ قرآن بائبل کی صداقت پر اعتراض کرتا ہے اور یہودیوں اور مسیحیوں پر الزام لگاتا ہے کہ انہوں نے اپنے صحائف میں تبدیلی کی۔

استعمال ہوا ہے، لیکن اس لفظ کو **(Tahrif)** قرآن میں تبدیلی کے لیے عربی لفظ **تحریف** سمجھتے وقت احتیاط ضروری ہے۔

،ڈاکٹر آر۔ تھامس کے مطابق، متنی تحقیق میں ایسے الفاظ استعمال ہوتے ہیں جیسے **تحریف نقل میں غلطی، الفاظ کی تبدیلی یا ترتیب میں فرق**۔ یہ اصطلاحات عام طور پر متن کی نقل اور منتقلی کے دوران پیدا ہونے والی غلطیوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں، نہ کہ لازماً جان بوجھ کر جعل سازی یا دھوکے کی طرف۔

اس نقطۂ نظر کے مطابق، بائبل کے قدیم عبرانی اور یونانی مخطوطات کا مطالعہ کیے بغیر یہ دعویٰ کرنا مناسب نہیں کہ بائبل ”تحریف شدہ“ ہے۔

اسی طرح قرآن میں استعمال ہونے والا لفظ **انجیل** بھی غور طلب ہے۔ اسلامی تصور میں بعض اوقات اسے ایسی کتاب سمجھا جاتا ہے جو براہِ راست یسوع کو دی گئی تھی، جبکہ مسیحی اور علمی روایت میں چار اناجیل — متی، مرقس، لوقا اور یوحنا — موجود ہیں۔ انجیل“ کا بنیادی مفہوم یسوع مسیح کی خوشخبری اور اس پیغام سے متعلق ہے جو یسوع اور“ ان کے پیروکاروں نے بیان کیا۔

اگر ہم ان تمام قرآنی آیات کا احتیاط سے جائزہ لیں جنہیں مسلمان بائبل کی **تحریف** کے ثبوت :کے طور پر پیش کرتے ہیں، تو اس باب کے مصنف کے مطابق دو اہم باتیں سامنے آتی ہیں

- یہ آیات **نئے عہدنامے (New Testament)** پر براہِ راست حملہ نہیں کرتیں۔
- جو آیات بظاہر **تورات** پر اعتراض کرتی ہوئی معلوم ہوتی ہیں، وہ دراصل تورات کے متن کے بجائے اس دور کے یہودیوں کی **تشریح، غلط فہمی یا غلط استعمال** پر تنقید کرتی ہیں۔

یہ بات قابلِ فہم بھی ہے۔ ساتویں صدی کے عرب میں رہنے والے بعض یہودی مذہبی روایات اور تلمود میں موجود ایسی کہانیاں بیان کر سکتے تھے جن میں عہدِ قدیم کی بعض روایات اصل بائبلی متن سے مختلف انداز میں پیش کی گئی تھیں۔

محمد کے پاس عبرانی عہدِ قدیم کے اصل متن کو براہِ راست جانچنے کا کوئی آسان ذریعہ نہیں تھا۔ اس لیے اس نقطۂ نظر کے مطابق قرآن کی تنقید زیادہ تر **صحائف کے متن میں تبدیلی کے بجائے ان کے مفہوم اور تشریح میں تبدیلی** کے گرد مرکوز ہوتی ہے۔

چنانچہ جن قرآنی آیات کو تحریف کے ثبوت کے طور پر پیش کیا جاتا ہے، وہ دراصل **تین مختلف قسم کے لوگوں** سے مخاطب ہیں اور **تین مختلف نوعیت کے الزامات** عائد کرتی ہیں۔

1. اُن یہودی نومسلموں کو ملامت کرنے والی آیات جنہوں نے بعد میں اسلام سے منہ موڑ لیا اور تورات میں نہیں بلکہ قرآن کے بعض حصوں میں تبدیلیاں کیں

سورۃ 3:70-72

اے اہلِ کتاب! تم اللہ کی آیات کا انکار کیوں کرتے ہو، حالانکہ تم خود ان کے گواہ ہو؟ اے اہلِ کتاب! تم حق کو باطل کے ساتھ کیوں ملاتے ہو اور جان بوجھ کر حق کو کیوں چھپاتے ہو؟ اہلِ کتاب میں سے ایک گروہ کہتا ہے، ''جو کچھ ایمان والوں پر نازل کیا گیا ہے، اس پر صبح کے وقت ایمان لاؤ اور شام کے وقت اس کا انکار کر دو، تاکہ وہ بھی اس سے پھر جائیں۔''

سورۃ 3:78

اور ان میں ایک گروہ ایسا ہے جو اپنی زبانیں کتاب کے ساتھ پھیرتا ہے، تاکہ تم سمجھو کہ جو کچھ، وہ کہتے ہیں وہ کتاب ہی میں سے ہے، حالانکہ وہ کتاب میں سے نہیں۔ اور وہ کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے،'' حالانکہ وہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے، اور وہ جان بوجھ کر اللہ کے'' بارے میں جھوٹ بولتے ہیں۔

تاہم یہ بات قابلِ غور ہے کہ اسی سورۃ کی ایک دوسری آیت ایک مختلف نقطۂ نظر پیش کرتی ہے:

سورۃ 3:199

اور بے شک اہلِ کتاب میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، اور اس پر بھی جو تمہاری طرف [اے محمد] نازل کیا گیا، اور اس پر بھی جو ان کی طرف نازل کیا گیا تھا۔ وہ اللہ کے سامنے عاجزی اختیار کرتے ہیں۔ وہ اللہ کی آیات کو تھوڑی سی قیمت کے بدلے نہیں بیچتے۔ بے شک ان کے لیے ان کے رب کے پاس ان کا اجر ہے، اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

2. اُن یہودیوں کو ملامت کرنے والی آیات جنہوں نے تورات کے اُن حصوں کو چھپایا جو انہیں ناپسند تھے—جیسے زانیوں کو سنگسار کرنے کی ہدایت

سورۃ 2:40-44

اے بنی اسرائیل! میرے اس انعام کو یاد کرو جو میں نے تم پر کیا، اور میرے ساتھ کیے ہوئے عہد کو پورا کرو، میں بھی تمہارے ساتھ کیے ہوئے عہد کو پورا کروں گا، اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔ اور اس پر ایمان لاؤ جو میں نے نازل کیا ہے [قرآن]، جو اس وحی کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس ہے، اور سب سے پہلے اس کا انکار کرنے والے نہ بنو۔ میری آیات کو تھوڑی سی قیمت کے بدلے نہ بیچو، اور صرف مجھ ہی سے ڈرو۔

اور حق کو باطل کے ساتھ نہ ملاؤ اور جان بوجھ کر حق کو نہ چھپاؤ۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ رکوع کرو۔ کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب [تورات] پڑھتے ہو؟ کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے؟

سورۃ 2:75-79

اب [اے مسلمانوں] کیا تم یہ امید رکھتے ہو کہ وہ [یہودی] تم پر ایمان لے آئیں گے، حالانکہ ان میں سے ایک گروہ اللہ کا کلام سنتا تھا، پھر اسے سمجھ لینے کے بعد جان بوجھ کر اس میں تحریف کرتا تھا؟ جب وہ اہلِ ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں، ''ہم ایمان لائے۔'' لیکن جب وہ آپس میں اکیلے ہوتے ہیں تو ایک دوسرے سے کہتے ہیں، ''کیا تم انہیں وہ بات بتاتے ہو جو اللہ نے تم پر ظاہر کی ہے، تاکہ وہ تمہارے رب کے سامنے اسی کے ذریعے تم سے بحث کریں؟'' کیا تم سمجھتے نہیں؟

کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ ان باتوں کو بھی خوب جانتا ہے جو وہ چھپاتے ہیں اور ان باتوں کو بھی جو وہ ظاہر کرتے ہیں؟ اور ان میں کچھ اَن پڑھ لوگ ہیں جو کتاب [تورات] سے ناواقف ہیں اور محض اپنی گمان آرائیوں پر بھروسہ کرتے ہیں۔

پس ہلاکت ہے اُن لوگوں کے لیے جو اپنے ہاتھوں سے کتاب لکھتے ہیں، پھر کہتے ہیں: ''یہ اللہ کی طرف سے ہے،'' تاکہ اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کریں۔ پس ہلاکت ہے ان کے لیے اس تحریر کی وجہ سے جو ان کے ہاتھوں نے لکھی، اور ہلاکت ہے ان کے لیے اس کمائی کی وجہ سے جو وہ حاصل کرتے ہیں۔

سورۃ 6:92

اور انہوں نے اللہ کی قدر نہیں کی جیسا کہ اس کی قدر کرنے کا حق تھا، جب انہوں نے کہا: ''اللہ نے کسی انسان پر کچھ بھی نازل نہیں کیا۔'' کہو [اے محمد]، ''وہ کتاب کون نازل کر کے لایا تھا جو موسیٰ لے کر آئے تھے، جو لوگوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی؟ تم نے اسے کاغذوں میں لکھ رکھا ہے، جنہیں تم ظاہر کرتے ہو، لیکن اس کا بہت سا حصہ چھپا لیتے ہو۔''

3. تورات کے بعض حصوں کی غلط تشریح کرنے والے یہودیوں کو ملامت کرنے والی آیات

سورۃ 4:44-47

کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہیں کتاب کا ایک حصہ دیا گیا تھا؟ وہ گمراہی خریدتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تم [مسلمانوں] کو بھی سیدھے راستے سے بھٹکا دیں۔ اللہ تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے، اور اللہ ہی محافظ ہونے کے لیے کافی ہے، اور اللہ ہی مددگار ہونے کے لیے کافی ہے۔

یہودیوں میں سے کچھ لوگ الفاظ کو ان کے اصل سیاق و سباق سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں: ''ہم نے سنا اور نافرمانی کی؛ سنو، حالانکہ تم سننے والے نہیں ہو''، اور ''ہماری بات سنو'' [راعنا]، اپنی زبانوں کو مروڑ کر اور دین [اسلام] پر طعن کرتے ہوئے۔ اگر وہ کہتے: ''ہم نے سنا اور اطاعت کی؛ سنو اور ہماری طرف نظر فرماؤ،'' تو یہ ان کے لیے بہتر اور زیادہ درست ہوتا۔ لیکن ان کے کفر کی وجہ سے اللہ نے ان پر لعنت کی، پس وہ ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے سے۔

اے وہ لوگو جنہیں کتاب دی گئی ہے! اس پر ایمان لاؤ جو ہم نے نازل کیا ہے، جو اس کی تصدیق کرتا ہے جو تمہارے پاس موجود ہے، اس سے پہلے کہ ہم چہروں کو بگاڑ کر انہیں پیچھے کی طرف پھیر دیں، یا ان پر اسی طرح لعنت کریں جیسے ہم نے ہفتے کے دن کی نافرمانی کرنے والوں پر لعنت کی تھی۔

سورۃ 5:13

پھر ان کے اپنے عہد توڑنے کی وجہ سے ہم نے ان پر لعنت کی اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا۔ وہ الفاظ کو ان کے اصل سیاق و سباق سے پھیر دیتے ہیں اور اس پیغام کا ایک حصہ بھلا دیتے ہیں جو انہیں دیا گیا تھا۔ تم ہمیشہ ان میں سے اکثر کی خیانت سے باخبر ہوتے رہو گے، سوائے چند لوگوں کے۔ پس انہیں معاف کر دو اور درگزر کرو۔ بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

سورۃ 5:41-43

اے رسول! ان لوگوں کی وجہ سے غمگین نہ ہو جو کفر میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہیں، خواہ وہ ان لوگوں میں سے ہوں جو اپنی زبانوں سے کہتے ہیں، ''ہم ایمان لائے،'' حالانکہ ان کے دل ایمان نہیں لائے؛ اور یہودیوں میں سے بھی ایسے لوگ ہیں جو جھوٹ کو بہت غور سے سنتے ہیں، دوسرے لوگوں کی خاطر سنتے ہیں جو تمہارے پاس نہیں آئے، الفاظ کو

ان کے اصل سیاق و سباق سے پھیر دیتے ہیں اور کہتے ہیں: ''اگر یہ حکم تمہیں دیا جائے تو اسے قبول کر لینا، لیکن اگر یہ نہ دیا جائے تو اس سے بچنا۔''

جسے اللہ گمراہی میں مبتلا کرنا چاہے، تم اللہ کے مقابلے میں اس کے لیے کچھ نہیں کر سکتے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو پاک کرنا اللہ نے نہیں چاہا۔ ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب۔

وہ جھوٹ کو بہت غور سے سنتے ہیں اور حرام مال کھاتے ہیں۔ پس اگر وہ تمہارے پاس آئیں تو چاہو تو ان کے درمیان فیصلہ کرو، یا ان سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ اگر تم ان سے کنارہ کش ہو جاؤ تو وہ تمہیں ہرگز کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے، اور اگر فیصلہ کرو تو ان کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کرو۔ بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

اور وہ تمہیں فیصلہ کرنے کے لیے کیوں کر لاتے ہیں جبکہ ان کے پاس تورات موجود ہے، جس میں اللہ کا حکم موجود ہے؟ پھر اس کے بعد بھی وہ منہ موڑ لیتے ہیں۔ یہ لوگ حقیقتاً ایمان والے نہیں ہیں۔

VI. بائبل میں تضادات موجود نہیں ہیں

بائبل کی صداقت پر سب سے زیادہ نقصان دہ حملوں میں سے بہت سے خود مسیحیت کے اندر سے ہوئے ہیں، خصوصاً لبرل تھیالوجی اور نام نہاد ''اعلیٰ تنقید'' (Higher Criticism) اور ''ادنیٰ تنقید'' (Lower Criticism) کے ذریعے۔

اعلیٰ تنقید بائبل کے مصنفین کے مبینہ مقاصد کا تعین کرنے کی کوشش کرتی ہے اور ان کی تحریروں کے سیاق و سباق کا مطالعہ کرتی ہے، جس میں غیر مذہبی تاریخ یا آثارِ قدیمہ کو بھی مدِنظر رکھا جاتا ہے۔ ادنیٰ تنقید ''اصل بائبلی متن'' کی نوعیت کا تعین کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ دونوں نے بائبل میں موجود ظاہری تضادات اور پیچیدہ مسائل پر توجہ مرکوز کی ہے۔

اگرچہ ان کی طرف سے اٹھائے گئے مسائل کا جواب ماہر مسیحی علماء نے اطمینان بخش طور پر دیا ہے، پھر بھی مسلمان اکثر یہ سمجھتے رہتے ہیں کہ بائبل کسی نہ کسی طرح ''غلط ثابت ہو چکی ہے۔

بائبل میں بظاہر متضاد بیانات کو صرف ظاہری طور پر دیکھ کر قبول نہیں کرنا چاہیے۔ جب بھی دو بیانات بظاہر متضاد معلوم ہوں، ہمیں ان کا جائزہ لینا چاہیے۔ زیادہ تر اوقات'' ہمیں معلوم ہوگا کہ جو چیز ابتدا میں عدم مطابقت دکھائی دیتی ہے، وہ دراصل محض ایک فرق ہوتا ہے۔ اکثر وہ لوگ جو بائبل پر عدم مطابقت کا الزام لگاتے ہیں، خود فکری تعصبات کا شکار ہوتے ہیں اور محض فرق اور حقیقی تضاد میں امتیاز کرنے سے قاصر ہوتے ہیں۔''

ابہام اور غلط فہمی کے چند اسباب درج ذیل ہیں:

• **ایک جیسے ناموں کا بار بار استعمال۔** اعمال 12 میں کہا گیا ہے کہ ہیرودیس نے یعقوب کو قتل کیا۔ لیکن بعد میں اعمال 15 میں ہم دیکھتے ہیں کہ یعقوب کلیسیا کی ایک عام مجلس میں گفتگو کر رہا ہے۔ بظاہر یہاں تضاد معلوم ہوتا ہے۔ لیکن غور کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ اعمال 12 کا یعقوب، زبدی کا بیٹا یعقوب ہے، جبکہ اعمال 15 کا یعقوب، حلفی کا بیٹا یعقوب ہے۔

• **ایک ہی شخص کے لیے مختلف نام۔** ناقدین اکثر مسیح کے بارہ شاگردوں کے ناموں کی فہرستوں کا موازنہ کرتے ہیں اور ان میں فرق پاتے ہیں۔ لیکن یہ اعتراض اس وقت ختم ہو جاتا ہے جب ہم سمجھتے ہیں کہ ایک شخص کے ایک سے زیادہ نام ہو سکتے ہیں۔ اس کی ایک مثال ''ابراہیم کے والد کا نام ہے۔ قرآن اسے ''آزر'' کہتا ہے (سورۃ 6:74)، جبکہ بائبل اسے ''تارح کہتی ہے (پیدائش 11:27)۔

• **ایک ہی واقعے کے متوازی بیانات۔** پہلی نظر میں یسوع کی قبر پر فرشتوں کے بارے میں یوحنا 20:12 اور مرقس 16:5 کے دونوں بیانات ایک دوسرے سے متصادم معلوم ہوتے ہیں۔ یوحنا کی عبارت میں دو فرشتوں کا ذکر ہے، جبکہ مرقس میں صرف ایک کا ذکر ہے۔ لیکن یہاں کوئی تضاد نہیں۔ دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کی نفی نہیں کرتا۔ ایک بیان صرف زیادہ وسیع اور تفصیلی وضاحت پیش کرتا ہے۔

• **ترجمے میں معنی کا ضائع ہو جانا۔** بعض اوقات بظاہر تضاد ناقص ترجمے کے نتیجے میں پیدا ہوتا ہے۔ ایسے معاملات میں اصل زبان کا علم رکھنے والا شخص آسانی سے مسئلہ حل کر سکتا ہے۔ عبرانی اور یونانی زبان کے الفاظ، انگریزی الفاظ کے ساتھ لفظ بہ لفظ یا معنی بہ معنی مطابقت نہیں رکھتے۔ چنانچہ اکثر عبرانی یا یونانی کے دو یا اس سے زیادہ مختلف الفاظ کا ترجمہ انگریزی میں ایک ہی لفظ سے کیا جاتا ہے، جس کے نتیجے میں معنی کے اہم باریک فرق ضائع ہو جاتے ہیں۔

اس کی ایک مثال اعمال کی کتاب میں ترسس کے ساؤل کی تبدیلی کا واقعہ ہے۔ اعمال 9:7 میں کہا گیا ہے: ''اور جو لوگ اس کے ساتھ سفر کر رہے تھے وہ خاموش کھڑے رہے، آواز تو سنتے تھے لیکن کسی کو دیکھتے نہ تھے۔'' بعد میں اعمال 22:9 میں پولس کہتا ہے: ''اور جو لوگ میرے ساتھ تھے انہوں نے روشنی تو دیکھی اور ڈر گئے، لیکن جس نے مجھ سے بات کی اس کی آواز نہ سنی۔''

پہلی نظر میں یہ دونوں بیانات متضاد معلوم ہوتے ہیں۔ ایک بیان میں پولس کے ساتھ سفر کرنے والے لوگوں نے آواز سنی، جبکہ دوسرے میں صرف پولس نے اسے سنا۔ لیکن جب ہم اصل یونانی زبان کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مقام پر جس لفظ کا ترجمہ ''سننا'' کیا گیا ہے، وہ صرف کان تک آواز پہنچنے کے جسمانی عمل کو ظاہر کرتا ہے، جبکہ دوسرے مقام پر ''سننے'' کے لیے استعمال ہونے والے لفظ میں جسمانی طور پر آواز سننے کے ساتھ ساتھ اس کے مفہوم کو سمجھنا بھی شامل ہے۔

دوسرے الفاظ میں، پولس کے ساتھیوں نے آواز تو سنی، لیکن جو کچھ کہا جا رہا تھا اسے سمجھ نہ سکے۔

• **آثارِ قدیمہ کی شہادت۔** ''اعلیٰ تنقید'' کے ماہرین پہلے یہ دلیل دیتے تھے کہ بائبل کی یہ بات غلط ہے کہ بلشضر نے دانیال کو مملکت کا تیسرا حاکم بنایا تھا (دیکھیں دانیال 5:7، 10، 29)۔ ان کا دعویٰ تھا کہ اسے یوسف کی طرح دوسرا حاکم ہونا چاہیے تھا، جو فرعون کے ماتحت تھا (دیکھیں پیدائش 41:40، 43)۔

لیکن حالیہ آثارِ قدیمہ کی دریافتوں سے ثابت ہوا ہے کہ بلشضر اپنے والد نابونیدس کے ماتحت صرف نائب حکمران تھا۔ اس لیے دانیال کو تیسرا حاکم قرار دینے والی بائبل کی وضاحت بالکل درست ثابت ہوتی ہے۔

• **اعداد و شمار۔** 1 سلاطین 7:26 میں کہا گیا ہے کہ ایک مخصوص حوض کی گنجائش 3,000 باتھ تھی، جبکہ 2 تواریخ 4:5 میں اسی حوض کی گنجائش 2,000 باتھ بیان کی گئی ہے۔

اس کا ایک سادہ حل موجود ہے۔ ایک ایسا حوض جس میں کنارے تک بھرنے پر 3,000 باتھ پانی سما سکتا ہو، اسے 2,000 باتھ کی گنجائش والا بھی بیان کیا جا سکتا ہے، اگر پانی کو اس سطح تک بھرا جائے جہاں کوئی شخص پانی باہر گرائے بغیر اس میں غسل کر سکے۔

یہاں بائبل میں موجود ہر بظاہر تضاد کا جائزہ لینے کے لیے کافی گنجائش نہیں ہے۔ ذیل میں دیے گئے اصولوں کی سفارش کرنا کافی ہوگا:

• عہدِ قدیم اور عہدِ جدید کے جو قدیم ترین محفوظ نسخے آج ہمارے پاس موجود ہیں، وہ اصل تحریروں کے کچھ عرصہ بعد نقل کیے گئے تھے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ غیر معتبر ہیں۔ ابتدائی کاتبوں نے قابلِ اعتماد متن کی منتقلی کو یقینی بنانے کے لیے بڑی محنت اور احتیاط سے کام کیا۔

• یہ توقع رکھنا فطری ہے کہ نقل کرنے کے عمل کے دوران بعض معمولی املائی غلطیاں غیر ارادی طور پر منتقل ہوئی ہوں۔ مثال کے طور پر عبرانی زبان میں ''د'' اور ''ر'' کے حروف ایک دوسرے سے بہت مشابہ ہیں اور بعض اوقات ایک دوسرے کی جگہ لکھ دیے جاتے ہیں۔ لیکن ایسی غلطیاں کسی بھی طرح متن کے معنی پر اثر انداز نہیں ہوتیں۔

• ہمیں بعض اوقات ایسے بظاہر متضاد مقامات کا سامنا ہوگا جو ہمیں حیران کر دیں گے۔ ایسے حالات میں ہمیں اپنی سمجھ کی حدود کو تسلیم کرنا چاہیے۔ آنے والی نسلیں شاید ان مسائل کے سادہ حل تلاش کر لیں جنہیں ہم حل نہیں کر سکتے۔

• خدا اپنے کلام کے ساتھ ساتھ اپنی تخلیق اور اپنے کاموں میں بھی خود کو ظاہر اور پوشیدہ کرتا ہے۔ صرف وہی لوگ جو خلوص کے ساتھ سچائی کے متلاشی ہیں، اسے پاتے ہیں۔ جب

،ہمیں کوئی بظاہر تضاد نظر آئے تو ہمیں اپنے دلوں کو فروتن کرنا اور اپنے سروں کو اس ازلی غیر فانی، دانا خداوند اور غیبی بادشاہ کے حضور تعظیم سے جھکا دینا چاہیے جو ہم سے کلام کرتا ہے۔

خدا کے مکاشفے کو قبول کرنا ہمارے دلوں کے لیے ایک آزمائش ہے۔ اگر ہم کلامِ مقدس کے سامنے اپنے ذہنوں کو روح کی رہنمائی کے احترام میں جھکا کر آئیں، تو پیچیدہ باتیں مناسب وقت پر خود واضح ہو جائیں گی۔

VII. بائبل کی نبوتیں پوری ہو چکی ہیں

بائبل کی نبوتیں بائبل کی صداقت کی گواہی دیتی ہیں۔ بائبل کی نبوتوں کا کامل طور پر پورا ہونا اس بات کی ایک عظیم گواہی ہے کہ خدا اپنے کلام کو تبدیلی سے محفوظ رکھتا ہے۔ ان نبوتوں میں مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی نہایت باریک تفصیلات بیان کی گئی تھیں۔ یہ واقعات بالکل اسی طرح پیش آئے جیسے پہلے سے بیان کیے گئے تھے—اکثر سینکڑوں سال بعد۔

کی نبوتوں میں درست پیش Old Testament یسوع مسیح کی زندگی کی کئی خصوصیات کی :گوئی کی گئی تھی

• **یسوع کی جائے پیدائش۔** میکاہ 5:2 میں کہا گیا ہے: ''لیکن اے بیت لحم افراتہ، اگرچہ تو یہوداہ کے ہزاروں میں شامل ہونے کے لیے چھوٹا ہے، تجھ میں سے میرے لیے ایک شخص نکلے گا جو اسرائیل پر حکمران ہوگا، جس کا آغاز قدیم زمانے سے، بلکہ ازل ہی سے ہے۔'' یسوع تقریباً سات سو سال بعد بیت لحم میں پیدا ہوا (متی 2:1)۔

• **کنواری سے پیدائش۔** یسعیاہ 7:14 میں کہا گیا ہے: ''خداوند خود تمہیں ایک نشان دے گا :دیکھو، ایک کنواری حاملہ ہوگی اور ایک بیٹا جنے گی، اور اس کا نام عمانوایل رکھے گی۔'' یسوع سات سو سال سے بھی زیادہ عرصے بعد کنواری مریم سے پیدا ہوا (متی 1:18، لوقا 1:35)۔

• **بیت لحم کے بچوں کا قتلِ عام۔** نبی یرمیاہ نے پیش گوئی کی تھی کہ بیت لحم کے بچے قتل کیے جائیں گے۔ اس نے کہا: ''خداوند یوں فرماتا ہے: رامہ میں ایک آواز سنائی دیتی ہے، ماتم اور زار زار رونے کی آواز؛ راخل اپنے بچوں کے لیے رو رہی ہے اور تسلی قبول نہیں کرتی، کیونکہ اس کے بچے موجود نہیں رہے۔'' (یرمیاہ 31:15)

متی 2:16-18 کے مطابق یہ پیش گوئی تقریباً چھ سو سال بعد پوری ہوئی۔

• **مصر کی طرف فرار۔** نبی ہوسیع نے پیش گوئی کی تھی کہ یسوع مصر جائے گا: ''مصر سے میں نے اپنے بیٹے کو بلایا'' (ہوسیع 11:1)۔ متی 2:15 کے مطابق یہ پیش گوئی سات سو سال سے بھی زیادہ عرصے بعد پوری ہوئی۔

• **یسوع کا یروشلم میں فاتحانہ داخلہ۔** زکریاہ 9:9 میں کہا گیا ہے: ''اے دخترِ صیون، بہت خوشی منا! اے دخترِ یروشلم، للکار! دیکھ، تیرا بادشاہ تیرے پاس آتا ہے؛ وہ راستباز ہے اور نجات یافتہ ہے، حلیم ہے اور گدھے پر، بلکہ گدھی کے بچے پر سوار ہے۔'' متی 21:1-11 کے مطابق یہ پیش گوئی تقریباً چھ سو سال بعد پوری ہوئی۔

• **یسوع کا تیس چاندی کے سکوں کے عوض دھوکا دیا جانا۔** اس کی پیش گوئی زبور 41:9 اور زکریاہ 11:12 میں کی گئی تھی: ''میں نے ان سے کہا، اگر تم مناسب سمجھو تو میری مزدوری دے دو، اور اگر نہ دو تو رہنے دو۔ پس انہوں نے میری مزدوری کے لیے تیس چاندی کے سکے تول دیے۔'' متی 26:15 کے مطابق یہ پیش گوئی چھ سو سال بعد پوری ہوئی۔

• **کمہار کے کھیت کی خریداری۔** زکریاہ 11:13 کے مطابق ان تیس چاندی کے سکوں سے ایک کھیت خریدا گیا: ''اور خداوند نے مجھ سے کہا، اسے کمہار کے حوالے کر دے—یہ وہ عمدہ قیمت ہے جس پر انہوں نے میری قیمت لگائی! پس میں نے تیس چاندی کے سکے لیے اور انہیں خداوند کے گھر میں کمہار کے پاس پھینک دیا۔'' متی 27:7 کے مطابق یہ پیش گوئی چھ سو سال بعد پوری ہوئی۔

• **شریروں کے ساتھ مصلوب ہونا۔** یسعیاہ 53:12 میں کہا گیا ہے: ''اس لیے کہ اس نے اپنی جان موت کے لیے انڈیل دی اور خطاکاروں کے ساتھ شمار کیا گیا۔ اس نے بہتوں کے گناہ اٹھائے —اور خطاکاروں کی شفاعت کی۔'' لوقا 23:33 میں یسعیاہ کی اس نبوت کی تکمیل درج ہے تقریباً سات سو سال بعد۔

• **یسوع کے ہاتھوں اور پاؤں میں چھید کیا جانا۔** زبور 22:16 میں کہا گیا ہے: ''کیونکہ کتوں نے مجھے گھیر لیا ہے؛ شریروں کی جماعت نے مجھے گھیر لیا ہے؛ انہوں نے میرے ہاتھوں اور میرے پاؤں میں چھید کیے۔'' زکریاہ 12:10 میں کہا گیا ہے: ''اور میں داؤد کے گھرانے اور یروشلم کے باشندوں پر فضل اور مناجات کی روح نازل کروں گا۔ وہ میری طرف دیکھیں گے جسے انہوں نے چھیدا ہے، اور اس کے لیے ماتم کریں گے جیسے کوئی اپنے اکلوتے کے لیے ماتم کرتا ہے، اور اس کے لیے سخت غمگین ہوں گے جیسے کوئی اپنے پہلوٹھے کے لیے غمگین ہوتا ہے۔'' یہ دونوں نبوتیں سینکڑوں سال بعد یسوع کی مصلوبیت کے وقت پوری ہوئیں (یوحنا 19:18)۔

• **امیر کے ساتھ دفن ہونا۔** یسعیاہ 53:9 میں پیش گوئی کی گئی تھی: ''اس کی قبر شریروں کے ساتھ مقرر کی گئی، لیکن اپنی موت میں وہ دولت مند کے ساتھ تھا، حالانکہ اس نے کوئی ظلم نہیں کیا تھا اور نہ اس کے منہ میں کوئی فریب تھا۔'' بالکل یہی واقعہ پیش آیا۔ متی بیان کرتا ہے: ''جب شام ہوئی تو ارمتیہ کا ایک دولت مند آدمی یوسف نامی آیا، جو خود بھی یسوع کا شاگرد بن گیا تھا۔ وہ پیلاطس کے پاس گیا اور یسوع کی لاش مانگی۔ تب پیلاطس نے حکم دیا ،کہ لاش اس کے حوالے کر دی جائے۔ یوسف نے لاش کو لیا، اسے صاف کتان کے کپڑے میں لپیٹا اور اسے اپنی نئی قبر میں رکھا جو اس نے چٹان میں تراشی تھی۔ پھر اس نے قبر کے دروازے پر ایک بڑا پتھر لڑھکا دیا اور چلا گیا'' (متی 27:57-60)۔

• **قیامت۔** زبور 16:10 میں کہا گیا ہے: ''کیونکہ تو میری جان کو قبر میں نہ چھوڑے گا، نہ اپنے مقدس کو سڑنے دے گا۔'' پطرس نے اعلان کیا کہ یہ نبوت داؤد میں پوری نہیں ہوئی، کیونکہ داؤد کا جسم بھی دوسرے فانی انسانوں کی طرح سڑ گیا تھا۔ بلکہ یہ نبوت یسوع میں پوری ہوئی (اعمال 2:25-36)۔

• **آسمان پر اٹھایا جانا۔** زبور 68:18 میں کہا گیا ہے: ''جب تو بلندی پر چڑھا، تو اسیر لوگوں کو ساتھ لے گیا؛ تو نے انسانوں سے، حتیٰ کہ باغیوں سے بھی، نذرانے حاصل کیے، تاکہ اے خداوند خدا، تو وہاں سکونت کرے۔'' یہ نبوت لوقا 24:50-51 اور افسیوں 4:8-11 میں بیان کردہ واقعات کے مطابق پوری ہوئی۔

VIII. بائبل میں تبدیلی نہیں کی گئی

جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ بائبل میں تبدیلی کی گئی ہے، اُن پر لازم ہے کہ وہ اپنے دعوے کا ثبوت پیش کریں۔ خاص طور پر انہیں درج ذیل سوالات کے جواب دینے چاہییں:

1. بائبل میں تبدیلی کب کی گئی؟

کیا بائبل میں تبدیلی قرآن کے نازل ہونے سے پہلے کی گئی تھی یا اس کے بعد؟

اگر پہلے کی گئی تھی، تو یقیناً قرآن مسلمانوں کو سچے حقائق جاننے کے لیے بائبل سے رجوع کرنے کا حکم نہ دیتا (دیکھیں سورۃ 16:43-44)، اور نہ ہی اللہ کسی شک میں مبتلا محمد کو ''اہلِ کتاب'' سے دریافت کرنے کا مشورہ دیتا (دیکھیں سورۃ 10:95-96)۔

اس کے علاوہ، قرآن سے پہلے کے زمانے سے تعلق رکھنے والے بائبل کے ہزاروں مخطوطات آج ہمارے پاس موجود ہیں، اور وہ ان نسخوں کے ساتھ یکساں ہیں جو آج ہمارے پاس موجود ہیں۔

2. بائبل میں تبدیلی کہاں کی گئی؟

جس طرح مسلمان بائبل میں تبدیلی کا تصور پیش کرتے ہیں، اس کے لیے تقریباً یقینی طور پر یہ ضروری ہوتا کہ یہودی اور مسیحی رہنماؤں کی ایک بین الاقوامی مجلس منعقد ہوتی، تبدیلیوں کی ایک منظور شدہ فہرست تیار کی جاتی، ایک نظرثانی شدہ بنیادی نسخہ تیار کیا جاتا، اور اس سے پہلے کے تمام نسخوں کو منظم طریقے سے تباہ کر دیا جاتا۔

خلیفہ عثمان نے قرآن کا ایک بنیادی نسخہ تیار کرتے وقت تقریباً اسی طریقے سے کام کیا تھا۔ لیکن مسیحیت کی تاریخ میں ایسے کسی واقعے کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں، اور نہ ہی اس بات کا امکان ہے کہ ایسا کوئی واقعہ پیش آیا ہو۔

3. بائبل میں تبدیلی کس نے کی؟

یہودی عہدِ قدیم میں تبدیلیاں مشکل ہی سے کر سکتے تھے، خواہ انہیں ایسا کرنے کی ترغیب بھی ہوتی، کیونکہ مسیحیوں کے پاس عبرانی اور یونانی دونوں زبانوں میں الگ اور مستقل نسخے موجود تھے۔

کیا مسیحیوں نے عہدِ جدید میں تبدیلی کی؟ قرآن کہتا ہے کہ مسیحی آپس میں منقسم تھے اور ایک دوسرے کے خلاف لڑ رہے تھے:

سورۃ 5:14

اور ان لوگوں سے بھی جنہوں نے کہا کہ ہم نصاریٰ ہیں، ہم نے عہد لیا تھا، مگر انہوں نے اس پیغام کا ایک حصہ بھلا دیا جو انہیں دیا گیا تھا۔ پس ہم نے قیامت تک ان کے درمیان دشمنی اور بغض ڈال دیا، اور عنقریب اللہ انہیں بتا دے گا جو کچھ وہ کرتے رہے۔

سورۃ 61:14

اے ایمان والو! اللہ کے مددگار بنو، جیسا کہ مریم کے بیٹے عیسیٰ نے حواریوں سے کہا تھا: ''اللہ کی راہ میں میرا مددگار کون ہے؟'' حواریوں نے کہا: ''ہم اللہ کے مددگار ہیں۔'' پس بنی اسرائیل میں سے ایک گروہ ایمان لایا اور ایک گروہ نے کفر کیا۔ پھر ہم نے ایمان والوں کو ان کے دشمنوں کے مقابلے میں قوت دی، پس وہ غالب آ گئے۔

اتنی منقسم مسیحی کلیسیا کے لیے بائبل میں تبدیلیاں کرنے کے لیے باہمی طور پر مربوط طریقے سے کام کرنا بعید از قیاس ہے۔

مزید یہ کہ یہودیوں کی طرح یہاں بھی یہ سوال اٹھتا ہے کہ آخر مسیحیوں کے پاس مقدس صحیفے کو تبدیل کرنے کی کوئی ترغیب کیوں ہوتی؟ جیسا کہ یسوع نے نیکودیمس سے کہا:

یوحنا 5:3-8

میں تم سے سچ کہتا ہوں، جب تک کوئی پانی اور روح سے پیدا نہ ہو، وہ خدا کی بادشاہی میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جو جسم سے پیدا ہوا ہے وہ جسم ہے، اور جو روح سے پیدا ہوا ہے وہ روح ہے۔ میرے یہ کہنے پر تعجب نہ کرو کہ ''تمہیں نئے سرے سے پیدا ہونا ضرور ہے۔'' ہوا جدھر چاہتی ہے چلتی ہے، تم اس کی آواز سنتے ہو، لیکن نہیں جانتے کہ وہ کہاں سے آتی ہے اور کہاں جاتی ہے۔ ہر وہ شخص ایسا ہی ہے جو روح سے پیدا ہوا ہے۔

جب روح القدس ایمانداروں کو نئی زندگی عطا کرتا ہے تو وہ انہیں دیانت داری اور وفاداری سکھاتا ہے۔ پھر وہ ایماندار، جو بائبل کی تعلیم کے مطابق نئے سرے سے پیدا ہوئے ہیں، اپنی اس کتاب کو تبدیل کرنے کی خواہش کیسے رکھ سکتے ہیں جو زندگی کا کلام ہے—خصوصاً اس تنبیہ کے پیشِ نظر جو مکاشفہ کی کتاب کے آخر میں دی گئی ہے؟

4. کیا تبدیل کیا گیا اور کیا تبدیل نہیں کیا گیا؟

،بائبل کے ہر لفظ کو تبدیل کرنا ناممکن ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ بائبل میں تبدیلی کی گئی ہے انہیں واضح طور پر بتانا چاہیے کہ وہ تبدیلیاں کیا ہیں۔

عہدِ جدید کے **تیرہ ہزار سے زیادہ قدیم مخطوطات** موجود ہیں، جن میں جان رائلینڈ مجموعے کے مخطوطات، تقریباً 130 عیسوی؛ چیسٹر بیٹی مجموعے کے مخطوطات، تقریباً 200 عیسوی؛ سینیٹک مخطوطہ، تقریباً 350 عیسوی؛ اسکندریہ کا مخطوطہ، تقریباً 400 عیسوی؛ اور روم میں محفوظ ویٹیکنس مخطوطہ شامل ہیں۔

ان میں سے کوئی بھی آج مسیحی کلیسیاؤں میں استعمال ہونے والے تراجم سے نمایاں طور پر مختلف نہیں ہے۔ ان سب کی تاریخ محمد کے زمانے سے سینکڑوں سال پہلے کی ثابت ہوتی ہے۔

—اس کے علاوہ، ابتدائی کلیسیائی آباء کی تحریروں میں پورے عہدِ جدید کے تقریباً تمام حصے صرف گیارہ آیات کے علاوہ—اقتباس کی صورت میں موجود ہیں۔

IX. قرآن بائبل کو منسوخ نہیں کرتا

مسلمانوں میں عام طور پر یہ عقیدہ پایا جاتا ہے کہ قرآن نے بائبل کو منسوخ کر دیا ہے۔ **نسخ** ،ایک قانونی اصطلاح ہے۔ اس سے مراد کسی قانون، اختیار یا اصول کو کسی دوسرے قانون اختیار یا اصول سے بدل کر ختم کرنا ہے۔

قرآن میں صرف دو آیات ایسی ہیں جو نسخ کے بارے میں بات کرتی ہیں، اور ان کا تعلق بائبل سے نہیں بلکہ قرآن ہی سے ہے۔ چنانچہ قرآن کبھی یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ عہدِ قدیم اور عہدِ جدید منسوخ کر دیے گئے ہیں۔

:نسخ سے متعلق پہلی قرآنی آیت یہ ہے

سورۃ 2:106

ہم کسی آیت کو منسوخ کریں یا اسے بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسی دوسری آیت لے آتے ہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے؟

ابن عباس کے مطابق، اس آیت کے ''نازل'' ہونے کی وجہ یہ تھی کہ محمد بعض اوقات رات کے وقت انہیں دی جانے والی آیات بھول جاتے تھے۔ چنانچہ خدا بھولی ہوئی آیات کی جگہ ان جیسی یا ان سے بہتر آیات لے آتا تھا۔ اس سے قرآن کی صحت و اصالت کے بارے میں سنجیدہ سوالات پیدا ہوتے ہیں (آخر محفوظ تختی پر کون سی آیات تھیں؟)—لیکن اس کا بائبل سے کوئی تعلق نہیں۔

:نسخ سے متعلق دوسری آیت یہ ہے

سورۃ 22:52

اور ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول یا نبی نہیں بھیجا مگر جب اس نے کوئی آرزو کی تو شیطان نے اس کی آرزو میں کچھ ڈال دیا۔ پھر اللہ شیطان کی ڈالی ہوئی چیز کو مٹا دیتا ہے۔ پھر اللہ اپنی آیات کو مضبوط کر دیتا ہے، اور اللہ سب کچھ جاننے والا، حکمت والا ہے۔

اس آیت کے متعلق تفسیری روایات (سیوطی کی **اسباب النزول** اور بخاری میں بھی) کا پہلے ذکر کیا جا چکا ہے۔ سورۃ النجم (قرآن کی سورۃ 53) کی آیات 19 اور 20 میں، جہاں عرب کے مشرکین کے تین بڑے بتوں کا ذکر ہے، محمد نے یہ جملہ شامل کیا: ''یہ بلند مرتبہ دیویاں ہیں! بے شک ان کی شفاعت مطلوب ہے۔''

کہا جاتا ہے کہ شیطان نے یہ اضافہ محمد کی وحی میں ڈال دیا تھا، اور اللہ کے لیے ضروری تھا کہ اسے منسوخ کر دے۔ بعد میں مصنف سلمان رشدی نے اسی واقعے کو اپنی متنازع کتاب **The Satanic Verses** کی بنیاد بنایا۔

پس **نسخ** ایک ایسا اصول ہے جو قرآن کے عقائد و احکام میں باہمی مطابقت برقرار رکھنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔

شراب نوشی کے بارے میں آیات

شراب نوشی کے بارے میں ان چار بظاہر متضاد آیات میں سے آخری آیت کو مسلم علماء پہلی تین آیات کے لیے ناسخ سمجھتے ہیں:

سورۃ 16:67

اور کھجوروں اور انگوروں کے پھلوں سے تم نشہ آور چیز اور عمدہ رزق حاصل کرتے ہو۔

سورۃ 2:219

وہ تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ کہہ دو: ''ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے لیے کچھ فائدے بھی ہیں، لیکن ان کا گناہ ان کے فائدے سے زیادہ ہے۔''

سورۃ 4:43

اے ایمان والو! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جاؤ، یہاں تک کہ تم سمجھنے لگو کہ کیا کہہ رہے ہو۔

سورۃ 5:90

اے ایمان والو! شراب، جوا، بت اور فال کے تیر شیطانی کاموں کی گندگی ہیں۔ پس ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔

قبلہ کے بارے میں آیات

اسی طرح **قبلہ**، یعنی نماز کے وقت کس سمت رخ کرنا ہے، کے بارے میں تین بظاہر متضاد آیات میں سے آخری آیت کو پہلی دو آیات کے لیے ناسخ سمجھا جاتا ہے:

سورۃ 2:125

اور ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ بناؤ۔

سورۃ 2:142

مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کے ہیں۔

سورۃ 2:144

ہم تمہیں ضرور اس قبلے کی طرف پھیر دیں گے جسے تم پسند کرتے ہو۔ پس اپنا چہرہ مسجدِ حرام [مکہ میں کعبہ] کی طرف پھیر لو۔

قرآن میں منسوخ آیات کی تین اقسام

مسلمان علماء کے مطابق قرآن میں تین قسم کی منسوخ آیات پائی جاتی ہیں—یا پہلے پائی جاتی تھیں:

- **وہ آیات جن کے احکام منسوخ ہوئے، لیکن الفاظ منسوخ نہیں ہوئے۔** یعنی اگرچہ ان کے الفاظ اب بھی قرآن میں موجود ہیں، لیکن روزمرہ اسلامی عمل میں ان پر عمل نہیں کیا جاتا۔ اس کی ایک مثال سورۃ 7:199 ہے:

''درگزر اختیار کرو، نیکی کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کش ہو جاؤ۔''

مسلم علماء کہتے ہیں کہ ''درگزر اختیار کرو'' اور ''جاہلوں سے کنارہ کش ہو جاؤ'' منسوخ ہیں، جبکہ ''نیکی کا حکم دو'' منسوخ نہیں ہے۔

- **وہ آیات جن کے الفاظ اور احکام دونوں منسوخ ہو گئے۔** یہ آیات اب قرآن میں موجود نہیں ہیں۔ اس کی ایک مثال یہ بیان کی جاتی ہے:

''اللہ کے نزدیک بہترین دین حنیفیت ہے۔''

یہ آیت قرآن میں موجود نہیں ہے اور اس کا حکم بھی نظر انداز کیا جاتا ہے۔

ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ بیان کیے جاتے ہیں:

''اگر آدم کے بیٹے کو مال کی ایک وادی دی جائے جس کی اس نے خواہش کی تھی، تو وہ دوسری وادی کا مطالبہ کرے گا۔ اگر اسے دوسری وادی بھی دے دی جائے تو وہ تیسری وادی کا مطالبہ کرے گا۔''

- **وہ آیات جن کے الفاظ منسوخ ہوئے، لیکن ان کے احکام اب بھی نافذ ہیں۔** اس کی ایک مثال یہ بیان کی جاتی ہے:

''اگر بوڑھا مرد اور بوڑھی عورت زنا کریں تو انہیں سزا کے طور پر سنگسار کرو۔''

ان الفاظ کو قرآن میں نہیں پایا جاتا، لیکن ان الفاظ میں موجود حکم پر عمل کیا جانا چاہیے۔

X. چار انجیلیں کیوں ہیں؟

مسلمان اکثر کہتے ہیں کہ **انجیل** وہ کتاب ہے جو ''عیسیٰ کو نازل کی گئی''۔ تاہم، ان کا یہ عقیدہ ہے کہ مسیحیوں کے پاس اب وہ حقیقی انجیل موجود نہیں، بلکہ اس کے بجائے متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کی چار انجیلیں ہیں۔

مسلمانوں کے سامنے اس بظاہر تضاد کی وضاحت کرنے کے لیے یہ واضح کرنا ضروری ہے کہ **انجیل** کا لفظ کیا معنی رکھتا ہے۔ اس کا مطلب ہے **''خوشخبری''**۔ یہ ہمیشہ واحد کے صیغے میں آتا ہے۔

ہماری انجیل وہ خوشخبری ہے کہ یسوع ہماری گناہ آلود دنیا میں ہمیں نجات دینے کے لیے آیا۔ یسوع نے خوشخبری خود نہیں لکھی۔ **وہ خود ہی خوشخبری ہے۔** تاہم، چار مسیحی مؤرخین نے اس خوشخبری کو تحریر کیا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا ہے، طبیب لوقا اپنے مقصد کو بالکل واضح کرتا ہے:

لوقا 1:1-4

''بہتوں نے ان باتوں کا بیان لکھنے کی کوشش کی ہے جو ہمارے درمیان پوری ہوئیں، جیسا کہ وہ لوگ جنہوں نے شروع ہی سے ان باتوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کلام کے خادم تھے، ہم تک پہنچاتے رہے۔ اس لیے، اے معزز تھیوفلس، چونکہ میں نے بھی ابتدا ہی سے ہر بات کی پوری تحقیق کی ہے، مجھے مناسب معلوم ہوا کہ میں انہیں ترتیب سے تیرے لیے لکھوں، تاکہ تو ان باتوں کی پختگی کو جان سکے جن کی تعلیم تجھے دی گئی ہے۔''

روح القدس کی رہنمائی میں کلیسیا نے ایک ہی واقعے کی چار تحریری شہادتیں محفوظ رکھیں۔ یہ **ایک ہی انجیل—ایک ہی خوشخبری—کے چار بیانات** ہیں۔

XI. مسلمان جعلی انجیلِ برنباس کو کیوں پسند کرتے ہیں؟

انجیلِ برنباس یسوع کی زندگی کا تاریخی ریکارڈ نہیں ہے اور نہ ہی یہ حقیقی انجیل ہے۔ پندرہویں صدی میں اسلام قبول کرنے والے ایک اطالوی راہب نے اسے اپنے نئے ایمان کی صداقت ثابت کرنے کے لیے تحریر کیا۔

J. F. Cramer نے 1709ء میں اس کی پہلی نقل اطالوی زبان پروشیا کی سلطنت کے ایک رہنما میں دریافت کی۔ 1713ء میں اسے ساوائے کے شہزادہ یوجین کے حوالے کیا گیا، اور پھر 1738ء میں ویانا کی قومی لائبریری کو دے دیا گیا۔

جناب محمد غربال کہتے ہیں: ''یہ ایک جعلی انجیل ہے جسے پندرہویں صدی میں ایک یورپی شخص نے لکھا۔ وہ مسیح کے زمانے کے سیاسی اور مذہبی حالات کی وضاحت میں بڑی غلطیاں کرتا ہے۔ وہ یسوع کی طرف یہ قول منسوب کرتا ہے کہ وہ مسیح نہیں ہے۔''

ابتدائی مسلم مفسرین انجیلِ برنباس کا حوالہ نہیں دیتے، اس کی سادہ وجہ یہ ہے کہ وہ اس کے لکھے جانے سے پہلے ہی وفات پا چکے تھے۔ خاص طور پر مسلم مفسرین **الطبری** اور **ابن کثیر** نے حقیقی انجیلوں کے مصنفین کی اپنی فہرستوں میں اس کا ذکر نہیں کیا۔

اس کے باوجود جدید مسلمان اس جعلی انجیل کو پانچ وجوہات کی بنا پر ایک مستند مذہبی کتاب سمجھنا پسند کرتے ہیں:

• یہ تعلیم دیتی ہے کہ یسوع خدا نہیں (برنباس 92:17-20) اور نہ خدا کا بیٹا ہے (برنباس 1:4)۔ بلکہ ایک نبی ہے (برنباس 212:5-6)،

• یہ تعلیم دیتی ہے کہ یہوداہ اسکریوتی کو یسوع جیسا بنا دیا گیا، اور اسے گرفتار کر کے مصلوب کیا گیا، جبکہ یسوع کو بحفاظت آسمان پر اٹھا لیا گیا (برنباس 112، 139:4-9)۔

• یہ تعلیم دیتی ہے کہ عہدِ قدیم میں تبدیلی کی گئی (برنباس 72:11، 124:6-10)، اور اسی طرح عہدِ جدید میں بھی تبدیلی کی گئی (برنباس 52:14، 96:9-11)۔

• یہ تعلیم دیتی ہے کہ خدا کا عہد اسحاق کے بجائے اسماعیل کے ساتھ تھا (برنباس 43:20-31)۔

• یہ تعلیم دیتی ہے کہ یسوع محمد کے لیے راستہ تیار کرنے آیا تھا اور اس نے محمد کی آمد کی پیش گوئی کی تھی (برنباس 42:10-13، 72:10-72)۔

انجیلِ برنباس میں موجود غلطیوں اور تضادات کی تعداد بہت زیادہ ہے، اس لیے ان سب کو یہاں بیان کرنا ممکن نہیں۔ تاہم، چند نمایاں غلطیاں یہ ہیں:

• **برنباس 20:1-2 اور 92:3** میں کہا گیا ہے کہ ناصرت اور یروشلم دونوں سمندری بندرگاہیں تھیں۔

• **برنباس 152:75** میں کہا گیا ہے کہ یہودی شراب کو بیرلوں میں محفوظ کرتے تھے۔ حقیقت میں وہ شراب کو مشکوں میں رکھتے تھے۔ بیرل قرونِ وسطیٰ میں استعمال ہوتے تھے۔

• **برنباس 82:18** میں کہا گیا ہے کہ یوبلی کا سال ہر سو سال بعد آتا ہے، جبکہ بائبل کے مطابق یہ ہر پچاس سال بعد آتا تھا (دیکھیں احبار 25:11)۔

• **برنباس 3:5-20** میں کہا گیا ہے کہ مریم نے بغیر درد کے بچے کو جنم دیا، جو قرآن کی سورۃ سے متصادم ہے، جہاں بیان کیا گیا ہے کہ مریم کی تکلیف اتنی شدید تھی کہ وہ 19:22-23 موت کی تمنا کرنے لگی۔

• **برنباس 105:308**، میں کہا گیا ہے کہ نو آسمان ہیں، جو سورۃ 17:44 سے متصادم ہے جہاں سات آسمانوں کا ذکر ہے۔

بائبل زندگیوں کو بدل دیتی ہے .XII

بائبل کی صداقت کا آخری ثبوت یہ ہے کہ یہ انسانوں کی زندگیوں کو بدل دیتی ہے۔ اسلام نے ابتدائی عربوں کی جارحانہ فطرت کو تبدیل نہیں کیا۔ چار خلفاء میں سے تین کو قتل کر دیا گیا۔ عرب جنگجو مسلمان ہونے کے بعد بھی لڑتے رہے؛ صرف اتنا فرق آیا کہ انہوں نے دوسرے قبائل اور ملکوں پر حملے کرنے کے لیے اپنا جھنڈا بدل لیا۔ محمد نے اس یہودی شاعر کو اپنے ہاتھوں سے قتل کر دیا جس نے ان کی توہین کی تھی۔

لیکن جہاں کہیں بائبل کا کلام سنایا گیا، وہاں سننے والوں کی زندگیاں بدل گئیں۔ روح القدس کلام کے ساتھ تھا، اور لوگوں نے توبہ کی۔

جو چوری کرتا ہے وہ پھر چوری نہ کرے، بلکہ اپنے ہاتھوں سے محنت کرتے ہوئے کوئی مفید'' کام کرے، تاکہ ضرورت مند کے ساتھ بانٹنے کے لیے اس کے پاس کچھ ہو۔'' (افسیوں 4:28)

زبور نویس نے بجا طور پر کہا:

زبور 19:7-11

خداوند کی شریعت کامل ہے، جان کو تازہ کرتی ہے۔
خداوند کی شہادت برحق ہے، نادان کو دانا بناتی ہے۔
خداوند کے احکام راست ہیں، دل کو شادمان کرتے ہیں۔
خداوند کا فرمان پاک ہے، آنکھوں کو روشن کرتا ہے۔
خداوند کا خوف پاک ہے، ابد تک قائم رہتا ہے۔
خداوند کے فیصلے سچے اور بالکل راست ہیں۔
وہ سونے سے، بلکہ بہت سے کندن سے بھی زیادہ گراں قدر ہیں؛
اور شہد سے، بلکہ چھتے کے شہد سے بھی زیادہ شیریں ہیں۔
ان ہی سے تیرا بندہ خبردار ہوتا ہے؛
اور ان پر عمل کرنے میں بڑا اجر ہے۔

باب 11

مسیح کی مصلوبیت کے بارے میں مسلمانوں کا نظریہ

مسلمان مصلوبیت کو کس نظر سے دیکھتے ہیں

ستم ظریفی یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیحؑ کے لیے اپنی گہری عقیدت اور تعظیم کی وجہ سے مسلمان یہ ماننے سے انکار کرتے ہیں کہ انہیں مصلوب کیا گیا تھا۔ یہی وہ عقیدت تھی جو رسول پطرس نے بھی اس وقت ظاہر کی تھی جب وہ ابھی روح القدس سے معمور نہیں ہوئے تھے۔ ،جب یسوع نے "اپنے شاگردوں کو سمجھانا شروع کیا کہ اسے ضرور یروشلم جانا ہے اور بزرگوں سردار کاہنوں اور شریعت کے عالموں کے ہاتھوں بہت سی تکلیفیں اٹھانی ہیں، اور قتل کیا جانا ہے، اور تیسرے دن زندہ ہونا ہے، تو پطرس اسے الگ لے جا کر ملامت کرنے لگا اور کہا، 'خدا نہ کرے، اے خداوند! ایسا کبھی تیرے ساتھ نہ ہوگا!' یسوع نے پلٹ کر پطرس سے کہا، 'اے شیطان! میرے سامنے سے دور ہو۔ تو میرے لیے ٹھوکر کا باعث ہے، کیونکہ تو خدا کی باتوں کا نہیں بلکہ انسانوں کی باتوں کا خیال رکھتا ہے'" (متی 16:21-23)۔

— ایک ایسے مذہبی تصور میں جو خدا کو پاکیزگی اور مطلق قدرت کے لحاظ سے دیکھتا ہے اور بنیادی طور پر یہی نقطۂ نظر یہودیت اور اسلام دونوں میں پایا جاتا ہے — خدا کے دکھ اٹھانے اور مرنے کا خیال بالکل ناقابلِ فہم ہے۔ قادرِ مطلق الٰہی فطرت ایسی شدید شکست کو کیسے برداشت کر سکتی ہے؟

مسلمان اور یہودی ہمیشہ سے یہ سوال کرتے آئے ہیں، اور مسیحی ماہرینِ الٰہیات کو ہمیشہ اس کا جواب دینا پڑا ہے۔ اسکندریہ کے سینٹ اتھناسیئس، جو عقیدۂ نقیہ کے مرتب کرنے والوں میں شمار ہوتے ہیں، نے اس کی وضاحت کے لیے یہ مثال دی: "لوہار لوہے کی ایک سلاخ کو آگ میں رکھتا ہے، پھر اسے کوٹ کر، مثلاً، کلہاڑی کی شکل دیتا ہے۔ لیکن جب وہ لوہے کو کوٹتا ہے تو وہ صرف لوہے کو ضرب لگاتا ہے، آگ کو نہیں۔ جب یسوع نے صلیب پر دکھ اٹھایا تو یہی ہوا۔"

صدیوں بعد، سن 820ء میں یروشلم میں خلیفہ عبدالرحمن بن عبدالملک الہاشمی اور ابراہیم الطبری نامی ایک راہب کے درمیان مناظرہ ہوا۔ اس مناظرے میں البدوی الباہلی بھی موجود تھا، جس نے کہا: "یا تو تم کہو کہ جب یسوع کے پہلو میں نیزہ مارا گیا تو الٰہی فطرت نے اسے چھوڑ دیا، یا پھر تم کہو کہ الٰہی فطرت نے بھی یسوع کے ساتھ وہی درد اور موت برداشت کی۔"

اس کے جواب میں راہب نے کہا: "اگر تم دھوپ میں بیٹھے ہوئے اونٹ کو چھری مارو، تو کیا اس سے سورج متاثر ہوتا ہے یا اس کی شعاعیں چمکنا بند کر دیتی ہیں؟ جب یسوع نے دکھ اٹھایا تو یہی ہوا۔"

I. مصلوبیت اور قرآن

قرآن کی ایک عبارت مسلمانوں کے لیے اس مسئلے کو درج ذیل طریقے سے حل کرنے کی کوشش کرتی ہے:

سورۃ النساء 4:157، 158

وہ کہتے ہیں: "ہم نے مسیح، عیسیٰ ابنِ مریم، اللہ کے رسول کو قتل کر دیا۔" حالانکہ نہ تو انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ صلیب دی، بلکہ معاملہ ان کے لیے مشتبہ بنا دیا گیا۔ اور جو لوگ اس بارے میں اختلاف کرتے ہیں، وہ بھی شک میں ہیں۔ انہیں اس کا یقینی علم نہیں، بلکہ وہ صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں۔ اور یقیناً انہوں نے اسے قتل نہیں کیا۔ بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا، اور اللہ غالب، حکمت والا ہے۔

درحقیقت محمد ﷺ اس حل کو پیش کرنے والے پہلے شخص نہیں تھے۔ ان سے پہلے بعض مسیحی گروہوں نے بھی، اسی ہچکچاہٹ کی وجہ سے کہ قادرِ مطلق خدا نے ذلت آمیز موت برداشت کی، "شبیہ" یا "ہم شکل" کا تصور پیش کیا تھا۔

اس موضوع پر ایک کتاب میں مسٹر قیروانی لکھتے ہیں: "تاریخی ذرائع ہمیں بتاتے ہیں کہ قرآن میں بیان کردہ مشابہت کا نظریہ کوئی نئی بات نہیں تھا۔ اسلام کے ظہور سے پہلے، پہلی چھ صدیوں کے دوران، یہ غلط تعلیم مسیحی بدعتی گروہوں میں وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی تھی۔"

قیروانی اس کی کئی مثالیں پیش کرتے ہیں:

- باسیلائڈز، جو ایک گنوسٹک تھا، کا دعویٰ تھا کہ شمعون قیرینی، جس نے مسیح کے لیے صلیب اٹھائی تھی، ان کی جگہ مصلوب ہونے پر رضامند ہو گیا۔ چنانچہ خدا نے اس پر مسیح کی صورت ڈال دی اور اسے مصلوب کر دیا گیا۔
- ڈوسیٹس کا کہنا تھا کہ یسوع کو بالکل مصلوب نہیں کیا گیا، بلکہ یہ صرف یہودیوں کو ایسا دکھائی دیا۔ درحقیقت لفظ "ڈوسیٹک" ایک یونانی فعل سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے "دکھائی دینا" یا "نظر آنا۔"
- سن 185ء میں ایک بدعتی فرقہ، جو تھیبس کے ان کاہنوں سے تعلق رکھتا تھا جنہوں نے مسیحیت قبول کی تھی، نے دعویٰ کیا: "خدا نہ کرے کہ مسیح کو مصلوب کیا جائے۔ اسے بحفاظت آسمان پر اٹھا لیا گیا۔"
- سن 276ء میں فارسی خود ساختہ نبی مانی نے کہا کہ جس شخص کو مصلوب کیا گیا، وہ نائین کی اس بیوہ کا بیٹا تھا جسے یسوع نے مردوں میں سے زندہ کیا تھا۔ بعد کی مانوی روایت میں شیطان وہ تھا جس نے یسوع کو مصلوب کرنے کی کوشش کی۔ وہ ناکام رہا، اور اس کی جگہ خود مصلوب ہو گیا۔

- سن 370ء میں ایک خفیہ گنوسٹک فرقے نے یسوع کی مصلوبیت سے انکار کرتے ہوئے دعویٰ کیا کہ "انہیں مصلوب نہیں کیا گیا، بلکہ مصلوب کرنے والے دیکھنے والوں کو ایسا ہی دکھائی دیا۔"
- سن 520ء میں شام کے بشپ سیویرس اسکندریہ فرار ہو گئے، جہاں ان کی ملاقات فلسفیوں کے ایک گروہ سے ہوئی جو یہ تعلیم دیتا تھا کہ یسوع کو مصلوب نہیں کیا گیا، بلکہ جن لوگوں نے انہیں صلیب پر کیلوں سے جڑا، انہیں صرف ایسا دکھائی دیا۔
- سن 560ء میں راہب تھیوڈور نے مسیح کی انسانی فطرت کا انکار کیا اور اسی وجہ سے ان کی مصلوبیت کا بھی انکار کیا۔
- تقریباً سن 610ء میں قبرص کے گورنر کے بیٹے بشپ یوحنا نے یہ اعلان کرنا شروع کیا کہ مسیح کو مصلوب نہیں کیا گیا، بلکہ دیکھنے والوں کو صرف ایسا معلوم ہوا۔

محمد ﷺ کے دور میں یہ بدعتیں جزیرہ نمائے عرب میں گنوسٹک فرقوں کے درمیان وسیع پیمانے پر پھیلی ہوئی تھیں۔ یہاں تک کہ سن 380ء میں قسطنطنیہ کی کونسل نے بشپ گریگوری آف نائسا کو یہ ذمہ داری سونپی کہ وہ عرب اور یروشلم کے ان گرجا گھروں کا دورہ کریں جہاں اختلافات پیدا ہو چکے تھے اور تقسیم کا خطرہ پیدا ہو گیا تھا۔

II. سورۃ النساء 4:157، 158 کا مفہوم

اگر ہم ان دونوں آیات کو غور سے پڑھیں تو ہمیں درج ذیل حقائق معلوم ہوں گے:

1. یہودیوں نے مسیح کو قتل کرنے کا دعویٰ نہ کیا ہوتا۔

آیت 157 میں یہودی فخر سے کہتے ہیں: "ہم نے مسیح، عیسیٰ ابنِ مریم، اللہ کے رسول کو قتل کر دیا۔" لیکن اگر وہ یسوع کو اپنا مسیح تسلیم کرتے، تو وہ کبھی انہیں قتل نہ کرتے۔ قرآن کی یہ آیت ان کی بات کو درست طور پر پیش نہیں کرتی۔

2. یہ آیت مصلوبیت کے تاریخی وقوع کا انکار نہیں کرتی۔

یہ بیان کہ "نہ تو انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ صلیب دی" مختلف طریقوں سے سمجھا جا سکتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہو سکتا ہے:

- کہ یہودیوں نے یسوع کو مصلوب نہیں کیا، بلکہ رومیوں نے کیا۔
- کہ یہودی مصلوبیت کے حقیقی ذمہ دار نہیں تھے، کیونکہ یسوع نے اپنی مرضی اور رضا سے اپنے آپ کو مصلوب ہونے کے لیے پیش کیا: "کوئی اسے [میری جان کو] مجھ سے نہیں لیتا، بلکہ میں خود اپنی مرضی سے اسے دیتا ہوں" (یوحنا 10:18)۔

- کہ یسوع کو قتل کرنے کی کوشش ناکام رہی کیونکہ وہ تیسرے دن مردوں میں سے زندہ ہو گئے۔

تیسری دلیل خود قرآن بھی شہداء کے انجام کے بارے میں بیان کرتے وقت استعمال کرتا ہے۔ قرآن کہتا ہے: "جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں، انہیں مردہ نہ سمجھو، بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے رب کے پاس رزق دیے جاتے ہیں" (سورۃ آل عمران 3:169)۔ اسی طرح:

"اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کیے گئے ہیں، انہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تم اس کا شعور نہیں رکھتے" (سورۃ البقرہ 2:154)۔

یہ دونوں آیات شہادت کے نتیجے کی نفی کرتی ہیں، لیکن اس کے تاریخی وقوع کی نفی نہیں کرتیں۔ شہید واقعی مرے، لیکن ہم انہیں مردہ نہیں سمجھتے کیونکہ وہ خدا کی حضوری میں زندہ ہیں۔

اسی منطق کو استعمال کرتے ہوئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یسوع صلیب پر مر گئے۔ صوبہ دار نے پیلاطس کے سامنے گواہی دی کہ وہ مر چکے تھے (دیکھیں مرقس 15:44)۔ انہیں ایک قبر میں رکھا گیا۔ قبر کے دروازے پر ایک پتھر لڑھکا دیا گیا (دیکھیں مرقس 15:46)۔ قبر پر مہر لگائی گئی اور پہرے دار مقرر کیے گئے (دیکھیں متی 27:66)۔

یہودی بہت خوش ہوئے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ انہوں نے یسوع کی تعلیمات اور معجزات کا خاتمہ کر دیا ہے۔ وہ سمجھتے تھے کہ یہ ظالمانہ موت ان کے پیروکاروں کو مزید مسائل پیدا کرنے سے روک دے گی۔ لیکن وہ غلط تھے۔ یسوع کی پیشین گوئی پوری ہوئی: "اور جب میں زمین سے بلند کیا جاؤں گا تو سب لوگوں کو اپنی طرف کھینچوں گا" (یوحنا 12:32)۔

"حقیقت میں، یہودیوں نے "نہ اسے قتل کیا اور نہ مصلوب کیا۔

3. مصلوبیت کے بارے میں اختلاف ایک اسلامی مسئلہ ہے، مسیحی مسئلہ نہیں۔

آیت 157 کہتی ہے: "اور جو لوگ اس کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں، وہ شک میں ہیں؛ انہیں "اس کا کوئی یقینی علم نہیں، بلکہ وہ صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں۔

لیکن مسیحی ان لوگوں میں شامل نہیں ہیں جو مصلوبیت کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں۔ انہیں اس کے بارے میں کبھی شک نہیں رہا۔ وہ محض گمان کے پیچھے نہیں چلتے۔ چاروں اناجیل مصلوبیت اور اس سے متعلق واقعات کے بارے میں مکمل اتفاق رکھتی ہیں۔

مسلمان وہ ہیں جو اس بارے میں اختلاف کرتے اور شک میں پڑتے ہیں۔ انہی کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ انہیں "اس کا کوئی یقینی علم نہیں، بلکہ وہ صرف گمان کے پیچھے چلتے ہیں۔"

III. شبیہ کے بارے میں مسلمانوں کے اقوال میں تضاد

مسلمان کہتے ہیں کہ خدا نے مسیح کی شکل ایک دوسرے شخص پر ڈال دی، جسے مصلوب کر کے قتل کر دیا گیا، جبکہ یسوع کو آسمان پر اٹھا لیا گیا۔ لیکن قرآن کے مفسرین بھی، بالکل مسیحی بدعتی گروہوں کی طرح، اس شبیہ کی شناخت کے بارے میں متفق نہیں ہیں:

- **الجلالین،** "یہ معاملہ ان کے لیے مشتبہ بنا دیا گیا" (*شُبِّهَ لَهُمْ*) کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ نے ایک شخص پر یسوع کی صورت ڈال دی اور اسے گرفتار کر لیا گیا۔ یہودیوں نے اسے یسوع سمجھ کر مصلوب کر دیا اور قتل کر دیا۔ یہی تفسیر "جو لوگ اس کے بارے میں اختلاف کرتے ہیں اور شک میں ہیں" کی وضاحت کرتے ہوئے کہتی ہے کہ جب بعض یہودیوں نے مصلوب شخص کو دیکھا تو وہ پکار اٹھے: "چہرہ تو یسوع کا ہے، لیکن جسم اس کا نہیں۔" جبکہ دوسروں نے کہا: "یہ وہی خود ہے۔"
- **البیضاوی** کہتے ہیں: "روایت ہے کہ یہودیوں کے ایک گروہ نے یسوع اور ان کی والدہ کو گرفتار کیا۔ یسوع نے ان پر لعنت کی اور وہ فوراً بندر اور سور بن گئے! پھر یہودی یسوع کو قتل کرنے کے لیے جمع ہوئے، لیکن خدا نے یسوع کو بتایا کہ وہ انہیں آسمان پر اٹھا لے گا۔ یسوع نے اپنے دوستوں سے کہا، 'کون ہے جو میری صورت اختیار کرنے اور قتل و مصلوب ہونے کے لیے تیار ہے اور جنت میں داخل ہو گا؟' ان میں سے ایک شخص راضی ہو گیا۔ خدا نے اس پر یسوع کی صورت ڈال دی، اور اسے قتل کر کے مصلوب کر دیا گیا۔"
- **الزمخشری** کہتے ہیں: "فقرہ *شُبِّهَ لَهُمْ* کا مطلب یہ ہے کہ انہوں نے ایسا تصور کیا، یا گمان کیا کہ انہوں نے اسے قتل اور مصلوب کر دیا — لہٰذا وہ مر چکا ہے اور زندہ نہیں۔ لیکن وہ زندہ ہے کیونکہ خدا نے اسے اپنی طرف اٹھا لیا۔"

الرازی نے اس بارے میں چار مختلف امکانات پیش کیے کہ شبیہ کون ہو سکتا تھا:

- یسوع کو گرفتار کرنے کی کوشش میں، یہوداہ نامی ایک یہودی اس گھر میں داخل ہوا جہاں یسوع موجود تھے، لیکن وہ انہیں نہ پا سکا۔ خدا نے اس یہوداہ کو یسوع کی شکل دے دی۔ جب وہ گھر سے باہر نکلا تو لوگوں نے اسے یسوع سمجھا اور مصلوب کرنے کے لیے لے گئے۔
- جب یہودیوں نے یسوع کو گرفتار کیا تو انہوں نے ان پر ایک پہرے دار مقرر کر دیا۔ خدا نے معجزانہ طور پر یسوع کو اپنی طرف اٹھا لیا اور اس پہرے دار کو یسوع کی شکل دے دی۔ اس پہرے دار کو مصلوب کر دیا گیا، جبکہ وہ پکار رہا تھا: "میں یسوع نہیں ہوں! میں یسوع نہیں ہوں!"
- یسوع نے اپنے ایک دوست سے وعدہ کیا کہ اگر وہ ان کی جگہ مرنے کے لیے رضامند ہو جائے تو اسے جنت میں جگہ ملے گی۔ خدا نے اس دوست کو یسوع کی صورت دے دی۔ اسے گرفتار کر کے مصلوب کر دیا گیا، جبکہ خدا نے یسوع کو آسمان پر اٹھا لیا۔

- یسوع کے پیروکاروں میں سے ایک نے ان سے غداری کی۔ اس نے یہودیوں کو اس جگہ کی رہنمائی کی جہاں یسوع موجود تھے۔ جب وہ وہاں پہنچے تو خدا نے اس غدار پیروکار کو یسوع کی شکل دے دی۔ یسوع کی بجائے اسے گرفتار کیا گیا اور مصلوب کر دیا گیا۔

یسوع کی موت کتنے عرصے تک رہی، اس بارے میں بھی مزید اختلافات پائے جاتے ہیں۔ قرآن میں اللہ یسوع سے فرماتا ہے:

سورۃ آل عمران 3:55

اے عیسیٰ! میں تمہیں ***متوفی*** کرنے والا ہوں [یعنی تمہیں موت دینے والا، یا 'تمہیں اپنے پاس جمع کرنے والا']، اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں، اور تمہیں ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جنہوں نے کفر کیا، اور قیامت کے دن تک تمہارے پیروکاروں کو منکروں پر غالب رکھنے والا ہوں۔ پھر تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، اور میں تمہارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔"

اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے الرازی نے مسلم علماء کے مختلف اقوال نقل کیے ہیں کہ یسوع کی موت کتنی دیر تک رہی:

- **وہب بن منبہ** نے کہا کہ یسوع تین گھنٹے تک فوت رہے، پھر اللہ نے انہیں اٹھا لیا۔
- **محمد بن اسحاق** نے کہا کہ یسوع سات گھنٹے تک فوت رہے، پھر خدا نے انہیں زندہ کیا اور اپنی طرف اٹھا لیا۔
- **الربیع بن انس** نے کہا: "خدا نے انہیں آسمان پر اٹھاتے وقت موت دی؛ کیونکہ خدا نے قرآن میں فرمایا ہے: 'اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے، اور جو ابھی نہیں مریں، ان کی جان نیند کے وقت لے لیتا ہے'" (سورۃ الزمر 39:42)۔
- **ادریس** نے کہا کہ یسوع تین دن تک فوت رہے، پھر اللہ نے انہیں زندہ کیا اور اپنی طرف اٹھا لیا۔

بعد کے زمانے میں **اخوان الصفا**، جو بصرہ، عراق میں دسویں صدی عیسوی کے دوسرے نصف میں قائم ہونے والی ایک خفیہ عرب انجمن تھی، نے کہا کہ یسوع فوت ہوئے، اور اس کے بعد وہ اپنے لوگوں پر ظاہر ہوئے۔[4]

IV. شبیہ کے بارے میں الرازی کے چھ مسائل

کے تصور پر (*Lookalike*) "مصلوبیت کے وقت مسیح کی جگہ مبینہ طور پر آنے والے "ہم شکل تبصرہ کرتے ہوئے، الرازی نے چھ مسائل کی نشاندہی کی۔ ذیل میں ہر مسئلہ اور اس پر ان کا تبصرہ یا نتیجہ پیش کیا گیا ہے:

1. مسئلہ: ہر ادراک اور مشاہدہ مشکوک ہو جاتا ہے۔

اگر ہم یہ تسلیم کر لیں کہ ایک شخص کی شکل دوسرے شخص پر ڈالی جا سکتی ہے، تو اس سے مغالطہ اور شک کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ کیونکہ اگر میں اپنے بیٹے کو ایک مرتبہ دیکھوں اور پھر دوبارہ دیکھوں، تو یہ ممکن ہو جاتا ہے کہ دوسری مرتبہ جس شخص کو میں دیکھ رہا ہوں وہ میرا بیٹا نہ ہو بلکہ صرف اس کی شکل اختیار کیے ہوئے کوئی دوسرا شخص ہو۔

،اس سے محسوس اور ظاہری چیزوں پر اعتماد ختم ہو جائے گا۔ اسی طرح محمد کے صحابہ جنہوں نے انہیں احکام دیتے اور منع کرتے ہوئے دیکھا، اس بات کا یقین نہیں کر سکتے تھے کہ وہ واقعی وہی محمد ہیں، کیونکہ یہ امکان موجود رہتا کہ ان کی صورت کسی دوسرے شخص پر ڈال دی گئی ہو۔

اس کا نتیجہ قوانین کے نظام کے خاتمے کی صورت میں نکلے گا۔ زبانی روایت کی بنیاد یہ ہے کہ پہلا راوی کسی قابلِ مشاہدہ واقعے کو بیان کرتا ہے۔ اگر ظاہری اور بصری چیزوں کے مشاہدے میں غلطی ممکن ہو، تو کسی واقعے کو زبانی طور پر بیان کرنے میں غلطی کا امکان اس سے بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔

مختصراً، ایسے دروازے کو کھولنا مغالطہ اور شکوک و شبہات کا آغاز ہے، اور اس کا انجام نبوتوں کو مکمل طور پر باطل قرار دینا ہے۔

الرازی کا تبصرہ:

جو شخص ایک قادرِ مطلق خدا پر ایمان رکھتا ہے، وہ یہ بھی مانتا ہے کہ خدا ایک شخص کو دوسرے شخص کی شکل میں پیدا کرنے پر قادر ہے۔ ایسی مشابہت لازماً مذکورہ بالا غیر یقینی صورتحال پیدا نہیں کرتی۔ یہی تمہارے بیان کردہ اعتراض کا جواب ہے۔

2. مسئلہ: یسوع نے اپنی الٰہی قدرت کیوں استعمال نہیں کی؟

خدا، جو سب سے بلند ہے، نے جبریل کو زیادہ تر وقت یسوع کے ساتھ رہنے کا حکم دیا۔ مفسرین نے بھی اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے جب انہوں نے اس آیت کی تفسیر کی: "میں نے تمہیں روح القدس کے ذریعے قوت بخشی" (سورۃ المائدہ 5:110)۔

جبریل کے ایک پر کا کنارہ بھی انسانوں کی حفاظت کے لیے کافی تھا، تو پھر وہ یسوع کو یہودیوں سے بچانے کے لیے کیوں کافی نہ تھا؟

مزید یہ کہ، جب یسوع مردوں کو زندہ کرنے اور نابینا اور کوڑھی کو شفا دینے کی قدرت رکھتے تھے، تو وہ ان یہودیوں کو جو انہیں نقصان پہنچانا چاہتے تھے، موت کیوں نہ دے سکے، یا انہیں بیماریوں، دائمی امراض یا فالج میں مبتلا کیوں نہ کر دیا تاکہ وہ ان کا سامنا کرنے کے قابل نہ رہیں؟

الرازی کا تبصرہ:

اگر جبریل یسوع کا دفاع کرتے، یا اگر خدا یسوع کو اپنے دشمنوں کو دور کرنے کی قدرت دیتا، تو ان کا معجزہ جبر اور زبردستی کے ذریعے واقع ہوتا۔ یہ قابلِ قبول نہیں۔

3. مسئلہ: ایک غیر ضروری عمل

خدا یسوع کو ان کے دشمنوں سے بچانے کے لیے انہیں آسمان پر اٹھا سکتا تھا۔ پھر کسی دوسرے شخص پر ان کی شکل ڈالنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیا اس سے ایک بے گناہ شخص کو بلاوجہ موت کا سامنا نہیں کرنا پڑتا؟

الرازی کا تبصرہ:

اگر خدا یسوع کو آسمان پر اٹھا لیتا اور کسی دوسرے شخص پر ان کی صورت نہ ڈالتا، تو وہ معجزہ جبر کے ذریعے واقع ہوتا۔

4. مسئلہ: الٰہی دھوکے کا تاثر

اگر خدا نے کسی دوسرے شخص پر یسوع کی شکل ڈال دی، اور پھر یسوع کو آسمان پر اٹھا لیا، تو لوگ یہ سمجھتے کہ وہ شخص یسوع ہی ہے، حالانکہ حقیقت میں وہ یسوع نہیں تھا۔ اس طرح لوگ دھوکے اور ابہام کا شکار ہو جاتے۔ یہ خدا کی حکمت کے منافی ہے۔

الرازی کا تبصرہ:

یسوع کے شاگرد وہاں موجود تھے۔ وہ واقعے کے حالات سے واقف تھے۔ اس لیے وہ اس ابہام کو دور کر سکتے تھے۔

5. مسئلہ: مذہبی روایت کو ناقابلِ اعتبار بنانا

مشرق اور مغرب دونوں میں مسیحیوں کی بڑی تعداد نے، مسیح سے اپنی انتہائی محبت اور ان کی بہت زیادہ تعظیم کے باوجود، یہ بیان کیا کہ انہوں نے انہیں قتل ہوتے اور مصلوب ہوتے دیکھا۔ اگر ہم اس بات کا انکار کریں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ زبانی روایت سے ثابت شدہ بات کو ناقابلِ اعتبار قرار دیا جائے۔

زبانی روایت کو ناقابلِ اعتبار قرار دینا محمد اور یسوع دونوں کی نبوت کو مشکوک بنانے کا تقاضا کرتا ہے، بلکہ ان کے تاریخی وجود اور دیگر تمام انبیاء کے تاریخی وجود سے بھی انکار کا باعث بن سکتا ہے۔ یہ بات بے معنی ہے۔

الرازی کا تبصرہ:

جو لوگ اس وقت موجود تھے، ان کی تعداد کم تھی۔ ممکن ہے کہ چند لوگ دھوکے یا غلط فہمی کا شکار ہو گئے ہوں۔ آخرکار، جب زبانی روایت چند افراد تک محدود ہو تو وہ علم کے لیے بے فائدہ ہو سکتی ہے۔

6. مسئلہ: مصلوب شخص نے بچنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟

زبانی روایت کے مطابق، مصلوب شخص کافی دیر تک زندہ رہا۔ اگر وہ یسوع نہیں بلکہ کوئی دوسرا شخص تھا، تو وہ خوف زدہ ہو جاتا اور کہتا: "میں یسوع نہیں ہوں، میں کوئی اور شخص ہوں۔"

وہ اس حقیقت کو ظاہر کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتا۔ اگر اس نے ایسا کہا ہوتا تو یہ بات لوگوں میں مشہور ہو جاتی۔ چونکہ ایسا کچھ نہیں ہوا، اس لیے ہم جانتے ہیں کہ معاملہ ویسا نہیں تھا جیسا تم دعویٰ کرتے ہو۔

الرازی کا تبصرہ:

ایک امکان یہ ہے کہ جس شخص پر یسوع کی شکل ڈالی گئی، وہ ان پر ایمان رکھتا تھا اور ان کی جگہ قربانی دینے کے لیے رضامند تھا۔ اس صورت میں ممکن ہے کہ اس نے حقیقت ظاہر نہ کی ہو۔

مختصراً، ان کے بیان کردہ سوالات مختلف پہلوؤں سے کئی احتمالات رکھتے ہیں۔ چونکہ قرآن کا ناقابلِ تردید متن ان تمام باتوں میں محمد کی صداقت کی گواہی دیتا ہے جو انہوں نے بیان کیں، اس لیے یہ ممکن نہیں کہ یہ احتمالی سوالات قرآن کے ناقابلِ خطا متن کے خلاف ہوں۔ اور ہدایت کا مالک خدا ہی ہے۔

یہ مشکلات حقیقی ہیں۔ لیکن یہ عظیم اسلامی عالم ان کو حل کرنے کی کوشش میں خود کو الجھا لیتا ہے۔ اس واضح حل کو قبول کرنے سے قاصر رہتے ہوئے — کہ شبیہ کا پورا نظریہ ہی ناقابلِ قبول ہے — وہ آخرکار قرآن کی اتھارٹی کے دعوے کی طرف رجوع کرتا ہے۔

ان کے مطابق یہ بات درست ہونی چاہیے، کیونکہ محمد نے ایسا کہا ہے۔

V. مسٹر قیروانی کا الرازی کے جواب پر ردِعمل

قیروانی اپنی کتاب *Was Christ Really Crucified?* میں الرازی کے چھ تبصروں کے جواب میں چھ نکات پیش کرتے ہیں:[5]

1. یسوع کو کسی "ہم شکل" کی ضرورت نہیں تھی۔

الرازی کے پہلے جواب کے بارے میں ہم اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ خدا یقیناً جتنے چاہے ایسے افراد پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے جو ایک دوسرے سے مشابہ ہوں۔ لیکن مسیح کے معاملے میں ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

مسیح نے مصلوبیت سے بچنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ بنیادی طور پر انسانوں کی نجات کے لیے آئے تھے۔ یہ ایک ایسا کام تھا جسے انہوں نے اپنی مرضی سے پورا کرنے کا انتخاب کیا۔ اگر مسیح نے واقعی بزدلی یا بے رغبتی کی وجہ سے مصلوبیت سے بچنے کی کوشش کی ہوتی، تو وہ اس ذمہ داری سے فرار اختیار کر رہے ہوتے جسے پورا کرنے کا عہد انہوں نے خود کیا تھا۔

یہ اس مسیح کی صفت نہیں ہے جو خدا کا کلام ہے۔ اس معاملے میں خدا کو کسی ایسے شخص کا معجزہ کرنے کی بالکل ضرورت نہیں تھی جو یسوع کی شکل میں دکھائی دیتا ہو۔

2. یسوع قادرِ مطلق تھے، لیکن انہوں نے اپنا دفاع نہ کرنے کا انتخاب کیا۔

مسیح کو اپنے دشمنوں کے ہاتھوں سے بچنے کے لیے کبھی فرشتہ جبریل کی ضرورت نہیں تھی۔ یسوع بے بس نہیں تھے۔ اپنی موت سے پہلے انہوں نے جو معجزات کیے، وہ اس مبینہ بچاؤ کے عمل سے کہیں زیادہ حیرت انگیز تھے۔

انجیل میں درج حقائق ان کی لامحدود قدرت کی مثالیں ہیں۔ جب ان کے دشمن انہیں گرفتار کرنے آئے، تو انہوں نے اپنے منہ کے طاقتور کلام سے انہیں زمین پر گرا دیا (یوحنا 18:6)۔ وہ بخوبی وہاں سے محفوظ نکل سکتے تھے۔

یہ پہلی مرتبہ نہیں تھا کہ یہودیوں نے ان کے خلاف سازش کی تھی، لیکن ہر بار وہ ان کے درمیان سے نکل گئے۔ اس وقت ان میں سے کسی نے بھی انہیں نقصان پہنچانے کی جرات نہیں کی۔

لیکن جب ان کا مقررہ وقت آیا تو یسوع نے اپنی مرضی سے اپنے آپ کو دشمنوں کے حوالے کر دیا، تاکہ وہ مقصد پورا ہو جس کے لیے وہ آئے تھے۔ الرازی اور ان جیسے تمام لوگوں کو مسیح کے تجسم کے مقصد کا مطالعہ کرنا چاہیے تھا۔ اس سے انہیں یہ سمجھنے میں مدد ملتی کہ صلیب پر موت کے ذریعے گناہوں کی معافی، مسیح کے تجسم اور کنواری سے پیدائش کا بنیادی مقصد تھا۔

3. شبیہ کے لیے کوئی مقصد یا ضرورت نہیں تھی۔

کیا خدا کو واقعی کسی شخص پر یسوع کی شکل ڈالنے کی ضرورت تھی؟

،بعض لوگوں نے دعویٰ کیا کہ اس مشابہت کی کہانی کا مقصد یہوداہ اسکریوتی کو سزا دینا تھا جس نے اپنے آقا سے غداری کی تھی۔ لیکن انجیل کا بیان ہمیں یہوداہ کی خودکشی کے بارے میں تمام حقائق فراہم کرتا ہے۔

مزید یہ کہ، یسوع کی شکل کسی دوسرے شخص پر نہ ڈالنے کو جبر یا زبردستی کیوں سمجھا جائے؟ یہودیوں کی آنکھوں کے سامنے یسوع کو آسمان پر اٹھا لینا، ان کی شخصیت کے بارے میں ہر شک کو دور کر دیتا۔ مذہبی اور سیاسی، دونوں طرح کی یہودی قیادت کو پھر احساس ہوتا کہ انہوں نے "خدا کے کلام" کے خلاف کتنی سنگین غلطی کی ہے۔

4. مسیح کی مصلوبیت کے لیے قابلِ اعتماد تاریخی شواہد موجود ہیں۔

یہ درست ہے کہ یسوع کے شاگرد اور ان کے بعض پیروکار اس خوفناک رات وہاں موجود تھے اور انہوں نے اپنے آقا کے ساتھ پیش آنے والے واقعات کو دیکھا۔

چنانچہ روح القدس کی رہنمائی میں انہوں نے انجیل کے بیانات میں مصلوبیت کی تفصیلات درست طور پر قلم بند کیں۔ انجیل کا بیان، جس کی تائید ٹھوس حوالوں اور دستاویزات سے

ہوتی ہے، قرآنی متن، اسلامی حدیث کی مختلف روایات اور مسلم مفسرین کے متعدد تصورات سے اختلاف رکھتا ہے۔

انجیل نے ہمارے لیے اس اہم واقعے کی چھوٹی سے چھوٹی تفصیلات بھی محفوظ رکھی ہیں۔

5. چشم دید گواہوں پر اعتماد کیا جا سکتا ہے۔

الرازی اپنے چوتھے جواب میں خود سے تضاد کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں: "یسوع کے شاگرد وہاں موجود تھے۔ وہ اس واقعے کے حالات سے واقف تھے، اس لیے وہ اس ابہام کو دور کر سکتے تھے۔"

لیکن اب وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ شاگرد کم تھے اور "ممکن ہے کہ کم تعداد کے لوگ دھوکے یا غلط فہمی کا شکار ہو جائیں۔ آخرکار، جب زبانی روایت چند افراد تک محدود ہو تو وہ علم کے لیے بے فائدہ ہو جاتی ہے۔"

یہ کیسا تضاد ہے! جب الرازی کو محسوس ہوا کہ شاگردوں کا حوالہ ان کے مقصد کے لیے مفید ہو سکتا ہے، تو انہوں نے انہیں چشم دید گواہ قرار دیا جو ابہام کو دور کر سکتے تھے۔ لیکن پھر اچانک وہی چشم دید گواہ دھوکے یا غلط فہمی کے اثر کے تابع قرار دے دیے گئے۔

درحقیقت، مصلوبیت کے واقعے کو دیکھنے والے، اور قیامت کے بعد مسیح کو ظاہر ہوتے دیکھنے والے، اور پھر انہیں آسمان پر جاتے ہوئے دیکھنے کے لیے جمع ہونے والے افراد کی تعداد 500 سے زیادہ تھی۔ لہٰذا شاگردوں کا مصلوبیت کا بیان بلاشبہ مستند ہے۔

6. غلط شخص اپنی سزا کی مزاحمت کرتا۔

متضاد اسلامی روایات کے مطابق، ایک یا دو استثنائی صورتوں کے علاوہ، جس شخص کو یسوع کی شکل دی گئی تھی وہ مسیح پر ایمان رکھنے والا نہیں تھا۔ اکثر مسلم مفسرین کا رجحان اس بات کی طرف ہے کہ وہ یسوع کے دشمنوں میں سے ایک تھا۔

اس لیے یہ بات غیر ممکن معلوم ہوتی ہے کہ وہ خاموش رہتا اور پوری قوت سے یہ اعلان نہ کرتا کہ وہ مسیح نہیں ہے، یا یہ کہ "وہ اس معاملے کی حقیقت ظاہر نہ کرتا۔"

جس شخص پر جھوٹا الزام لگایا گیا ہو اور جس کی جان خطرے میں ہو، وہ اپنے آپ کو بچانے کے لیے ہر ممکن کوشش کرے گا، جب تک کہ وہ کسی عظیم مقصد کے لیے جان قربان نہ کر رہا ہو۔

قیروانی آخر میں دلیل دیتے ہیں کہ اگر الرازی مصلوبیت کے اسلامی بیان کی حمایت میں محمد کی سچائی کو بنیاد بناتے ہیں، تو مسیحیوں کو بھی انجیل کے مصنفین کی سچائی کو بنیاد بنانا چاہیے۔

ان کے الفاظ میں: **"قرآن کی ایک آیت، جو چھ صدیوں بعد بیان ہوئی، ان مستند تاریخی دستاویزات کو ناقابلِ اعتبار قرار نہیں دے سکتی جو ہمارے پاس موجود ہیں۔"**

VI. قرآنی آیات جو مصلوبیت کی تصدیق کر سکتی ہیں

اس ایک قرآنی عبارت کے برخلاف جو مصلوبیت کے بارے میں شک پیدا کرتی ہے، کئی آیات ایسی ہیں جن کی تشریح انجیل کے بیان کی تصدیق کے طور پر کی جا سکتی ہے:

سورۃ البقرہ 2:87

"بے شک ہم نے موسیٰ کو کتاب دی، اور ان کے بعد یکے بعد دیگرے رسول بھیجے۔ اور ہم نے عیسیٰ ابنِ مریم کو واضح نشانیاں عطا کیں اور روح القدس کے ذریعے ان کی تائید کی۔ کیا جب بھی تمہارے پاس کوئی رسول ایسی بات لے کر آیا جو تمہاری خواہش کے مطابق نہ تھی، تم نے تکبر کیا؟ پھر تم نے بعض کو جھٹلایا اور بعض کو قتل کیا۔"

اس آیت میں موسیٰ اور یسوع کا ذکر ہے، اور رسولوں کو جھٹلانے اور قتل کرنے کا بھی ذکر ہے۔ چونکہ قرآن یہ وضاحت نہیں کرتا کہ یسوع کو کس طرح قتل کیا گیا، اس لیے اس موضوع پر معلومات کا واحد، فطری اور بنیادی ماخذ انجیل بن جاتی ہے۔ یسوع وہ رسول تھے جنہیں جھٹلایا گیا اور قتل کیا گیا۔

سورۃ آلِ عمران 3:55

اللہ نے فرمایا: "اے عیسیٰ! میں تمہیں *متوفی* کرنے والا ہوں [یعنی تمہیں موت دینے والا ہوں] اور تمہیں اپنی طرف اٹھانے والا ہوں، اور تمہیں ان لوگوں سے پاک کرنے والا ہوں جنہوں نے کفر کیا، اور تمہارے پیروکاروں کو قیامت کے دن تک منکروں پر غالب رکھنے والا ہوں۔ پھر تم سب کو میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے، اور میں تمہارے درمیان ان باتوں کا فیصلہ کروں گا جن میں تم اختلاف کرتے تھے۔"

اس آیت، خصوصاً لفظ **متوفیک**، جس کا عام ترجمہ "تمہیں جمع کرنے والا" کیا جاتا ہے، کی تشریح کرتے ہوئے الرازی نے مختلف مسلم علماء کی آراء جمع کیں، لیکن اپنی ذاتی رائے بیان نہیں کی۔ مختلف تشریحات درج ذیل ہیں:

- **تمہاری مدت پوری کرنا:**
  متوفیک کا مطلب ہے: "میں زمین پر تمہاری مدت پوری کر دوں گا، تاکہ تمہیں تمہارے دشمنوں، یعنی یہودیوں کے حوالے نہ کر دوں کہ وہ تمہیں قتل کریں۔"
- **تمہیں موت دینا:**
  یہ ابن عباس، جو محمد کے چچا زاد بھائی اور "قرآن کے مفسر" کے طور پر مشہور ہیں، کی تشریح ہے۔ یہی تشریح محمد کے سیرت نگار ابن اسحاق کی بھی ہے۔ ان کے مطابق اس کا مقصد یسوع کو ان کے یہودی دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہونے سے بچانا تھا۔ اس کے بعد خدا نے یسوع کو آسمان پر اٹھا کر عزت بخشی۔
- **تمہاری نفسانی خواہشات کو مار دینا:**
  ابو بکر الواسطی کہتے ہیں: "میں تمہاری نفسانی خواہشات اور تمہاری روح کی

خواہشوں کو موت دیتا ہوں، پھر تمہیں اپنی طرف اٹھاتا ہوں۔ جب تک انسان خدا کے سوا ہر چیز کے لیے نہ مر جائے، وہ خدا کی معرفت کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ "جب یسوع کو آسمان پر اٹھایا گیا تو وہ فرشتوں کی مانند، خواہشات سے آزاد ہو گئے۔

یہ صوفیانہ تشریح اسلامی عقیدے میں انبیاء کی معصومیت کے اصول سے متصادم ہے۔ یہ قرآن کے اس بیان سے بھی اختلاف رکھتی ہے کہ یسوع "بے عیب" ہیں (سورۃ مریم 19:19)۔

- **تمہیں اوپر اٹھانا:**
  یعنی مریم کے بیٹے یسوع کو جسم اور روح دونوں کے ساتھ آسمان پر اٹھایا گیا، نہ کہ صرف روح کے ساتھ، جیسا کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں۔ اس تشریح کی حمایت اس بیان سے کی جاتی ہے: "وہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں گے۔"
- **تمہیں ایسے کرنا جیسے تم مر گئے ہو:**
  یسوع کو آسمان پر اٹھانے سے زمین پر ان کی موجودگی ختم ہو گئی، گویا وہ مر گئے ہوں۔
- **پکڑنا یا اپنے قبضے میں لینا:**
  یسوع کو زمین سے لے کر آسمان پر اٹھانا ایک ادائیگی اور انعام کے طور پر سمجھا گیا ہے۔
- **عمل کا بدلہ دینا:**
  خدا نے یسوع کو ان کی فرمانبرداری اور نیک اعمال قبول ہونے کی خوشخبری دی۔ اس نے یسوع کو ان تکالیف سے بھی آگاہ کیا جو انہیں اپنے دشمنوں کی طرف سے برداشت کرنی پڑتیں۔

یہ متضاد تشریحات قاری کے ذہن میں الجھن پیدا کرتی ہیں۔ ان مسلم علماء نے ایک عام لفظ کی تشریح میں اتنا اختلاف کیوں کیا؟ اور جب انہیں کوئی مشکل پیش آتی ہے تو وہ اتنی جلدی یہ فقرہ کیوں استعمال کرتے ہیں کہ "اللہ بہتر جانتا ہے"؟

قرآن میں لفظ **متوفیک** کے مفہوم کا مطالعہ کرنا نسبتاً آسان ہے۔ یہ لفظ اور اس سے مشتق الفاظ قرآن میں پچیس مرتبہ استعمال ہوئے ہیں۔ زیادہ تر مواقع پر یہ موت کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ صرف دو مرتبہ یہ نیند کے لیے استعمال ہوا ہے:

سورۃ الانعام 6:60

"وہی ہے جو رات کو تمہیں واپس لیتا ہے، اور جانتا ہے جو تم دن کے وقت کرتے ہو۔"

سورۃ الزمر 39:42

"اللہ جانوں کو ان کی موت کے وقت قبض کر لیتا ہے، اور ان جانوں کو بھی جو ابھی نہیں مریں، ان کی نیند کے دوران۔"

سورۃ آلِ عمران 3:55 کے سیاق و سباق کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ **متوفیک** کا کوئی مجازی مفہوم نہیں۔ اس کا مطلب موت ہے، خواہ قدرتی موت، قتل یا مصلوبیت کے ذریعے ہو۔

حدیث بھی **متوفیک** کے معنی "تمہیں موت دینے والا" کے طور پر بیان کرتی ہے۔ البخاری نے ابن عباس کے حوالے سے روایت کی ہے کہ محمد نے فرمایا:

"تم قیامت کے دن ننگے پاؤں، برہنہ اور غیر مختون حالت میں جمع کیے جاؤ گے۔"

پھر انہوں نے سورۃ الانبیاء 21:104 کے الفاظ پڑھے:

"جس طرح ہم نے پہلی بار مخلوق کو پیدا کیا، اسی طرح ہم اسے دوبارہ پیدا کریں گے۔ یہ وعدہ ہے جو ہم نے اپنے ذمہ لیا ہے، اور یقیناً ہم اسے پورا کریں گے۔"

محمد نے مزید فرمایا:

"قیامت کے دن سب سے پہلے ابراہیم کو لباس پہنایا جائے گا۔ میرے بعض ساتھیوں کو دائیں اور بائیں طرف لے جایا جائے گا، اور میں کہوں گا، 'میرے ساتھی!' تو کہا جائے گا، 'جب تم انہیں چھوڑ کر گئے تو انہوں نے...'"

پھر مریم کے بیٹے یسوع نے فرمایا، جیسا کہ سورۃ المائدہ 5:117 میں ہے:

"میں ان پر گواہ تھا جب تک میں ان کے درمیان رہا۔ پھر جب تو نے مجھے **توفیتنی** ['مجھے موت دی'] تو تو ہی ان پر نگہبان رہا، اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اگر تو انہیں سزا دے تو وہ تیرے بندے ہیں، اور اگر تو انہیں معاف کر دے تو یقیناً تو غالب، حکمت والا ہے۔"

اس حدیث کے مطابق، محمد نے قرآن میں یسوع کے بیان کردہ الفاظ نقل کیے۔ محمد وفات پا چکے تھے، اور کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ انہیں آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا۔ لہٰذا، جب انہوں نے مذکورہ قرآنی آیت پڑھی اور **توفیتنی** ("مجھے موت دی") کا لفظ استعمال کیا، تو وہ موت کے معنی کی طرف اشارہ کر رہے تھے، نہ کہ آسمان پر اٹھائے جانے کی طرف۔

"مجھے موت دی" کا بیان یسوع اور محمد، دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ مسیح تیسرے دن مردوں میں سے جی اٹھے اور زندوں اور مردوں کا انصاف کرنے کے لیے دوبارہ آئیں گے — ایک حقیقت جس پر مسیحی اور مسلم عقائد متفق ہیں۔

قرآن کی زیادہ تر آیات اور اسلامی حدیث میں لفظ **وفات** کا عام مفہوم، جب تک سیاق و سباق کسی دوسرے معنی کی طرف اشارہ نہ کرے، "موت" ہے۔

سورۃ آلِ عمران 3:183

وہ [یہودی] کہتے ہیں: "اللہ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم کسی رسول پر ایمان نہ لائیں جب تک وہ ہمارے پاس ایسی قربانی نہ لائے جسے آسمان سے آنے والی آگ کھا لے۔"

کہہ دیجیے: "مجھ سے پہلے تمہارے پاس رسول واضح نشانیوں کے ساتھ آئے اور اس چیز کے ساتھ بھی جس کا تم ذکر کرتے ہو۔ پھر تم نے انہیں کیوں قتل کیا، اگر تم سچے ہو؟"

قرآنی واقعات کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کی طرف سے آسمان سے کھانے کی نعمت یا دسترخوان لانے والا واحد رسول یسوع تھا۔ سورۃ المائدہ 5:114 میں ہے:

عیسیٰ ابنِ مریم نے کہا، 'اے اللہ، ہمارے رب! ہمارے لیے آسمان سے کھانے کا دسترخوان نازل فرما، تاکہ وہ ہمارے اگلے اور پچھلے سب لوگوں کے لیے عید اور تیری طرف سے ایک نشانی ہو۔ ہمیں رزق عطا فرما، کیونکہ تو سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔'"

پس یسوع ہی وہ ہیں جنہوں نے آسمان سے آنے والی نعمت پیش کی، اور وہی ہیں جنہیں یہودیوں نے قتل کیا۔

سورۃ المائدہ 5:116، 117

جب اللہ نے فرمایا: "اے عیسیٰ ابنِ مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ اللہ کے سوا مجھے اور میری ماں کو دو معبود بنا لو؟" تو عیسیٰ نے کہا: "تو پاک ہے۔ مجھے یہ حق نہیں تھا کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے حق نہ تھا۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو یقیناً تو اسے جانتا۔ تو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے، اور میں نہیں جانتا جو تیرے علم میں ہے۔ میں نے ان سے صرف وہی کہا جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ 'اللہ کی عبادت کرو، جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب۔' جب تک میں ان کے درمیان رہا، میں ان پر گواہ تھا۔ پھر جب تو نے مجھے **تَوَفَّيْتَنِي** [مجھ کو موت دی]، تو ہی ان پر نگہبان رہا، اور تو ہر چیز پر گواہ ہے۔"

آیت 5:117 کے مطابق، یسوع کے پیروکاروں کی نگرانی کی ذمہ داری خدا کی ہو گئی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اپنی موت کے بعد یسوع کا اپنے پیروکاروں پر کوئی اختیار یا نگرانی باقی نہ رہی۔

لیکن اگر ہم اسلامی نقطۂ نظر کو قبول کریں کہ یسوع نہیں مرے بلکہ جسم اور روح کے ساتھ آسمان پر اٹھا لیے گئے، تو پھر وہ اب بھی اپنے پیروکاروں کی نگرانی کرنے اور ان کے حق یا خلاف گواہی دینے کے قابل ہوتے۔

جب یسوع نے کہا: "جب تک میں ان کے درمیان رہا، میں ان پر گواہ تھا"، تو انہوں نے بالواسطہ طور پر اپنی موت کی طرف اشارہ کیا۔ ان کا مطلب یہ تھا: "اب جبکہ تو نے مجھے موت دی ہے، میں ان کی نگرانی کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ اب سب کچھ تیرے ہاتھ میں ہے، کیونکہ تو زندہ اور ابدی خدا ہے۔"

سورۃ مریم 19:33

اور مجھ پر سلام ہو جس دن میں پیدا ہوا، اور جس دن میں مروں گا، اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔"

یہ یسوع کے اپنے الفاظ میں ایک واضح قرآنی اقرار اور پیشین گوئی ہے کہ وہ جسمانی صورت میں دنیا میں آئے، وفات پائی، اور پھر مردوں میں سے زندہ کیے گئے۔ یہ ایک معجزے پر مبنی ہے اور انجیل کے متن سے مطابقت رکھتا ہے۔

قرآن یہی طرزِ بیان یوحنا بپتسمہ دینے والے کے لیے بھی سورۃ مریم 19:15 میں استعمال کرتا ہے:

"اور اس پر سلام ہو جس دن وہ پیدا ہوا، اور جس دن وہ وفات پائے گا، اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جائے گا۔"

بہت سے مسلم علماء نے مسیح کی موت کے واقعے کا تفصیلی مطالعہ نہیں کیا اور یہ فرض کرتے ہیں کہ فقرہ "جس دن میں مروں گا" سے مراد یسوع کی دوسری آمد اور دجال کے خاتمے کے بعد ہونے والی ان کی موت ہے۔

الطبری، ابنِ کثیر، الزمخشری اور البیضاوی جیسے مفسرین ان آیات کو مزید واضح کرنے کے لیے بہتر معلومات فراہم کر سکتے تھے۔

باب 12
مصلوبیت کے ثبوت

I. مصلوبیت کے بائبلی ثبوت

الہامی صحائف کی چھیاسٹھ کتابیں بیان کرتی ہیں کہ یسوع مسیح کو مصلوب کیا گیا۔ ان میں سے انتالیس کتابیں مصلوبیت سے پہلے کی ہیں اور ان واقعات کی تفصیلات کی پیشین گوئی کرتی ہیں جو بعد میں صلیب پر واقع ہوئیں۔ ستائیس کتابیں یسوع کی مصلوبیت کے بعد اس واقعے کو قلم بند کرتی ہیں۔ ان میں سے چار یسوع کی زندگی کو بیان کرتی ہیں اور خاص طور پر ان کی زندگی کے آخری ہفتے پر بہت زیادہ توجہ دیتی ہیں — جو اس بات کی واضح علامت ہے کہ مصنفین نے اس دور کو سب سے زیادہ اہم سمجھا۔

1. بائبلی پیشین گوئیاں مصلوبیت کی گواہی دیتی ہیں۔

زبور 22 (جو مسیح سے ایک ہزار سال پہلے لکھا گیا) اور یسعیاہ 53 (جو مسیح سے سات سو سال پہلے لکھا گیا) شاید عہدِ قدیم کی وہ سب سے نمایاں پیشین گوئیاں ہیں جو یسوع کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ لیکن اس کے علاوہ بھی بہت سی عبارتیں مسیح کی کفارہ بخش موت کی پیشین گوئی کرتی ہیں، اور یہ سب لفظی طور پر پوری ہوئیں۔

(الف) یسوع کو تیس چاندی کے سکوں کے عوض ان کے دشمنوں کے حوالے کرنا

زکریاہ 11:12

اور مَیں نے اُن سے کہا، اگر تمہاری نظر میں یہ اچھا ہے تو میری مزدوری دو، ورنہ مت دو۔" "سو اُنہوں نے میری مزدوری کے لئے چاندی کے تیس سکے تول دِئے۔

تکمیل:

متی 26:14

اُس وقت اُن بارہ میں سے ایک جو یہوداہ اسکریوتی کہلاتا تھا سردار کاہنوں کے پاس گیا۔ اور" کہا کہ اگر مَیں اُسے تمہارے حوالہ کردوں تو مجھے کیا دو گے؟ اُنہوں نے اُسے تیس روپے تول "دِئے۔

(ب) کمہار کا کھیت خریدنا

زکریاہ 11:13

تب خُداوند نے مجھے فرمایا کہ اِسے کمہار کے سامنے پھینک دے یعنی اُس بڑی قیمت کو جو" اُنہوں نے میری ٹھہرائی تھی۔ تب مَیں نے وہ چاندی کے تیس سکے لے کر خُداوند کے گھر میں "کمہار کے سامنے پھینک دِئے۔

:تکمیل

متی 27:3-8

جب اُس کے پکڑوانے والے یہوداہ نے یہ دیکھا کہ وہ مجرم ٹھہرایا گیا تو پچھتایا اور وہ تیس" روپے سردار کاہنوں اور بزرگوں کے پاس واپس لا کر کہا کہ مَیں نے بے گناہ کو پکڑوا کر گناہ کیا۔ اُنہوں نے کہا ہمیں کیا؟ تو جان۔ وہ روپے مقدِس میں پھینک کر چلا گیا اور جا کر اپنے آپ کو پھانسی دی۔ سردار کاہنوں نے روپے لے کر کہا کہ اِن کو ہیکل کے خزانہ میں ڈالنا روا نہیں کیونکہ یہ خون کی قیمت ہیں۔ پس اُنہوں نے مشورہ کر کے اُن سے کمہار کا کھیت پردیسیوں کے "دفن کرنے کے لئے خریدا۔ اِسی سبب سے وہ کھیت آج تک خون کا کھیت کہلاتا ہے۔

(ج) یسوع کا مذاق اڑانا، پھر انہیں مصلوب کرنا

زبور 22:16-18

کیونکہ کُتّوں نے مجھے گھیر لیا ہے۔ بدکاروں کی گروہ نے مجھے گھیرا ہے۔ وہ میرے ہاتھ اور" میرے پاؤں چھیدتے ہیں۔ مَیں اپنی سب ہڈیاں گن سکتا ہوں۔ وہ مجھے تاکتے اور گھورتے ہیں۔ "وہ میرے کپڑے آپس میں بانٹتے ہیں اور میری پوشاک پر قرعہ ڈالتے ہیں۔

:تکمیل

متی 27:39-42

اور راہ چلنے والے سر ہلا ہلا کر اُس پر لعن طعن کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ اَے مقدِس کے ڈھانے" والے اور تین دن میں بنانے والے اپنے آپ کو بچا۔ اگر تُو خُدا کا بیٹا ہے تو صلیب پر سے اُتر آ۔ اِسی طرح سردار کاہن بھی فقیہوں اور بزرگوں کے ساتھ مل کر ٹھٹھا کر کے کہتے تھے کہ اِس نے اَوروں کو بچایا۔ اپنے آپ کو نہیں بچا سکتا۔ یہ اسرائیل کا بادشاہ ہے۔ اب صلیب پر سے اُتر آئے "تو ہم اِس پر ایمان لائیں گے۔

(د) باپ کے انہیں چھوڑ دینے پر ان کی فریاد

زبور 22:1

اَے میرے خُدا! اَے میرے خُدا! تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ تُو میری مدد کرنے اور میری" "فریاد کے کلام سے دُور کیوں ہے؟

:تکمیل

متی 27:46

اور پہر دن ڈھلے یسوع نے بڑی آواز سے پکار کر کہا ایلی ایلی لما شبقتنی؟ یعنی اَے میرے" "خُدا! اَے میرے خُدا! تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟

(ہ) پینے کے لیے سرکہ دینا

زبور 69:21

"اور اُنہوں نے میرے کھانے کے لئے اِندراین دیا اور میری پیاس کے وقت مجھے سرکہ پینے کو دیا۔"

تکمیل:

یوحنا 19:28

اِس کے بعد یسوع نے یہ جان کر کہ اب سب باتیں تمام ہوئیں تاکہ نوشتہ پورا ہو کہا کہ مَیں" "پیاسا ہوں۔ ... پس اُنہوں نے سرکہ سے بھرا ہوا اسفنج زوفا پر رکھ کر اُس کے منہ سے لگایا۔

(و) سپاہیوں کا قرعہ ڈال کر ان کے کپڑے بانٹنا

زبور 22:18

"وہ میرے کپڑے آپس میں بانٹتے ہیں اور میری پوشاک پر قرعہ ڈالتے ہیں۔"

تکمیل:

یوحنا 19:23

جب سپاہی یسوع کو مصلوب کر چکے تو اُس کے کپڑے لے کر چار حصے کئے۔ ہر سپاہی کے" "لئے ایک حصہ اور کُرتا بھی لیا۔

(ز) ان کی ہڈیوں کا نہ توڑا جانا

زبور 34:20

"وہ اُس کی سب ہڈیوں کو محفوظ رکھتا ہے۔ اُن میں سے ایک بھی نہیں ٹوٹتی۔"

تکمیل:

یوحنا 19:32

پس سپاہیوں نے آکر پہلے کی اور اُس دوسرے کی جسے اُس کے ساتھ مصلوب کیا گیا تھا" ٹانگیں توڑیں۔ لیکن جب یسوع کے پاس آئے اور دیکھا کہ وہ مر چکا ہے تو اُس کی ٹانگیں نہ "توڑیں۔

(ح) ان کے پہلو میں نیزہ مارا جانا

زکریاہ 12:10

اور وہ اُس پر جسے اُنہوں نے چھیدا ہے نظر کریں گے اور اُس کے لئے ایسا ماتم کریں گے جیسا" "اکلوتے بیٹے کے لئے ماتم ہوتا ہے۔

تکمیل:

یوحنا 19:34

مگر سپاہیوں میں سے ایک نے اُس کے پہلو میں نیزہ مارا اور فی الفور اُس سے خون اور پانی بہ" "نکلا۔

(ط) بدکاروں کے ساتھ مرنا، لیکن عزت کے ساتھ دفن ہونا

یسعیاہ 53:9

اور اگرچہ اُس نے کسی پر ظلم نہیں کیا اور اُس کے منہ میں ہرگز چھل نہ تھا تو بھی اُس کی" "قبر شریروں کے ساتھ ٹھہرائی گئی اور وہ اپنی موت میں دولت مند کے ساتھ ہوا۔

تکمیل:

متی 27:57-60

جب شام ہوئی تو یوسف نام ارمتیہ کا ایک دولت مند آدمی آیا جو خود بھی یسوع کا شاگرد" تھا۔ اُس نے پیلاطس کے پاس جا کر یسوع کی لاش مانگی۔ اِس پر پیلاطس نے دے دینے کا حکم دیا۔ یوسف نے لاش لے کر اُسے صاف چادر میں لپیٹا۔ اور اپنی نئی قبر میں جو اُس نے چٹان "میں کھدوائی تھی رکھ دیا اور قبر کے منہ پر بڑا پتھر لڑھکا کر چلا گیا۔

2. یسوع نے خود مصلوبیت کی گواہی دی۔

یسوع جانتے تھے کہ صلیب ان کے سامنے ہے، اور انہوں نے اپنے پیروکاروں کو بہت پہلے سے اس کے لیے تیار کیا۔ یسوع کے چند بیانات یہ ہیں:

متی 16:21

اُس وقت سے یسوع اپنے شاگردوں پر ظاہر کرنے لگا کہ ضرور ہے کہ وہ یروشلیم کو جائے اور" بزرگوں اور سردار کاہنوں اور فقیہوں کی طرف سے بہت دُکھ اُٹھائے اور قتل کیا جائے اور تیسرے "دن جی اُٹھے۔

متی 17:22-23

جب وہ گلیل میں جمع تھے تو یسوع نے اُن سے کہا کہ ابنِ آدم آدمیوں کے حوالہ کیا جانے کو" "ہے۔ اور وہ اُسے قتل کریں گے اور وہ تیسرے دن زندہ کیا جائے گا۔ اِس پر وہ بہت غمگین ہوئے۔

متی 26:1-2

جب یسوع یہ سب باتیں ختم کر چکا تو اپنے شاگردوں سے کہا۔ تم جانتے ہو کہ دو دن کے بعد" "عیدِ فسح ہو گی اور ابنِ آدم مصلوب ہونے کے لئے پکڑوایا جائے گا۔

مرقس 8:31

اور وہ اُن کو سکھانے لگا کہ ضرور ہے کہ ابنِ آدم بہت دُکھ اُٹھائے اور بزرگ اور سردار کاہن اور" "فقیہ اُسے ردّ کریں اور وہ قتل کیا جائے اور تین دن کے بعد جی اُٹھے۔

مرقس 9:31

کیونکہ وہ اپنے شاگردوں کو تعلیم دیتا اور اُن سے کہتا تھا کہ ابنِ آدم آدمیوں کے حوالہ کیا" "جاتا ہے اور وہ اُسے قتل کریں گے اور وہ قتل ہونے کے تین دن بعد جی اُٹھے گا۔

مرقس 10:32-34

وہ یروشلیم کو جاتے ہوئے راہ میں تھے اور یسوع اُن کے آگے آگے جا رہا تھا اور وہ حیران ہوتے اور" پیچھے پیچھے چلنے والے ڈرتے تھے۔ پھر وہ اُن بارہ کو ساتھ لے کر اُن کو وہ باتیں جو اُس پر آنے والی تھیں بتانے لگا۔ کہ دیکھو ہم یروشلیم کو جاتے ہیں اور ابنِ آدم سردار کاہنوں اور فقیہوں کے حوالہ کیا جائے گا اور وہ اُس پر قتل کا فتویٰ دیں گے اور اُسے غیر قوموں کے حوالہ کریں گے۔ اور وہ اُس کے ساتھ ٹھٹھا کریں گے اور اُس پر تھوکیں گے اور اُسے کوڑے ماریں گے اور قتل کریں گے" "اور تین دن کے بعد وہ جی اُٹھے گا۔

لوقا 9:22

ضرور ہے کہ ابنِ آدم بہت دُکھ اُٹھائے اور بزرگ اور سردار کاہن اور فقیہ اُسے ردّ کریں اور وہ" "قتل کیا جائے اور تیسرے دن جی اُٹھے۔

یوحنا 3:13-14

اور آسمان پر کوئی نہیں چڑھا مگر وہی جو آسمان سے اُترا یعنی ابنِ آدم جو آسمان میں ہے۔" اور جس طرح موسیٰ نے بیابان میں سانپ کو اونچے پر چڑھایا اُسی طرح ضرور ہے کہ ابنِ آدم بھی اونچے پر چڑھایا جائے۔ تاکہ جو کوئی اُس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی" "پائے۔

یوحنا 12:24، 32

مَیں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک گیہوں کا دانہ زمین میں گر کر مر نہیں جاتا اکیلا رہتا" "ہے لیکن جب مر جاتا ہے تو بہت سا پھل لاتا ہے۔

"اور مَیں جب زمین سے اونچے پر چڑھایا جاؤں گا تو سب آدمیوں کو اپنے پاس کھینچوں گا۔"

مسلمان کہتے ہیں کہ یسوع "سچی بات" ہیں (سورۃ مریم 19:34)۔ چونکہ وہ یسوع کو سچ بولنے والا مانتے اور ان کا احترام کرتے ہیں، اس لیے جب وہ کہتے ہیں کہ یسوع کو مصلوب نہیں کیا گیا، تو وہ اپنے ہی عقیدے سے تضاد کرتے ہیں۔

3. یسوع کے زمانے کے یہودیوں نے مصلوبیت کی گواہی دی۔

یسوع کے ابتدائی شاگردوں نے ان یہودیوں کے درمیان منادی کی جنہوں نے یسوع کی مصلوبیت دیکھی تھی اور ان کے جی اٹھنے کی خبر سے واقف تھے۔ قابلِ غور بات یہ ہے کہ ایک بھی یہودی نے ان پر جھوٹ بولنے کا الزام نہیں لگایا۔

مسیح کے آسمان پر اٹھائے جانے کے دس دن بعد، اور جلجتا سے چند میٹر کے فاصلے پر، رسول پطرس، جو ایک اہم چشم دید گواہ تھے، نے اپنے یہودی سامعین سے کہا:

"اُسی کو جو خُدا کے مقررہ انتظام اور علمِ سابق کے موافق پکڑوایا گیا تم نے بے شرع لوگوں کے ہاتھ سے مصلوب کروا کر مار ڈالا۔" (اعمال 2:23)

ایک اور موقع پر انہوں نے اعلان کیا:

"تم نے اُس قدوس اور راستباز کا انکار کیا... اور زندگی کے مالک کو قتل کیا جسے خُدا نے مُردوں میں سے زندہ کیا۔ اِس کے ہم گواہ ہیں۔" (اعمال 3:14-15)

اگر یہ الزامات بے بنیاد ہوتے تو یہودی ضرور ان کا انکار کرتے، اور شاگرد بھی مشکل سے اپنی جانیں ان دعوؤں کی سچائی کے لیے قربان کرتے۔

لیکن ایسا نہیں ہوا۔ یہودی رہنماؤں نے ان الزامات کا جواب دینے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ انہوں نے صرف شاگردوں کو خاموش رہنے کا حکم دیا (اعمال 4:18؛ 5:28، 40)، اور جب شاگردوں نے ان کی بات پر توجہ نہ دی تو انہوں نے ظلم و ستم کی ایک بے نتیجہ مہم شروع کر دی (دیکھیں اعمال 7:59؛ 8:4)۔

4. فطرت نے مصلوبیت کی گواہی دی۔

جب یسوع کی وفات ہوئی تو تین گھنٹے تک سورج تاریک رہا۔ ہیکل کا پردہ اوپر سے نیچے تک پھٹ گیا۔ زمین لرزی اور قبریں کھل گئیں۔

متی 27:50-54

"یسوع نے پھر بڑی آواز سے چلا کر جان دے دی۔ اور دیکھو ہیکل کا پردہ اوپر سے نیچے تک پھٹ کر دو ٹکڑے ہو گیا اور زمین لرزی اور چٹانیں تڑک گئیں۔ اور قبریں کھل گئیں اور بہت سے مقدسوں کے بدن جو سو رہے تھے جی اُٹھے۔ اور اُس کے جی اُٹھنے کے بعد قبروں سے نکل کر مقدس شہر میں گئے اور بہتوں کو دکھائی دیئے۔ پس صوبہ دار اور جو اُس کے ساتھ یسوع کی نگہبانی کر رہے تھے بھونچال اور سب ماجرا دیکھ کر بہت ڈرے..."

ان واقعات کو دیکھ کر مصلوبیت کی نگرانی کرنے والا ایک رومی صوبہ دار بھی حیران رہ گیا۔ اس نے یسوع کے بارے میں کہا:

"بیشک یہ خُدا کا بیٹا تھا۔"

5. ابتدائی مسیحی تعلیمات مصلوبیت کی گواہی دیتی ہیں۔

ابتدائی مسیحی تعلیمات میں سے ایک، جسے رسول پولس نے قلم بند کیا، کہتی ہے:

1 کرنتھیوں 15:1-4

"اَے بھائیو! مَیں تمہیں وہی خوشخبری جتاتا ہوں جو پہلے دے چکا ہوں جسے تم نے قبول بھی کر لیا تھا اور جس پر قائم بھی ہو۔ اور اُسی کے وسیلہ سے نجات بھی پاتے ہو بشرطیکہ وہ خوشخبری جو مَیں نے تمہیں سنائی تھی یاد رکھتے ہو ورنہ تمہارا ایمان لانا بے فائدہ ہوا۔ چنانچہ مَیں نے سب سے پہلے تم کو وہی بات پہنچا دی جو مجھے پہنچی تھی کہ مسیح کتابِ مقدس کے مطابق ہمارے گناہوں کے لئے مرا۔ اور دفن ہوا اور تیسرے دن کتابِ مقدس کے مطابق جی اُٹھا۔"

6. مقدس رسومات مصلوبیت کی گواہی دیتی ہیں۔

ابتدائی کلیسیا دو مقدس رسومات پر عمل کرتی تھی: بپتسمہ اور عشائے ربانی۔

بپتسمہ "یسوع کے ساتھ دفن ہونے" کی علامت ہے۔ کلامِ مقدس کہتا ہے:

رومیوں 6:3-5

"کیا تم نہیں جانتے کہ ہم جتنوں نے مسیح یسوع میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا تو اُس کی موت میں شامل ہونے کا بپتسمہ لیا؟ پس موت میں شامل ہونے کے بپتسمہ کے وسیلہ سے ہم اُس کے ساتھ دفن ہوئے تاکہ جس طرح مسیح باپ کے جلال کے وسیلہ سے مُردوں میں سے جلایا گیا اُسی طرح ہم بھی نئی زندگی میں چلیں۔ کیونکہ جب اُس کی موت کی مشابہت سے اُس کے ساتھ پیوست ہو گئے تو بیشک اُس کے جی اُٹھنے کی مشابہت سے بھی اُس کے ساتھ پیوست ہوں گے۔"

عشائے ربانی مصلوبیت کی ایک مسلسل یادگار اور جشن ہے، جسے خود یسوع نے شروع کیا:

متی 26:26-28

"جب وہ کھا رہے تھے تو یسوع نے روٹی لی اور برکت دے کر توڑی اور شاگردوں کو دے کر کہا لو کھاؤ۔ یہ میرا بدن ہے۔ پھر پیالہ لے کر شکر کیا اور اُن کو دے کر کہا تم سب اِس میں سے پیو۔ کیونکہ یہ میرا وہ عہد کا خون ہے جو بہتوں کے لئے گناہوں کی معافی کے واسطے بہایا جاتا ہے۔"

7. ملخس کے کان کا شفا پانا مصلوبیت کی گواہی دیتا ہے۔

،یسوع کی گرفتاری کے وقت شمعون پطرس کے پاس تلوار تھی۔ وہ اپنے آقا کا دفاع کرنا چاہتا تھا اس لیے اس نے تلوار کھینچ کر سردار کاہن کے خادم ملخس پر وار کیا اور اس کا دایاں کان کاٹ دیا۔

:یسوع نے پطرس کو حکم دیا

اپنی تلوار میان میں کر۔ کیا مَیں وہ پیالہ نہ پیوں جو باپ نے مجھے دیا ہے؟" (یوحنا 18:10-" 11)

یسوع نے ملخس کے کان کو چھوا اور اسے شفا دی (لوقا 22:51)۔

،یسوع کے سوا کون کٹے ہوئے کان کو شفا دے سکتا تھا؟ اگر گرفتار ہونے والا شخص **شبیہ** تھا یعنی صرف یسوع کی شکل رکھنے والا کوئی دوسرا شخص، تو وہ ایسا معجزہ کبھی نہیں کر سکتا تھا۔

8. صلیب پر یسوع کے سات بیانات مصلوبیت کی گواہی دیتے ہیں۔

اناجیل میں صلیب پر یسوع کے کہے ہوئے سات بیانات درج ہیں۔ اگر صلیب پر یسوع کے بجائے **شبیہ** ہوتا، تو وہ دردناک موت کی حالت میں ایسی باتیں کبھی نہ کہہ سکتا۔ یہ بیانات درج :ذیل ہیں

- **پہلا بیان:** یسوع نے فرمایا، "اَے باپ! اِن کو معاف کر کیونکہ یہ جانتے نہیں کہ کیا کرتے ہیں۔" (لوقا 23:34)
- **دوسرا بیان:** جب توبہ کرنے والے چور نے کہا، "اَے یسوع! جب تُو اپنی بادشاہی میں آئے تو مجھے یاد کرنا۔" تو یسوع نے جواب دیا، "مَیں تجھ سے سچ کہتا ہوں کہ آج ہی تُو میرے ساتھ فردوس میں ہو گا۔" (لوقا 23:42-43)
- **تیسرا بیان:** جب یسوع نے اپنی ماں کو صلیب کے پاس کھڑا دیکھا اور اُس شاگرد کو بھی "جس سے وہ محبت رکھتا تھا، تو اپنی ماں سے کہا، "اَے عورت! دیکھ تیرا بیٹا یہ ہے۔ پھر شاگرد سے کہا، "دیکھ تیری ماں یہ ہے۔" (یوحنا 19:26-27)
- **چوتھا بیان:** نویں گھنٹے کے قریب یسوع نے بڑی آواز سے پکار کر کہا، "ایلی ایلی لما شبقتنی؟" یعنی "اَے میرے خُدا! اَے میرے خُدا! تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟" (متی 27:46)
- **پانچواں بیان:** یسوع نے جان کر کہ اب سب باتیں تمام ہوئیں تاکہ نوشتہ پورا ہو، کہا، "مَیں پیاسا ہوں۔" (یوحنا 19:28)
- **چھٹا بیان:** جب یسوع نے وہ سرکہ لیا تو کہا، "تمام ہوا!" اور سر جھکا کر جان دے دی۔ (یوحنا 19:30)

- **ساتواں بیان:** یسوع نے بڑی آواز سے پکار کر کہا، "اَے باپ! مَیں اپنی روح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہوں۔" اور یہ کہہ کر جان دے دی۔ (لوقا 23:46)

یہ بات قابلِ غور ہے کہ کنواری مریم اور یوحنا شاگرد صلیب کے بالکل پاس کھڑے تھے، اس لیے وہ یسوع کو کسی اور شخص سمجھنے کی غلطی نہیں کر سکتے تھے۔ ماں سب سے پہلے اپنے بیٹے کی آواز پہچانتی ہے، اور قریبی دوست اس کے بعد!

9. خالی قبر اور قیامت مصلوبیت کی گواہی دیتی ہیں۔

مسلمان اور مسیحی دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ کسی شخص کو مصلوب کیا گیا تھا، اگرچہ اس بات پر اختلاف ہے کہ وہ شخص کون تھا۔

تاہم، مسلمانوں کو اس حقیقت کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ تیسرے دن مصلوب شخص کی قبر خالی پائی گئی۔ اس کا جسم غائب ہو چکا تھا۔ مسیحی جانتے ہیں کہ ان کا خداوند زندہ ہو گیا، لیکن مسلمانوں کے لیے، جو یہ مانتے ہیں کہ مسیح کے بجائے ایک عام آدمی کو قبر میں رکھا گیا، اس جسم کے غائب ہونے کی وضاحت کرنا زیادہ مشکل ہے۔

پنتیکست کے دن پطرس نے اپنا پہلا وعظ کیا (دیکھیں اعمال 2:14-36)، جس میں اس نے زمین پر یسوع کی زندگی کے بارے میں بتایا۔ اس نے کہا:

"اَے اسرائیلیو! یہ باتیں سنو کہ یسوع ناصری ایک شخص تھا جس کا خُدا کی طرف سے ہونا تم پر اُن معجزوں اور عجیب کاموں اور نشانوں سے ثابت ہوا جو خُدا نے اُس کی معرفت تم میں دکھائے جیسا کہ تم آپ بھی جانتے ہو۔ جب وہ خُدا کے مقررہ انتظام اور علمِ سابق کے موافق پکڑوایا گیا تو تم نے بے شرع لوگوں کے ہاتھ سے اُسے مصلوب کروا کر مار ڈالا۔"

یسوع کی زندگی اور موت کے بارے میں مختصراً بیان کرنے کے بعد، پطرس نے قیامت کے بارے میں مزید تفصیل سے کہا:

اعمال 2:24-32

"لیکن خُدا نے موت کے بند کھول کر اُسے جلایا کیونکہ ممکن نہ تھا کہ وہ اُس کے قبضہ میں رہتا۔ کیونکہ داؤد اُس کے حق میں کہتا ہے کہ مَیں خُداوند کو ہمیشہ اپنے سامنے دیکھتا رہا کیونکہ وہ میری دہنی طرف ہے تاکہ مجھے جنبش نہ ہو۔ اِسی سبب سے میرا دل خوش ہوا اور میری زبان شاد اور میرا جسم بھی امید میں بسا رہے گا۔ کیونکہ تُو میری جان کو عالمِ ارواح میں نہ چھوڑے گا اور نہ اپنے مقدس کو سڑنے دے گا۔ تُو نے مجھے زندگی کی راہیں بتائیں۔ تُو اپنے دیدار کے سبب سے مجھے خوشی سے بھر دے گا۔

اَے بھائیو! مَیں تم سے بزرگ داؤد کے حق میں دلیری سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ مرا اور دفن بھی ہوا اور اُس کی قبر آج تک ہم میں موجود ہے۔ پس وہ نبی تھا اور جانتا تھا کہ خُدا نے اُس سے قسم کھا کر کہا ہے کہ تیری نسل سے ایک شخص کو تیرے تخت پر بٹھاؤں گا۔ پس اُس نے

پیشین گوئی کر کے مسیح کے جی اُٹھنے کا ذکر کیا کہ نہ وہ عالمِ ارواح میں چھوڑا گیا نہ اُس کے جسم نے سڑنے کی حالت دیکھی۔ اِسی یسوع کو خُدا نے جلایا جس کے ہم سب گواہ ہیں۔"

اسی وعظ میں پطرس نے مزید بیان کیا کہ زندہ ہونے والا مسیح کس طرح آسمان پر اٹھایا گیا:

اعمال 2:33-36

"پس خُدا کے دہنے ہاتھ سے سربلند ہو کر اور باپ سے وہ وعدہ کا روح القدس حاصل کر کے جس کا ذکر کیا گیا تھا یہ نازل کیا جو تم دیکھتے اور سنتے ہو۔ کیونکہ داؤد تو آسمان پر نہیں چڑھا لیکن وہ خود کہتا ہے کہ خُداوند نے میرے خُداوند سے کہا میری دہنی طرف بیٹھ۔ جب تک مَیں تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں تلے کی چوکی نہ کر دوں۔ پس اسرائیل کا سارا گھرانا یقین جان لے کہ خُدا نے اُسی یسوع کو جسے تم نے مصلوب کیا خداوند بھی کیا اور مسیح بھی۔"

سننے والے بہت متاثر ہوئے۔ کسی نے پطرس کی مخالفت نہ کی، کیونکہ انہوں نے مصلوبیت دیکھی تھی اور قیامت اور آسمان پر اٹھائے جانے کے بارے میں جانتے تھے۔

چنانچہ ہم پڑھتے ہیں:

"جب اُنہوں نے یہ سنا تو اُن کے دلوں پر چوٹ لگی اور پطرس اور باقی رسولوں سے کہا کہ اَے بھائیو! ہم کیا کریں؟ پطرس نے اُن سے کہا کہ توبہ کرو اور تم میں سے ہر ایک اپنے گناہوں کی معافی کے لئے یسوع مسیح کے نام پر بپتسمہ لے تو تم روح القدس انعام میں پاؤ گے۔ اِس لئے کہ یہ وعدہ تم اور تمہاری اولاد اور اُن سب دُور کے لوگوں سے بھی ہے جن کو خُداوند ہمارا خُدا اپنے پاس بلائے گا۔ ... پس جنہوں نے اُس کا کلام قبول کیا اُنہوں نے بپتسمہ لیا اور اُسی روز تین ہزار آدمیوں کے قریب اُن میں مل گئے۔" (اعمال 2:37-41)

رسول پولس کہتا ہے:

1 کرنتھیوں 15:14-15

"اور اگر مسیح نہیں جی اُٹھا تو ہماری منادی بھی بے فائدہ ہے اور تمہارا ایمان بھی بے فائدہ۔ بلکہ ہم خُدا کے جھوٹے گواہ ٹھہرے کیونکہ ہم نے خُدا کے حق میں گواہی دی کہ اُس نے مسیح کو جلایا حالانکہ اگر مُردے نہیں جی اُٹھتے تو اُس نے اُسے نہیں جلایا۔"

قیامت اس بات کا ثبوت ہے کہ مصلوب مسیح زندہ ہے۔ جی اُٹھنے کے بعد وہ اپنے شاگردوں اور اپنے سینکڑوں وفادار پیروکاروں کو دکھائی دیا اور انہیں یقین دلایا کہ وہ واقعی مصلوب ہوا اور مُردوں میں سے زندہ کیا گیا۔

جیسا کہ پولس گواہی دیتا ہے:

1 کرنتھیوں 15:3-8

چنانچہ مَیں نے سب سے پہلے تم کو وہی بات پہنچا دی جو مجھے پہنچی تھی کہ مسیح" کتابِ مقدس کے مطابق ہمارے گناہوں کے لئے مرا۔ اور دفن ہوا اور تیسرے دن کتابِ مقدس کے مطابق جی اُٹھا۔ اور کیفا کو اور اُس کے بعد اُن بارہ کو دکھائی دیا۔ پھر پانچ سو سے زیادہ بھائیوں کو ایک ساتھ دکھائی دیا جن میں سے اکثر اب تک موجود ہیں اور بعض سو گئے۔ پھر یعقوب کو دکھائی دیا۔ پھر سب رسولوں کو۔ اور سب سے پیچھے مجھ کو جو گویا بے وقت پیدا ہوا تھا دکھائی دیا۔"

شاید قیامت پر سب سے نمایاں ردِعمل یسوع کے شاگرد توما کا تھا۔ وہ اُن لوگوں میں سے تھا جو ایمان لانے سے پہلے ظاہری ثبوت چاہتے تھے۔ دوسرے شاگردوں نے اس سے کہا، "ہم نے خداوند کو دیکھا ہے!" لیکن اس نے جواب دیا:

جب تک مَیں اُس کے ہاتھوں میں میخوں کے سوراخ نہ دیکھ لوں اور میخوں کے سوراخوں" میں اپنی انگلی نہ ڈال لوں اور اپنا ہاتھ اُس کے پہلو میں نہ ڈال لوں ہرگز یقین نہ کروں گا۔"

ایک ہفتے بعد شاگرد دوبارہ گھر میں جمع تھے اور توما بھی ان کے ساتھ تھا۔ دروازے بند ہونے کے باوجود یسوع آیا اور ان کے درمیان کھڑا ہو کر کہا، "تمہاری سلامتی ہو!"

پھر اس نے توما سے کہا:

اپنی انگلی پاس لا کر میرے ہاتھوں کو دیکھ اور اپنا ہاتھ پاس لا کر میرے پہلو میں ڈال اور بے" ایمان نہ ہو بلکہ ایمان دار ہو۔"

توما نے جواب میں کہا:

"اَے میرے خُداوند! اَے میرے خُدا!"

یسوع نے اس سے کہا:

تُو تو مجھے دیکھ کر ایمان لایا ہے۔ مبارک وہ ہیں جو بغیر دیکھے ایمان لائے۔" (یوحنا 20:24-29)

II. مصلوبیت کے طبی ثبوت

یسوع کے زخموں کی نوعیت اور شدت اس بات کا ثبوت ہیں کہ ان کی موت واقع ہوئی۔ انہیں مارا پیٹا گیا اور کوڑے لگائے گئے۔ جب وہ بھاری صلیب اٹھا کر جلجتا کی طرف جا رہے تھے تو وہ اس کے بوجھ تلے گر پڑے۔ مصلوبیت خود نہایت دردناک اور تھکا دینے والی تھی۔ وہ تقریباً نو گھنٹے تک صلیب پر لٹکے رہے اور ان کے ہاتھوں، پاؤں اور سر سے خون بہتا رہا۔ ایک سپاہی نے نیزے سے ان کے پہلو کو چھیدا، اور خون اور پانی کا نکلنا اس بات کا ثبوت تھا کہ وہ پہلے ہی وفات پا چکے تھے (یوحنا 19:34)۔

متعدد معتبر طبی ماہرین نے کتابیں لکھ کر اس بات کی تصدیق کی ہے کہ مسیح صلیب پر وفات پا گئے تھے۔[1] **جرنل آف دی امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن** میں شائع ہونے والے ایک مضمون نے یہ نتیجہ اخذ کیا:

"واضح طور پر تاریخی اور طبی شواہد کا وزن اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یسوع کے پہلو پر زخم لگنے سے پہلے ہی ان کی موت واقع ہو چکی تھی، اور یہ روایتی نظریے کی تائید کرتا ہے کہ نیزہ، جو غالباً ان کی دائیں پسلیوں کے درمیان مارا گیا، نہ صرف دائیں پھیپھڑے بلکہ پردۂ دل اور دل کو بھی چھید گیا، اور اس طرح ان کی موت یقینی ہو گئی۔ چنانچہ وہ تشریحات جو اس مفروضے پر مبنی ہیں کہ یسوع صلیب پر نہیں مرے، جدید طبی علم کے خلاف معلوم ہوتی ہیں۔"[2]

III. مصلوبیت کے نفسیاتی ثبوت

کوئی گروہ اپنے رہنما کی ذلت آمیز موت کو فخر کے ساتھ عام نہیں کرے گا، جب تک کہ:

1. وہ واقعہ واقعی پیش نہ آیا ہو، اور
2. اس واقعے سے کوئی مفید اور فائدہ مند نتیجہ حاصل نہ ہوا ہو۔

سینٹ پولس مسیح کی صلیب پر بڑا فخر کرنے کا دعویٰ کرتے ہیں (دیکھیں گلتیوں 6:14)۔ مزید یہ کہ مسیحیوں نے جلد ہی موت کے اس آلے کو اپنے ایمان کی علامت کے طور پر اپنا لیا۔ انہوں نے صلیب کو اپنے گلے میں پہننا، اپنے بازوؤں پر کندہ کرنا، اور اپنی کلیسیاؤں میں بلند کرنا شروع کر دیا۔ صلیب، جو کبھی ذلت کا نشان تھی، خوشی اور فخر کا ذریعہ بن گئی۔

مثال کے طور پر، فرض کریں کہ ایک ظالم آمر نے ایک ہمسایہ ملک پر حملہ کیا اور وہاں کے شہریوں کو تشدد اور ظلم کا نشانہ بنایا۔ جب ایک وفادار محبِ وطن نے اپنے ہم وطنوں کی بغاوت کی قیادت کی تو آمر نے اسے پکڑ لیا اور پھانسی دے کر سزا دی۔ اس واقعے سے اس شخص کے پیروکار اس قدر غصے میں آ گئے کہ انہوں نے بغاوت کر کے ظالم حکمران کو ملک سے نکال دیا۔ ملک آزاد ہو گیا۔

اپنے رہنما کی عظیم قربانی کے اعتراف میں، ملک کے شہریوں نے فیصلہ کیا کہ وہ اپنے ملک کا نام **"پھانسی پانے والے کا ملک"** رکھیں گے اور اپنے جھنڈے پر پھانسی کے پھندے کی تصویر نمایاں طور پر لگائیں گے۔

یہ کچھ ایسا ہی ہے جیسا مسیحیت میں ہوا۔ مسیحیوں کا بنیادی پیغام ہے: **"یسوع مسیح اور وہ مصلوب"** (1 کرنتھیوں 2:2)۔ انہوں نے صلیب کو اپنی علامت کے طور پر اپنا لیا ہے۔ اور انہیں اس بات میں بالکل کوئی شک نہیں کہ ان کے رہنما کی موت — جو ایک حقیقی اور تاریخی واقعہ تھی — بے مثال برکت کا سبب بنی۔

IV. مصلوبیت کے غیر مسیحی ثبوت

بہت سے غیر مسیحی مؤرخین نے مصلوبیت کے تاریخی واقعہ ہونے کی گواہی دی ہے۔ مثال کے طور پر:

- **کورنیلیس ٹیکیٹس:**
  اپنی دیانت داری اور اعلیٰ کردار کی وجہ سے مشہور، ٹیکیٹس کو بعض اوقات قدیم روم کا سب سے بڑا مؤرخ کہا جاتا ہے۔ اس کی سب سے معروف تصانیف **دی اینلز** اور **دی ہسٹریز** ہیں۔ ممکن ہے کہ اسے مسیح اور مسیحیوں کے بارے میں معلومات سرکاری ریکارڈ سے ملی ہوں، جن تک اسے ایشیائے کوچک کے گورنر کی حیثیت سے رسائی حاصل تھی۔ اس نے مسیحیوں کا تین مرتبہ ذکر کیا ہے۔ سب سے اہم حوالہ اس کی کتاب **دی اینلز** میں ملتا ہے:

"چنانچہ اس خبر سے جان چھڑانے کے لیے [کہ اس نے روم کو آگ لگائی تھی] نیرو نے اُن لوگوں پر الزام عائد کیا اور نہایت سخت اذیتیں دیں جنہیں عوام ان کی نفرت انگیز باتوں کی وجہ سے ناپسند کرتے تھے اور جنہیں مسیحی کہا جاتا تھا۔ مسیح، جس سے اس نام کا آغاز ہوا، شہنشاہ طیبیریس کے دور میں ہمارے ایک حاکم پنطیوس پیلاطس کے ہاتھوں انتہائی سزا بھگت چکا تھا، اور یہ نہایت نقصان دہ توہم پرستی، جو وقتی طور پر دب گئی تھی، دوبارہ نہ صرف یہودیہ میں، جہاں سے یہ برائی شروع ہوئی تھی، بلکہ روم میں بھی پھیل گئی، جہاں دنیا کے ہر حصے سے تمام نفرت انگیز اور شرمناک چیزیں آکر جمع ہوتی اور مقبول ہو جاتی ہیں۔"

ٹیکیٹس نے جس "نقصان دہ توہم پرستی" کا ذکر کیا ہے، غالباً اس سے مراد قیامت تھی۔

- **تھالس:**
  ٹیکیٹس کی طرح تھالس بھی ابتدائی مسیحیوں کے زمانے کا تھا۔ وہ عظیم رومی مؤرخین میں سے ایک تھا اور اس نے جنگِ ٹرائے سے لے کر اپنے زمانے تک مشرقی بحیرۂ روم کی تاریخ قلم بند کی۔ اس کی تصنیف کے صرف چند حصے باقی بچے ہیں، جو جولیس افریکنس جیسے دوسرے مصنفین کے اقتباسات میں محفوظ ہیں۔

مصلوبیت کے دوران زمین پر چھا جانے والی تاریکی کے بارے میں جولیس افریکنس نے لکھا:

"تھالس نے اپنی تاریخ کی تیسری کتاب میں اس تاریکی کی غیر معقول وضاحت سورج گرہن کے طور پر کی ہے، ایسا مجھے معلوم ہوتا ہے۔"

جولیس نے اس وضاحت کو اس بنیاد پر رد کیا کہ سورج گرہن "چاند کے پورا ہونے کے وقت نہیں ہو سکتا، اور یسوع کو فسح کے پورے چاند کے موسم میں مصلوب کیا گیا تھا۔"

تھالس واحد شخص نہیں تھا جس نے اس تاریکی کا ذکر کیا۔ کئی دوسرے قدیم مصنفین نے بھی اس کی اطلاع دی۔ دیونوسیوس اریوپاگائٹ نے کہا:

"یا تو فطرت کا خدا اب غور و فکر کر رہا ہے، یا وہ کسی مرنے والے کے لیے غم کر رہا ہے۔"

دوسری صدی میں ماہرِ فلکیات فیلُوفون نے کہا:

"جب یسوع کو مصلوب کیا گیا تو جو تاریکی واقع ہوئی، ویسی اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔"

ابنِ کثیر نے بھی اپنی کتاب **البدایہ والنہایہ** میں اس کا ذکر کیا ہے۔ ابن الاثیر نے بھی اپنے **سالناموں** میں راویوں اور مفسرین کے حوالے سے اسے قلم بند کیا ہے۔

- **یوسیفس:**
  یوسیفس ایک یہودی تھا جو مصلوبیت کے چند سال بعد پیدا ہوا۔ اس نے اپنی قوم کی بیس جلدوں پر مشتمل تاریخ لکھی، جس میں مسیح کی مصلوبیت کا تفصیلی ذکر بھی شامل ہے۔ وہ لکھتا ہے:

"اس زمانے میں یسوع نام کا ایک دانا شخص تھا۔ اس کا کردار اچھا تھا اور وہ نیک شخص کے طور پر معروف تھا۔ یہودیوں اور دوسری قوموں میں سے بہت سے لوگ اس کے شاگرد بنے۔ پیلاطس نے اسے مصلوب کرنے اور قتل کرنے کی سزا دی۔ جو لوگ اس کے شاگرد بنے تھے، انہوں نے اس کی شاگردی ترک نہیں کی۔ انہوں نے بتایا کہ وہ اپنی مصلوبیت کے تین دن بعد انہیں ظاہر ہوا اور زندہ تھا۔ اسی لیے شاید وہی مسیح تھا جس کے بارے میں نبیوں نے عجائبات بیان کیے ہیں۔"

- **لوسیان:**
  لوسیان ایک ممتاز یونانی مؤرخ اور ایپی کیورین فلسفیانہ مکتبِ فکر کا پیروکار تھا۔ وہ مسیحیوں کے ایمان اور مسیح کے لیے مرنے کی ان کی آمادگی کو سمجھ نہیں سکا، اور روح کی ابدیت اور آسمان کی خواہش کے بارے میں ان کے عقیدے کا مذاق اڑاتا تھا۔ وہ انہیں دھوکا کھانے والے لوگ سمجھتا تھا جو موجودہ زندگی گزارنے کے بجائے آسمان کی غیر یقینی امید سے وابستہ تھے۔

مسیح کے بارے میں اس کا ایک اہم حوالہ یہ ہے:

"تم جانتے ہو کہ مسیحی آج تک ایک انسان کی پرستش کرتے ہیں — اس ممتاز شخص کی جس نے ان کی نئی رسومات متعارف کرائیں اور اسی سبب سے مصلوب کیا گیا... اور وہ یونان کے دیوتاؤں کا انکار کرتے، مصلوب دانا کی پرستش کرتے اور اس کے قوانین کے مطابق زندگی گزارتے ہیں۔"

واضح ہے کہ مسیح کی مصلوبیت کا ان غیر قوموں نے بھی انکار نہیں کیا جو مسیحی ایمان کا مذاق اڑاتے تھے۔

- **پنطیوس پیلاطس:**
  اپنی پہلی دفاعیہ میں جسٹن مارٹر نے **اعمالِ پنطیوس پیلاطس** کا حوالہ دیتے ہوئے کہا

که یسوع کی مصلوبیت کی تصدیق پیلاطس کی رپورٹ سے کی جا سکتی ہے۔ یسوع کے معجزات کا حوالہ دیتے ہوئے جسٹن نے کہا:

"ہم پنطیوس پیلاطس کے اعمال سے جانتے ہیں کہ یسوع نے وہ کام کیے تھے۔"

- **سیلسیس:**
  ایک ایپی کیورین فلسفی اور مسیحیت کا مخالف، سیلسیس نے اپنی کتاب **سچا بیان** میں مصلوبیت کے واقعے کو قلم بند کیا۔ اس نے کہا:

"مسیح نے انسانیت کی بھلائی کے لیے صلیب کی اذیت برداشت کی۔"

- **مارا بار-سراپیون:**
  مارا بار-سراپیون نے قید خانے سے اپنے بیٹے کو ایک خط لکھا۔ اس میں وہ کہتا ہے:

"یہودیوں کو اپنے دانا بادشاہ کو قتل کرنے سے کیا فائدہ حاصل ہوا؟ ... اور نہ ہی وہ دانا بادشاہ ہمیشہ کے لیے مر گیا؛ وہ اپنی دی ہوئی تعلیمات میں زندہ رہا۔"

ایک غیر مسیحی شخص کی حیثیت سے، مارا بار-سراپیون نے یسوع کو سقراط اور افلاطون کے برابر فلسفیوں میں شمار کیا۔

V. مصلوبیت کی گواہی دینے والے روحانی ثبوت

یسوع کی موت کی وجہ سے اُس کی طرف راغب ہونے والے لوگ اُن لوگوں سے زیادہ ہیں جو اُس کی مقدس زندگی اور منفرد تعلیمات کی وجہ سے اُس کی طرف کھنچے چلے آئے۔ یسوع کی موت نے لوگوں کو اُس کی پیروی سے باز نہیں رکھا۔ اُس نے خود کہا:

یوحنا 12:32
"اور جب میں زمین سے اوپر اٹھایا جاؤں گا تو سب کو اپنے پاس کھینچوں گا۔"

اور:

یوحنا 3:16
"کیونکہ خدا نے دنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا۔"

لوگ محبت کی طرف راغب ہوتے ہیں۔ مصلوبیت خدا کے محبت بھرے دل کو ظاہر کرتی ہے:

1 یوحنا 4:8-10
خدا محبت ہے۔ خدا کی محبت ہم پر اس طرح ظاہر ہوئی کہ اُس نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دنیا میں بھیجا تاکہ ہم اُس کے وسیلہ سے زندگی پائیں۔ محبت یہ نہیں کہ ہم نے خدا سے محبت کی، بلکہ یہ ہے کہ اُس نے ہم سے محبت کی اور اپنے بیٹے کو ہمارے گناہوں کے کفارے کے لیے بھیجا۔

VI. مصلوبیت کے اسلامی ثبوت

قرآن مصلوبیت کو ثابت کرتا ہے

یہ کہنا کہ مسیح کی جگہ کسی اور شخص کو مصلوب کیا گیا، خدا کی طرف دھوکا منسوب کرنا ہے! اگر شاگرد صرف مسیح کے کفارے کے وسیلہ سے نجات کی منادی کرتے تھے، تو درحقیقت وہ شبیہ — یعنی اُس شخص کی خوبیوں کے وسیلہ سے نجات کی منادی کر رہے ہوتے جو یسوع کی مانند دکھائی دیتا تھا۔ محمد کے آنے تک چھ سو سالوں تک خدا اپنے لوگوں کو ایک جھوٹ پر ایمان رکھنے دیتا!

کیا ہم یقین کر سکتے ہیں کہ ایک پاک، حکیم اور محبت کرنے والا خدا ایسا کرے گا؟ بدقسمتی سے، قرآن یہی کہتا ہے۔ بنی نوعِ انسان کو دھوکا دینے کا تصور قرآن میں موجود ہے۔ قرآن کہتا ہے:

سورۃ النساء 4:142

"منافق اللہ کو دھوکا دینے کی کوشش کرتے ہیں، حالانکہ اللہ ہی اُنہیں دھوکا دینے والا ہے۔"

یہ بھی کہتا ہے:

سورۃ آلِ عمران 3:54-55

اور اُنہوں نے تدبیر کی، اور اللہ نے بھی تدبیر کی، اور اللہ سب سے بہتر تدبیر کرنے والا ہے۔" جب اللہ نے کہا، اے عیسیٰ! میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔"

قرآن کے مطابق، خدا نے مصلوبیت کا یہ عقیدہ پیدا کیا اور سب کو یہ یقین دلا دیا کہ یسوع مصلوب ہوا — یہاں تک کہ اسلام آیا اور "سچائی" کو ظاہر کیا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ یہ "سچائی" نہ صرف چھ سو سال بعد آئی بلکہ اس کے حق میں کوئی ثبوت بھی موجود نہیں!

بہت سے مسلمان مصلوبیت کی گواہی دیتے ہیں

آخر میں، اور مذکورہ بالا باتوں کے باوجود، بہت سے مسلمان مصلوبیت پر ایمان رکھتے ہیں۔

ان میں بنگالی شاعر رابندر ناتھ ٹیگور بھی شامل ہیں، جو نوبیل انعام یافتہ تھے اور جنہوں نے یہ پُراثر اشعار لکھے:

مسیح اپنی ابدی مسند سے اس زمین پر اترتا ہے،
جہاں صدیوں پہلے اُس نے موت کے تلخ پیالے میں اپنی لازوال زندگی اُن لوگوں کے لیے اُنڈیل دی
جو اُس کی پکار پر آئے اور اُن کے لیے بھی جو دور رہے۔

وہ اپنے گرد نظر دوڑاتا ہے اور برائی کے اُن ہتھیاروں کو دیکھتا ہے جنہوں نے اُس کے اپنے زمانے کو زخمی کیا تھا۔ تکبر سے بھرے کیل اور نیزے، باریک اور مکار چھریاں، سفارتی نیام میں چھپی ہوئی تلواریں، ٹیڑھی اور ظالم، عفریت نما پہیوں پر تیز کیے جاتے ہوئے سسک رہی ہیں اور چنگاریاں برسا رہی ہیں۔

لیکن ان سب میں سب سے زیادہ خوفناک وہ ہتھیار ہیں جو قاتلوں کے ہاتھوں میں ہیں، جن پر اُس کا اپنا نام کندہ ہے، اور جو اُس کے اپنے الفاظ کے متن سے بنائے گئے ہیں، جنہیں نفرت کی آگ میں پگھلایا گیا اور منافقانہ لالچ کے ہتھوڑوں سے ڈھالا گیا۔

وہ اپنا ہاتھ اپنے دل پر رکھتا ہے؛ وہ محسوس کرتا ہے کہ اُس کی موت کا صدیوں پر محیط لمحہ ابھی ختم نہیں ہوا، کہ بے شمار نئے کیل، جو مکار ہنرمندی کے ماہر لوگوں نے لاتعداد تعداد میں بنائے ہیں، اُس کے ہر جوڑ میں پیوست ہو رہے ہیں۔

انہوں نے ایک بار اُسے اپنے ہیکل کے سائے میں زخمی کیا تھا؛ اب وہ ہجوم کی صورت میں دوبارہ پیدا ہو گئے ہیں۔ اپنے مقدس مذبح کے سامنے سے وہ سپاہیوں کو پکارتے ہیں، "مارو!" اور ابنِ آدم اذیت میں پکار اٹھتا ہے:

"اے میرے خدا، اے میرے خدا! تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟"

باب 13
یسوع کو کیوں مرنا پڑا

یسوع کو کیوں مرنا پڑا

بائبل اور قرآن دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ انسانی فطرت گناہ آلود ہے۔ ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ قرآن باغِ عدن میں انسان کے زوال کی تصدیق کرتا ہے۔ اس میں آدم اور حوا کا واقعہ بیان کیا گیا ہے (سورۃ 2:35-38 اور 7:19-26)، اور بتایا گیا ہے کہ "شیطان نے ان دونوں کو بہکا دیا۔" قرآن اس کے بعد ان کی اولاد پر پڑنے والے نتائج کو بھی واضح کرتا ہے۔ سورۃ 2:36 میں اللہ آدم اور حوا، دونوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے: "تم سب یہاں سے اتر جاؤ، تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے... تم سب یہاں سے اتر جاؤ" (سورۃ 2:36، 38)۔ سورۃ 7:24 میں بھی اللہ آدم اور حوا دونوں سے کہتا ہے: "تم سب نیچے اتر جاؤ، تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہوں گے۔"

قرآن انسانی روح کی بدحالی کو بھی تسلیم کرتا ہے جب وہ کہتا ہے:

سورۃ 11:9
"وہ [انسان] مایوس اور ناشکرا ہے۔"

سورۃ 12:53
"بے شک انسان برائی کی طرف بہت مائل ہے۔"

سورۃ 14:34
"یقیناً انسان بڑا ظالم اور ناشکرا ہے۔"

سورۃ 17:67
"بے شک انسان ہمیشہ ناشکرا ہے۔"

سورۃ 33:72
"وہ [انسان] بڑا ظالم اور جاہل ثابت ہوا۔"

سورۃ 100:6
"یقیناً انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔"

عہدِ قدیم کہتا ہے: "ہم سب بھیڑوں کی مانند بھٹک گئے، ہم میں سے ہر ایک اپنی اپنی راہ پر چل نکلا؛ اور خداوند نے ہم سب کی بدکرداری اس [یسوع] پر لاد دی" (یسعیاہ 53:6)۔

عہدِ جدید کہتا ہے: "جیسا کہ لکھا ہے: 'کوئی راستباز نہیں، ایک بھی نہیں؛ کوئی سمجھنے والا نہیں، کوئی خدا کا طالب نہیں۔ سب گمراہ ہو گئے؛ سب کے سب نکمے ہو گئے؛ کوئی بھلائی کرنے

والا نہیں، ایک بھی نہیں۔ ان کا گلا کھلی ہوئی قبر ہے؛ ان کی زبانیں فریب دیتی ہیں۔ ان کے ہونٹوں کے نیچے سانپوں کا زہر ہے۔ ان کے منہ لعنت اور تلخی سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان کے پاؤں خون بہانے کے لیے تیز ہیں؛ تباہی اور بدحالی ان کی راہوں میں ہے، اور وہ سلامتی کی راہ سے واقف نہیں۔ ان کی آنکھوں کے سامنے خدا کا خوف نہیں۔'... پس شریعت کے اعمال کے ذریعے کوئی شخص اُس کی نظر میں راستباز نہیں ٹھہرے گا، بلکہ شریعت کے ذریعے ہمیں گناہ کا شعور ہوتا ہے" (رومیوں 3:10-20)۔

اسی لیے ہر مسلمان دعا کرتا ہے: "اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے، ہماری خطاؤں کا کفارہ دے، اور ہمیں نیک لوگوں کے ساتھ موت دے" (سورۃ 3:193)۔

بڑا سوال یہ ہے: یہ درخواست کیسے پوری ہو سکتی ہے؟

نیک اعمال نجات نہیں دیتے

قرآن سکھاتا ہے کہ نیک اعمال برے اعمال کو مٹا دیتے ہیں۔ اس میں کہا گیا ہے: "دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کرو۔ بے شک نیکیاں بدیوں کو مٹا دیتی ہیں۔ یہ نصیحت ہے نصیحت قبول کرنے والوں کے لیے" (سورۃ 11:114)۔

یہاں کچھ ایسے نیک اعمال ہیں جن کی قرآن برائیوں کو مٹانے کے لیے سفارش کرتا ہے:

سورۃ 2:271
"اگر تم صدقات علانیہ دو تو یہ بھی اچھا ہے، لیکن اگر انہیں پوشیدہ طور پر محتاجوں کو دو تو یہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے، اور وہ تمہارے بعض گناہوں کا کفارہ کر دے گا۔"

سورۃ 5:12
"اگر تم نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، میرے رسولوں پر ایمان لاؤ اور ان کی مدد کرو، اور اللہ کو اچھا قرض دو، تو میں یقیناً تمہارے گناہ تم سے دور کر دوں گا۔"

سورۃ 5:45
"جان کے بدلے جان... لیکن جو شخص بدلہ معاف کر دے تو یہ اس کے لیے کفارہ ہے۔"

سورۃ 5:89
"اللہ تمہیں تمہاری بے ارادہ قسموں پر نہیں پکڑے گا، لیکن جو قسمیں تم جان بوجھ کر کھاؤ گے ان پر تمہیں ضرور پکڑے گا۔ اس کا کفارہ دس مسکینوں کو وہ اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے گھر والوں کو کھلاتے ہو، یا انہیں کپڑے دینا، یا ایک غلام آزاد کرنا ہے۔ اور جو یہ نہ کر سکے تو تین دن کے روزے رکھے۔"

سورۃ 29:7
"اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے، ہم ان سے ان کی برائیاں ضرور دور کر دیں گے اور انہیں ان کے بہترین اعمال کا بدلہ دیں گے۔"

یہ آیات سکھاتی ہیں کہ نماز، صدقہ، اللہ کے رسولوں کی مدد کرنا، بدلہ لینے سے گریز کرنا، غلام آزاد کرنا اور روزہ رکھنا کفارے کے مؤثر ذرائع ہیں۔

لیکن بائبل اس سے بالکل مختلف نقطۂ نظر پیش کرتی ہے۔ عہدِ جدید سکھاتا ہے کہ نیک اعمال برے اعمال کو منسوخ یا مٹا نہیں سکتے۔ بلکہ:

افسیوں 2:8،9
"کیونکہ تم کو ایمان کے وسیلہ سے فضل ہی سے نجات ملی ہے، اور یہ تمہاری طرف سے نہیں بلکہ خدا کی بخشش ہے؛ اور نہ اعمال کے سبب سے ہے تاکہ کوئی فخر نہ کرے۔"

ططس 3:3-7
"کیونکہ ہم بھی پہلے نادان، نافرمان، فریب خوردہ اور طرح طرح کی خواہشوں اور عیاشیوں کے غلام تھے۔ بدخواہی اور حسد میں زندگی گزارتے تھے، قابلِ نفرت تھے اور ایک دوسرے سے نفرت کرتے تھے۔ لیکن جب ہمارے نجات دہندہ خدا کی مہربانی اور محبت ظاہر ہوئی تو اُس نے ہمیں راستبازی کے ان کاموں کے سبب سے نجات نہیں دی جو ہم نے کیے تھے، بلکہ اپنی رحمت کے مطابق۔ اُس نے ہمیں نئے سرے سے پیدا ہونے اور روح القدس کے وسیلے سے نئی زندگی پانے کے غسل کے ذریعے نجات دی، جسے اُس نے ہمارے نجات دہندہ یسوع مسیح کے وسیلے سے ہم پر کثرت سے نازل کیا، تاکہ اُس کے فضل سے راستباز ٹھہرائے جانے کے بعد ہم ابدی زندگی کی امید کے مطابق وارث بنیں۔"

خدا ترازو استعمال نہیں کرتا کہ ہمارے نیک اعمال کو ایک پلڑے میں اور برے اعمال کو دوسرے پلڑے میں رکھ کر فیصلہ کرے۔ اگر کسی شخص کے نیک اعمال اس کے برے اعمال سے دس گنا زیادہ بھی ہوں، تب بھی وہ اس بنیاد پر نجات نہیں پا سکتا۔

اس کی دو وجوہات ہیں۔

اول، ہم جو بھی نیکی کرتے ہیں وہ خدا کے فضل کا نتیجہ ہے۔ اسی نے ہمیں زندگی، قوت اور نیکی کرنے کے وسائل دیے ہیں۔ جو پیسہ ہم دیتے ہیں، جو توانائی ہم استعمال کرتے ہیں، جو اچھی صحت ہمیں حاصل ہے، اور جو وقت ہم خدا کے لیے صرف کرتے ہیں—یہ سب اُس کی طرف سے عطیات ہیں۔ جب داؤد یروشلیم میں خدا کی ہیکل کی تعمیر کے لیے عطیہ دے رہا تھا تو اُس نے خدا سے کہا: "میں اور میری قوم حقیقت میں تجھے کچھ نہیں دے سکتے، کیونکہ سب کچھ تیری طرف سے ہے، اور ہم نے صرف وہی چیز تجھے واپس دی ہے جو پہلے ہی تیری تھی" (1 تواریخ 29:14)۔ خدا کی طرف سے ملنے والی نعمتوں کو ہمارے روحانی قرض کی ادائیگی کے لیے استعمال نہیں کیا جا سکتا۔

دوم، دنیا کی کوئی عدالت کسی مجرم کو یہ اجازت نہیں دیتی کہ وہ نیک اعمال کر کے اپنی بے گناہی دوبارہ حاصل کر لے۔ اگر کوئی شخص اپنا تمام مال غریبوں کو دے دے تو کیا اس سے قتل کا جرم ختم ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ عدالت کو جرم کے مطابق سزا دینی ہوگی اور مجرم کو اس سزا کو آخر تک برداشت کرنا ہوگا۔ یہ قانون کا بنیادی اصول ہے۔ اسی طرح ہم اپنے

گناہوں کو دیندارانہ اعمال کے ذریعے مٹا نہیں سکتے۔ صرف یسوع ہی ہمارے گناہوں اور خطاؤں کا کفارہ ادا کر سکتا تھا۔ "یہ بات سچی ہے اور ہر طرح سے قبول کرنے کے لائق ہے کہ مسیح یسوع گنہگاروں کو نجات دینے کے لیے دنیا میں آیا، جن میں سب سے بڑا میں ہوں" (1 تیمتھیس 1:15)۔

ہمیں فدیے کی ضرورت ہے

فدیہ بائبل کے مطابق ضروری ہے

بائبل کہتی ہے: "خون بہائے بغیر معافی نہیں ہوتی" (عبرانیوں 9:22)۔ آدم اور حوا کے گناہ کرنے اور اپنی برہنگی کی شرمندگی محسوس کرنے کے وقت یہی اصول ظاہر ہوا۔ اپنے آپ کو ڈھانپنے کی ان کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں۔ لیکن خدا نے خود پہل کی؛ اُس نے ایک جانور کو ذبح کیا، اس کی کھال اتاری اور اُس کی کھال سے انہیں لباس پہنایا (پیدائش 3:20)۔ خدا نے خود کفارے کا انتظام کیا تھا۔

آدم کے دو بیٹوں، ہابیل اور قائن نے خدا کے حضور قربانیاں پیش کیں۔ خدا نے ہابیل کی قربانی قبول کی کیونکہ وہ قربانی تھی۔ لیکن قائن کی قربانی قبول نہ کی گئی کیونکہ اس میں خون بہانے کا عمل نہیں تھا (پیدائش 4:3،4)۔

قدیم زمانے کے عظیم نبی جانوروں کی قربانیاں پیش کرتے تھے، خدا سے معافی مانگتے اور اُس کے فضل اور نجات کے لیے اُس کا شکر ادا کرتے تھے۔ نوح نے ایسا کیا (پیدائش 8:20)، ایوب نے کیا (ایوب 1:5)، اور ابراہیم نے بھی کیا (پیدائش 12:8)۔ اضحاق کو ایک بڑی قربانی کے ذریعے بچایا گیا (پیدائش 22:13)، اور بعد میں اُس نے خود بھی خدا کے حضور قربانیاں پیش کیں (پیدائش 26:25)، جیسا کہ اُس کے بیٹے یعقوب نے بھی کیا (پیدائش 35:3)۔

احبار کی تقریباً پوری کتاب اُن قوانین سے متعلق ہے جو خدا نے موسیٰ کو لوگوں کے گناہوں کے لیے پیش کی جانے والی جانوروں کی قربانیوں کے بارے میں دیے۔ بنی اسرائیل کو حکم دیا گیا کہ وہ فسح کا برہ قربان کریں تاکہ فرعون کی غلامی سے بچ سکیں۔ انہیں حکم دیا گیا کہ ہر سال فسح منائیں تاکہ مصر کی غلامی سے اپنی نجات کو یاد رکھیں (خروج 12:1،2)۔ اس کے بعد ہارون اور اُس کی نسل یعنی لاویوں کو خدا کے حضور قربانیاں پیش کرنے کے لیے مخصوص کیا گیا۔ خدا نے موسیٰ سے کہا: "کیونکہ جسم کی جان خون میں ہے، اور میں نے اسے تمہیں دیا ہے تاکہ تم اپنی جانوں کے لیے کفارہ دو" (احبار 17:11)۔

یہ تمام قربانیاں یسوع مسیح کی ایک حقیقی اور کامل قربانی کی علامتی رسمیں تھیں۔ یسوع کو دیکھ کر یوحنا بپتسمہ دینے والے نے اعلان کیا کہ اُس میں موسیٰ کی شریعت کی تمام قربانیوں کی تکمیل ہو گئی ہے۔ اُس نے کہا: "دیکھو، خدا کا برہ، جو دنیا کا گناہ اٹھا لے جاتا ہے!" (یوحنا 1:29)۔ یسوع "ہمارا فسح کا برہ ہے جو ہمارے لیے قربان ہوا" (1 کرنتھیوں 5:7)۔

عبرانیوں 9:22-28
حقیقت یہ ہے کہ شریعت کے مطابق تقریباً ہر چیز خون سے پاک کی جاتی ہے، اور خون بہائے"

بغیر معافی نہیں ہوتی... کیونکہ مسیح کسی انسان کے بنائے ہوئے مقدس مقام میں داخل نہیں ہوا جو حقیقی مقدس مقام کی صرف نقل تھا، بلکہ آسمان ہی میں داخل ہوا تاکہ اب ہماری خاطر خدا کے حضور ظاہر ہو۔ اور وہ اپنے آپ کو بار بار پیش کرنے کے لیے آسمان میں داخل نہیں ہوا، جیسے سردار کاہن ہر سال مقدس ترین مقام میں ایسے خون کے ساتھ داخل ہوتا ہے جو اُس کا اپنا نہیں ہوتا... لیکن اب زمانوں کے آخر میں وہ ایک ہی بار ظاہر ہوا ہے تاکہ اپنی قربانی کے ذریعے گناہ کو ختم کر دے... مسیح ایک ہی بار بہتوں کے گناہوں کو اٹھانے کے لیے قربان ہوا؛ اور وہ دوسری بار ظاہر ہوگا، گناہ اٹھانے کے لیے نہیں بلکہ اُن لوگوں کو نجات دینے کے لیے جو اُس کا انتظار کر رہے ہیں۔"

قرآن میں ابراہیم کے بیٹے کا فدیہ

قرآن بھی فدیے کے تصور کو قبول کرتا ہے جب وہ ابراہیم کے بیٹے کو ایک عظیم قربانی کے ذریعے چھڑانے کا ذکر کرتا ہے۔ اس میں اللہ کے بارے میں کہا گیا ہے: "اور ہم نے اسے ایک بڑی قربانی کے بدلے فدیہ دیا" (سورۃ 37:107)۔

لیکن یہاں کس بیٹے کا ذکر ہے؟ سورۃ 37:107 کی تفسیر امام قرطبی میں بعض بڑے مسلمانوں کی رائے بیان کی گئی ہے—جن میں محمد، ان کے چچا زاد بھائی ابن عباس، علی، عمر، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عمر اور دیگر شامل ہیں—کہ جس بیٹے کو فدیہ دیا گیا وہ اسحاق تھا۔ ایک دوسرے گروہ، جس میں محمد، ابن عباس، ابو ہریرہ اور ابو طفیل بھی شامل ہیں، کے نزدیک وہ بیٹا اسماعیل تھا۔

عبداللہ یوسف علی نے اسی آیت کی تفسیر میں کہا: "فدیہ انسانوں کی طرف سے نہیں بلکہ خدا کی طرف سے دیا گیا۔ قرآن میں یہی ایک مقام ہے جہاں خدا خود فدیہ ادا کرتا ہے۔"

البیضاوی کے مطابق: "اسے اُس چیز کے ذریعے فدیہ دیا گیا جو اُس کے بدلے قربان کی گئی، اور اسی کے ذریعے یہ عمل مکمل ہوا۔"

اسی آیت کی تفسیر کرتے ہوئے الرازی نے السدی کا قول نقل کیا ہے کہ "ابراہیم کو پکارا گیا۔ اُس نے اِدھر اُدھر دیکھا تو اچانک ایک مینڈھا دیکھا جس کے جسم پر سفید اور سیاہ رنگ ملے ہوئے تھے اور جو پہاڑ سے اتر رہا تھا۔ وہ اپنے بیٹے کے پاس سے اٹھا، مینڈھا لیا، اسے ذبح کیا، اپنے بیٹے کو آزاد کیا اور اُس سے کہا: 'میرے بیٹے، آج تم مجھے تحفے کے طور پر واپس دیے گئے ہو۔' کہا گیا کہ وہ مینڈھا ایک عظیم قربانی تھا کیونکہ خدا نے اسے ابراہیم کے بیٹے کے فدیے کے طور پر قبول کیا۔"

مسلمانوں کی دو سالانہ عیدیں ہیں: عید الکبیر ("بڑی عید") اور عید الصغیر ("چھوٹی عید")۔ دوسری عید رمضان کے مہینے کے اختتام پر آتی ہے اور اسے عید الفطر ("روزہ توڑنے کی عید") بھی کہا جاتا ہے۔ پہلی عید کو عید الاضحیٰ ("قربانی کی عید") کہا جاتا ہے۔ یہ ابراہیم کے بیٹے کے فدیے کی یادگار ہے۔ اس موقع پر جانور ذبح کیے جاتے ہیں۔ حج کرنے والے لوگ مکہ میں قربانیاں پیش کرتے ہیں۔

:اس بارے میں قرآن کہتا ہے

سورۃ 22:32-36
اور جو شخص اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ میں سے ہے۔ ان قربانی" کے جانوروں میں تمہارے لیے ایک مقررہ مدت تک فائدے ہیں؛ پھر انہیں قدیم گھر کے پاس قربان کیا جاتا ہے۔ اور ہم نے ہر امت کے لیے قربانی کا ایک طریقہ مقرر کیا ہے تاکہ وہ اللہ کا نام ان مویشیوں پر لیں جو اُس نے انہیں عطا کیے ہیں۔ اور اونٹوں کو ہم نے اللہ کی نشانیوں میں سے بنایا ہے۔ ان میں تمہارے لیے بہت بھلائی ہے۔ پس جب وہ قطار میں کھڑے ہوں تو ان پر اللہ کا نام لو۔ پھر جب ان کے پہلو زمین پر گر جائیں تو ان میں سے خود بھی کھاؤ اور محتاجوں اور سوال کرنے والوں کو بھی کھلاؤ۔ ہم نے انہیں تمہارے تابع کر دیا ہے تاکہ تم "شکر ادا کرو۔

سورۃ 37:107 کی تفسیر کرتے ہوئے الغزالی کہتے ہیں: "قربانی کرنا اطاعت کے ذریعے خدا کے قریب ہونے کا ایک ذریعہ ہے۔ پس قربانی کرو اور امید رکھو کہ خدا تمہیں جہنم سے نجات دے گا، اس کے ہر حصے کے بدلے تمہارے ایک حصے کو آزاد کرے گا۔ کیونکہ یہ وعدہ آیا ہے کہ قربانی جتنی بڑی ہوگی اور اس کے حصے جتنے زیادہ ہوں گے، جہنم سے تمہاری نجات اتنی ہی مکمل ہوگی... جانور قربان کر کے خدا کا قرب حاصل کرو۔"

عائشہ کے مطابق محمد نے عید الاضحیٰ کی قربانی کے بارے میں کہا: "قربانی کے دن انسان نے اللہ کے نزدیک خون بہانے سے زیادہ پسندیدہ کوئی عمل نہیں کیا۔ قربان کیا گیا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور اس کے اعمال کے ترازو کو بھاری کرے گا۔ بے شک اس کا خون زمین پر گرنے سے پہلے ہی اللہ کی قبولیت تک پہنچ جاتا ہے۔ پس اس کے ذریعے خوش ہو جاؤ۔"

لیکن اسلام میں الاضحیٰ کی اصطلاح اپنے روحانی مفہوم سے خالی ہو گئی ہے۔ الاضحیٰ، یعنی قربانی، اس بات کے بارے میں نہیں کہ ابراہیم نے "عظیم قربانی" کا گوشت کھایا، یا اسے substitution فقیروں اور محتاجوں کو دیا، یا جہنم سے معافی حاصل کی۔ بلکہ یہ نیابت اور کے اصول کے بارے میں ہے۔ اسحاق کو چھڑانے کے لیے مینڈھا قربان کیا گیا۔ لیکن خدا نے یسوع، اپنے اکلوتے بیٹے، یعنی خدا کے برے کو قربان کیا تاکہ دنیا کا گناہ اٹھا لے (یوحنا 1:29،36)۔

عید الاضحیٰ ہمیں یاد دلاتی ہے کہ ایک نائب یا متبادل کے ذریعے نجات خدا کی نجات کا واحد راستہ ہے۔ "خدا ہمارے لیے اپنی محبت اس طرح ظاہر کرتا ہے کہ جب ہم ابھی گنہگار ہی تھے تو مسیح ہمارے لیے مرا" (رومیوں 5:8)۔

بدقسمتی سے مسلمان موسیٰ کی شریعت کی قربانیوں اور یسوع مسیح، خدا کے اُس برے، میں ان کی تکمیل کو نظر انداز کرتے ہیں جو دنیا کا گناہ اٹھا لے جاتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنی عید الاضحیٰ کے حقیقی مفہوم کو بھی نظر انداز کرتے ہیں۔

III. خدا کا انصاف اور رحم باہم ہم آہنگ ہونے چاہئیں

قرآن سکھاتا ہے کہ خدا عادل ہے۔ "اور رہے وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا، تو میں انہیں دنیا اور آخرت میں سخت عذاب دوں گا، اور ان کا کوئی مددگار نہ ہوگا" (سورۃ 3:56)۔ کامل انصاف کا پورا ہونا ضروری ہے۔ عادل خدا گناہ کو کبھی نظرانداز نہیں کرے گا۔ یا تو گنہگار کو اپنے گناہ کی سزا خود بھگتنی ہوگی، یا پھر کوئی دوسرا اس کی جگہ وہ سزا برداشت کرے گا۔

قرآن یہ بھی سکھاتا ہے کہ خدا رحم کرنے والا ہے۔ "تمہارے رب نے اپنے اوپر رحمت لازم کر لی ہے کہ تم میں سے جو کوئی نادانی سے برائی کرے، پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کر لے تو وہ بخشنے والا، مہربان ہے... اور اگر دنیا اور آخرت میں تم پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتی تو تمہیں بڑا عذاب پہنچ جاتا" (سورۃ 6:54؛ 24:14)۔

قرآن رحم اور انصاف دونوں کا ایک ساتھ ذکر بھی کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے: "جان لو کہ اللہ سخت عذاب دینے والا ہے، اور یہ بھی کہ اللہ بخشنے والا، مہربان ہے... یقیناً تمہارا رب سزا دینے میں جلدی کرتا ہے، اور یقیناً وہ بخشنے والا، مہربان ہے" (سورۃ 5:98؛ 7:167)۔

پس قرآن اس بات میں بائبل سے متفق ہے کہ خدا عادل بھی ہے اور رحیم بھی۔ اُس میں رحم اور انصاف کی صفات ایک دوسرے کے ساتھ چلتی ہیں۔ تاہم یہاں ایک مسئلہ پیدا ہوتا ہے۔ اگر وہ گنہگار کو معاف کر دے تو اُس کا رحم تو ظاہر ہوتا ہے، لیکن انصاف پورا نہیں ہوتا۔ اور اگر وہ گنہگار کو سزا دے تو اُس کا انصاف تو ظاہر ہوتا ہے، لیکن رحم ظاہر نہیں ہوتا۔ پھر ان دونوں بظاہر متضاد صفات میں ہم آہنگی کیسے پیدا ہو سکتی ہے؟

قرآن اس کا جواب نہیں دیتا۔ لیکن بائبل اس کا جواب دیتی ہے—وہ بتاتی ہے کہ صلیب پر خدا کا رحم اور انصاف دونوں ایک ساتھ ظاہر ہوئے۔ یسوع میں رحم اور انصاف ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہوئے، کیونکہ اُس نے ہمارے گناہوں کی سزا اپنے اوپر لے لی۔ وہ ایسا اس لیے کر سکتا تھا کیونکہ، جیسا کہ ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں، وہ خدا ہے جو انسانی شکل میں آیا تاکہ انسانوں کو نجات دے اور اُن کی جگہ کامل سزا ادا کرے۔ بائبل کہتی ہے: "خدا مسیح میں ہو کر دنیا کو اپنے ساتھ ملا رہا تھا" (2 کرنتھیوں 5:19)۔

ایک مسلمان نے مصنف سے پوچھا، "رحیم خدا یسوع، اپنے پاک رسول کو مصلوب کیے بغیر انسان کے گناہوں کو معاف کیوں نہیں کر سکتا تھا؟" یہ سوال اس مفروضے پر مبنی ہے کہ یسوع کے لیے مرنا ضروری تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یسوع نے انسانیت کو نجات دینے کے لیے اپنی جان اپنی مرضی سے دی۔ جب پطرس نے اپنے استاد کا دفاع کرنے کی کوشش کی تو یسوع نے اُس سے کہا: "کیا تم سمجھتے ہو کہ میں اپنے باپ سے درخواست نہیں کر سکتا اور وہ فوراً میرے لیے فرشتوں کے بارہ لشکروں سے زیادہ مہیا نہیں کر دے گا؟ لیکن پھر صحیفے کیسے پورے ہوں گے جن میں لکھا ہے کہ ایسا ہی ہونا ضروری ہے؟" (متی 26:51-54)۔

اُس نے پہلے بھی کہا تھا: "باپ مجھ سے اس لیے محبت کرتا ہے کہ میں اپنی جان دیتا ہوں تاکہ اسے پھر لے لوں۔ کوئی اسے مجھ سے نہیں چھینتا بلکہ میں اسے اپنی مرضی سے دیتا ہوں۔ مجھے

”اسے دینے کا اختیار ہے اور دوبارہ لینے کا بھی اختیار ہے۔ یہ حکم مجھے میرے باپ سے ملا ہے (یوحنا 10:17،18)۔

صلیب کو اپنی مرضی سے قبول کر کے یسوع نے رحم اور انصاف دونوں کو پورا ہونے دیا:

یسعیاہ 53:4-6

یقیناً اُس نے ہماری بیماریاں اٹھا لیں اور ہمارے غم اپنے اوپر لے لیے، پھر بھی ہم نے اُسے“ خدا کی طرف سے مارا ہوا، اُس کا ستایا ہوا اور مصیبت زدہ سمجھا۔ لیکن وہ ہماری خطاؤں کے سبب سے زخمی کیا گیا، ہماری بدکرداری کے باعث کچلا گیا؛ ہماری سلامتی کی سزا اُس پر پڑی، اور اُس کے زخموں سے ہم شفا پاتے ہیں۔ ہم سب بھیڑوں کی مانند بھٹک گئے، ہم میں سے ”ہر ایک اپنی راہ پر چل نکلا؛ اور خداوند نے ہم سب کی بدکرداری اُس پر لاد دی۔

زبور نویس نے لکھا: ”یقیناً اُس کی نجات اُن لوگوں کے قریب ہے جو اُس سے ڈرتے ہیں، تاکہ جلال ہماری سرزمین میں سکونت کرے۔ رحمت اور سچائی باہم مل گئے ہیں؛ راستبازی اور سلامتی نے ایک دوسرے کو بوسہ دیا ہے“ (زبور 85:9،10)۔

زبور نویس کی یہ پیش گوئی تقریباً ایک ہزار سال بعد یسوع مسیح کی صلیب پر پوری ہوئی، جہاں خدا کا رحم اور انصاف ایک دوسرے سے مل گئے۔ اور صلیب پر ہونے والے کام کے سبب مسیح ہر اُس شخص کو تبدیل کرتا ہے جو اُس پر ایمان لاتا ہے:

2 کرنتھیوں 5:17-21

”پرانی چیزیں جاتی رہیں، دیکھو نئی ہو گئیں! یہ سب خدا کی طرف سے ہے، جس نے مسیح کے وسیلے سے ہمیں اپنے ساتھ ملا لیا اور میل ملاپ کی خدمت ہمیں سونپ دی۔ یعنی خدا مسیح میں ہو کر دنیا کو اپنے ساتھ ملا رہا تھا اور اُن کی خطاؤں کا حساب اُن کے ذمے نہیں لگا رہا تھا۔ اور اُس نے میل ملاپ کا پیغام ہمارے سپرد کیا ہے۔ پس ہم مسیح کے سفیر ہیں، گویا خدا ہمارے وسیلے سے اپیل کر رہا ہے۔ ہم مسیح کی طرف سے التجا کرتے ہیں کہ خدا کے ساتھ میل ملاپ کر لو۔ خدا نے اُس کو جس نے کوئی گناہ نہیں کیا، ہمارے لیے گناہ ٹھہرایا تاکہ ہم اُس میں خدا کی راستبازی بن جائیں۔“

یسوع اسی لیے ہماری دنیا میں آیا

وہ ہمارے گناہوں کے لیے مرنے آیا۔ جب شمعون نے بچے یسوع کو اپنی بانہوں میں لیا تو اُس نے خدا کی حمد کرتے ہوئے کہا: ”اے مالک، اب تو اپنے کلام کے مطابق اپنے خادم کو سلامتی سے رخصت کرتا ہے، کیونکہ میری آنکھوں نے تیری نجات دیکھ لی ہے، جسے تو نے سب قوموں کے سامنے تیار کیا ہے؛ غیر قوموں کے لیے نور جو اُن پر ظاہر ہوگا، اور اپنی قوم اسرائیل کے لیے جلال۔“

پھر شمعون نے انہیں برکت دی اور مریم سے کہا: ”یہ بچہ اسرائیل میں بہتوں کے گرنے اور اٹھنے کا سبب بنے گا اور ایک ایسی نشانی ہوگا جس کی مخالفت کی جائے گی، تاکہ بہت سے دلوں کے

خیالات ظاہر ہوں۔ اور ایک تلوار خود تمہاری جان میں سے بھی گزرے گی" (لوقا 2:25-35)۔
یہ تلوار صلیب کی تلوار تھی۔

یسوع نے کہا: "جس طرح موسیٰ نے بیابان میں سانپ کو اونچے کھمبے پر اٹھایا، اسی طرح ابنِ آدم کو بھی ضرور اونچا کیا جائے گا تاکہ جو کوئی اُس پر ایمان لائے وہ ابدی زندگی پائے۔ کیونکہ خدا نے دنیا سے ایسی محبت کی کہ اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اُس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ابدی زندگی پائے" (یوحنا 3:14-16)۔

:یہ وہ نجات ہے جو یسوع نے ہمارے لیے صلیب پر تیار کی۔ صحیفے کی یہ بات کتنی سچی ہے

عبرانیوں 10:19-23

پس اے بھائیو، چونکہ ہمیں یسوع کے خون کے وسیلے سے مقدس ترین مقام میں داخل ہونے" کی دلیری حاصل ہے، یعنی اُس نئی اور زندہ راہ کے ذریعے جو اُس نے پردے میں سے، یعنی اپنے جسم کے ذریعے ہمارے لیے کھولی ہے، اور چونکہ خدا کے گھر پر ہمارا ایک عظیم کاہن مقرر ہے، اس لیے آؤ ہم سچے دل اور پورے ایمان کے یقین کے ساتھ خدا کے قریب جائیں۔ ہمارے دلوں پر بدضمیر سے پاک ہونے کے لیے چھڑکاؤ ہوا ہے اور ہمارے بدن پاک پانی سے دھوئے گئے ہیں۔ ہم اپنی امید کے اقرار کو مضبوطی سے تھامے رکھیں، کیونکہ جس نے وعدہ کیا ہے وہ "وفادار ہے۔

ایک چھوٹے سے گاؤں کی کلیسیا کا پادری کسی دوسرے مقام پر منتقل ہونے والا تھا۔ وہ یہ جاننا چاہتا تھا کہ آیا گاؤں کے لوگوں نے مسیح کی نجات کے بارے میں اُس کی مسلسل تعلیم کو سمجھا تھا۔ وہ اُس کھیت میں گیا جہاں اُس کی کلیسیا کے بہت سے ارکان کام کر رہے تھے۔ اُن سے سلام دعا کے بعد اُس نے پوچھا، "کون مجھے بتا سکتا ہے کہ نجات کیا ہے؟"

ایک دیہاتی نے بھوسے کا ایک دائرہ بنایا، پھر ایک کیڑا پکڑ کر اسے دائرے کے درمیان رکھ دیا۔ اُس نے بھوسے کو آگ لگا دی۔ وہ مخلوق خطرے کو محسوس کرتے ہوئے تڑپنے لگی، لیکن خود کو بچانے سے قاصر تھی۔ اسی وقت اُس دیہاتی نے نیچے جھک کر اُس کیڑے کو اٹھایا اور اسے محفوظ جگہ پر منتقل کر دیا۔

پھر اُس نے کہا، "نجات یہ ہے کہ ایک محبت کرنے والا اور طاقتور ہاتھ تباہ ہونے والی جان تک پہنچے اور اسے آگ سے نکال کر سلامتی کی جگہ منتقل کر دے۔ یسوع نے میرے لیے اور تمام انسانوں کے لیے یہی کیا ہے۔"

پادری کا دل مطمئن ہو گیا۔

خدا مسیح میں ہو کر دنیا کو اپنے ساتھ ملا رہا تھا اور لوگوں کی خطاؤں کا حساب اُن کے ذمے" نہیں لگا رہا تھا۔ اور اُس نے میل ملاپ کا پیغام ہمارے سپرد کیا ہے" (2 کرنتھیوں 5:19)۔

IV. مسلمان مسیح کے کفارے کو کیوں رد کرتے ہیں؟

مسلمانوں کے ساتھ گفتگو سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مسیح کے کفارے کو دو بنیادی وجوہات کی بنا پر قبول نہیں کرتے:

1. مسلمان سمجھتے ہیں کہ گناہ خدا کو نقصان نہیں پہنچاتا اور نہ ہی اس کے قوانین کی خلاف ورزی کرتا ہے۔

مسلمان کے نزدیک خدا عظیم ہے۔ کوئی گناہ اسے پریشان یا غمگین نہیں کرتا۔ "تم نے اپنی باتوں سے خداوند کو اکتاہٹ پہنچائی ہے" (ملاکی 2:17) جیسی بات کا مسلمان کے لیے کوئی مفہوم نہیں۔ کوئی مسلمان خدا سے یہ نہیں کہتا، "میں نے صرف تیرے ہی خلاف گناہ کیا اور تیری نظر میں یہ بدی کی" (زبور 51:4)۔

مسلمان کے لیے گناہ کرنا امتحان میں غلط جواب دینے کے مانند ہے۔ "2+2=5" کہنا تکنیکی طور پر غلط ہے، لیکن اس سے ریاضی کے استاد کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور نہ ہی ریاضی کے قوانین کو کوئی نقصان ہوتا ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کے نزدیک یہودی اور مسیحی گناہ کی برائی کو بہت بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں اور ایک ایسی مشکل پیدا کرتے ہیں جس کا حقیقت میں وجود نہیں ہونا چاہیے۔

2. مسلمان سمجھتے ہیں کہ خدا جسے چاہے معاف کر سکتا ہے۔

مسلم سوچ کے مطابق معافی اور جنت عطا کرنا خدا کا فیصلہ ہے۔ یہ صرف اس کی مرضی پر منحصر ہے۔ پھر مسیح کی کفارہ دینے والی موت کی کیا ضرورت ہے؟ گناہ کے مسئلے کو پہلے ہی بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کے بعد، مسیحی اس معاملے کو مزید پیچیدہ بنا دیتے ہیں کہ سب کچھ درست کرنے کے لیے خدا کو خود مرنا پڑا!

ان دونوں نکات کا سادہ مسیحی جواب یہ ہے کہ خدا کی نظر میں گناہ کتنا سنگین ہے، اس کا فیصلہ ہم نہیں کر سکتے۔ یہ خدا کا اختیار ہے کہ وہ ہمیں بتائے۔ عہدِ قدیم میں موسیٰ، زبور میں داؤد، اور انجیلوں میں یسوع ہمیں خدا کے نجات کے منصوبے کو واضح طور پر بتاتے ہیں۔ کلامِ مقدس کہتا ہے، "یسوع مسیح ناصری کے نام سے... نجات کسی دوسرے کے وسیلہ سے نہیں، کیونکہ آسمان کے نیچے آدمیوں کو کوئی دوسرا نام نہیں بخشا گیا جس کے وسیلہ سے ہم نجات پا سکیں" (اعمال 4:10،12)۔

V. مصلوبیت ایک مقدس زندگی کی طرف لے جاتی ہے۔

مسیح کی صلیب ہمیں دکھاتی ہے کہ گناہ کی قیمت بہت بڑی ہے۔ خدا نے "اپنے بیٹے کو بھی نہ بچایا بلکہ ہم سب کے لیے اسے دے دیا" (رومیوں 8:32)۔ گناہ خود خدا کے خلاف بغاوت ہے۔ جب داؤد نے گناہ کیا تو اس نے خدا کے حضور اقرار کیا، "میں نے فقط تیرا ہی گناہ کیا اور تیری نظر میں یہ بدی کی ہے، تاکہ تو اپنی بات میں راست ٹھہرے اور اپنی عدالت میں پاک ثابت ہو" (زبور 51:4)۔

مسیح کے ساتھ بپتسمہ میں متحد ہو کر ایماندار کہتا ہے، "میں مسیح کے ساتھ مصلوب ہوا ہوں اور اب میں زندہ نہ رہا بلکہ مسیح مجھ میں زندہ ہے۔ اور جو زندگی اب میں جسم میں گزارتا ہوں وہ خدا کے بیٹے پر ایمان سے گزارتا ہوں، جس نے مجھ سے محبت کی اور اپنے آپ کو میرے لیے دے دیا" (گلتیوں 2:20)۔

:خدا کا کلام کہتا ہے

رومیوں 6:3-12

"کیا تم نہیں جانتے کہ ہم میں سے جتنوں نے مسیح یسوع کا بپتسمہ لیا، اس کی موت کا بپتسمہ لیا؟ پس موت کا بپتسمہ لینے سے ہم اس کے ساتھ دفن ہوئے تاکہ جس طرح مسیح باپ کے جلال کے وسیلہ سے مردوں میں سے زندہ کیا گیا، اسی طرح ہم بھی نئی زندگی میں چلیں۔ کیونکہ اگر ہم اس کی موت کی مانند اس کے ساتھ متحد ہو گئے ہیں تو یقیناً اس کے جی اٹھنے کی مانند بھی اس کے ساتھ متحد ہوں گے۔ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہماری پرانی انسانیت اس کے ساتھ مصلوب ہوئی تاکہ گناہ کا بدن بے اثر ہو جائے اور ہم آئندہ گناہ کی غلامی میں نہ رہیں... اپنے آپ کو گناہ کے اعتبار سے مردہ لیکن خدا کے اعتبار سے مسیح یسوع میں زندہ سمجھو۔ پس گناہ تمہارے فانی بدن میں حکومت نہ کرے کہ تم اس کی خواہشوں کے تابع رہو۔ اور اپنے اعضا کو گناہ کے حوالے نہ کرو کہ ناراستی کے ہتھیار بنیں بلکہ اپنے آپ کو خدا کے حوالے کرو، جیسے مردوں میں سے زندہ ہوئے، اور اپنے اعضا کو خدا کے لیے راستبازی کے ہتھیار بناؤ۔ کیونکہ گناہ تم پر حکومت نہ کرے گا، اس لیے کہ تم شریعت کے ماتحت نہیں بلکہ فضل کے ماتحت ہو۔"

2 کرنتھیوں 5:14-21

"مسیح کی محبت ہمیں مجبور کرتی ہے، کیونکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جب ایک سب کے لیے مرا تو سب مر گئے۔ اور وہ سب کے لیے مرا تاکہ جو زندہ ہیں وہ آئندہ اپنے لیے نہ جئیں بلکہ اس کے لیے جو ان کے لیے مرا اور پھر جی اٹھا۔ پس اب سے ہم کسی کو انسانی نقطۂ نظر سے نہیں دیکھتے... پس اگر کوئی مسیح میں ہے تو وہ نیا مخلوق ہے؛ پرانی چیزیں جاتی رہیں، دیکھو نئی ہو گئیں!... جو گناہ سے واقف نہ تھا، اسی کو اس نے ہمارے لیے گناہ ٹھہرایا تاکہ ہم اس میں خدا کی راستبازی بن جائیں۔"

مصلوب مسیح میں یہ نئی زندگی پاتے ہوئے ہم کہتے ہیں، "خدا نہ کرے کہ میں کسی اور چیز پر فخر کروں سوائے ہمارے خداوند یسوع مسیح کی صلیب کے، جس کے وسیلہ سے دنیا میرے لیے اور میں دنیا کے لیے مصلوب ہوا" (گلتیوں 6:14)۔

VI. صلیب محبت کی منطق بیان کرتی ہے۔

ایک یونیورسٹی کا مسلمان پروفیسر تھا جس کے پاس دو ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں تھیں اور وہ تیسری کے لیے تحقیق کر رہا تھا۔ اپنی تحقیق کے لیے اسے ایک مسیحی پادری کا انٹرویو کرنا تھا۔ پادری نے اس کا محبت سے استقبال کیا اور اس کے سوالات کے تفصیل سے جواب دیے۔ آخر میں

پروفیسر نے پادری سے پوچھا، "آپ اتنے اچھے مفکر ہیں، پھر بھی مسیحی کیسے ہیں؟ آپ کیسے یقین کر سکتے ہیں کہ قادرِ مطلق خدا کا ایک بیٹا ہے، یا وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو شریر لوگوں کے ہاتھوں مصلوب ہونے دے گا اور اسے بچائے گا نہیں؟ اور آپ کیسے یقین کر سکتے ہیں کہ معجزے کرنے والے یسوع نے اپنے دشمنوں کو ہلاک کرنے اور خود کو بچانے کے لیے کوئی معجزہ نہیں کیا؟"

پادری نے عاجزی سے رہنمائی کے لیے ایک مختصر دعا کی۔ پھر اس نے پروفیسر سے پوچھا، "کیا آپ کے بچے ہیں؟"

پروفیسر نے جواب دیا، "ہاں، میری ایک بیٹی ہے۔"

"کیا آپ نے کبھی اپنی بیٹی کو اپنی پیٹھ پر بٹھا کر چلایا ہے؟"

پروفیسر بڑے مسکراتے ہوئے بولا، "ہاں، اور کون سا باپ ایسا نہیں کرتا؟"

پادری نے کہا، "میں ایک اور سوال پوچھوں گا۔ امید ہے آپ ناراض نہیں ہوں گے۔ میں ایک بات سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

پوچھیں،" پروفیسر نے جواب دیا۔"

"آپ اپنے یونیورسٹی کے طلبہ کو اپنی پیٹھ پر کیوں نہیں بٹھاتے؟"

پروفیسر ناراض ہو گیا۔ لیکن پادری نے اسے سمجھاتے ہوئے کہا، "میں صرف یہ بات واضح کرنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ عقل اور دل کی منطق مختلف ہوتی ہے۔ گھر میں آپ دل کی منطق استعمال کرتے ہیں۔ آپ اپنی بیٹی کو اپنی پیٹھ پر بٹھاتے ہیں، اور ایسا کرنا درست ہے۔ یہ محبت کی منطق ہے۔ یونیورسٹی میں آپ عقل کی منطق استعمال کرتے ہیں۔ آپ احترام اور عزت کا مطالبہ کرتے ہیں، اور یہ بھی درست ہے۔"

پادری نے مزید کہا، "بائبل ہمیں سکھاتی ہے کہ خدا محبت ہے۔ دل کی منطق کے مطابق اس نے ہم پر رحم کیا۔ رومیوں کی کتاب کہتی ہے، 'جب ہم ابھی کمزور ہی تھے تو مسیح بے دینوں کے لیے عین وقت پر مرا۔ کسی راستباز کے لیے شاید ہی کوئی مرے، مگر کسی نیک انسان کے لیے شاید کوئی مرنے کی جرأت کرے۔ لیکن خدا اپنی محبت کی خوبی ہم پر یوں ظاہر کرتا ہے کہ جب ہم گنہگار ہی تھے تو مسیح ہمارے لیے مرا'" (رومیوں 5:6-8)۔

ایک مسلمان خاتون، جو پارلیمنٹ کی رکن تھیں، اسی پادری سے ملنے آئیں اور انہوں نے بھی یہی سوال اٹھایا: "آپ اب بھی مسیحی کیسے ہیں؟ آپ کیسے یقین کرتے ہیں کہ قادرِ مطلق خدا کا ایک بیٹا ہے اور وہ اپنے اکلوتے بیٹے کو مرنے کے لیے بھیجتا ہے؟"

پادری نے ان سے پوچھا کہ جب ان کی تین ماہ کی بیٹی، جو ہر چیز کے لیے مکمل طور پر ان پر منحصر تھی اور بدلے میں انہیں کوئی خدمت نہیں دے سکتی تھی، آدھی رات کے بعد روتی اور انہیں جگا دیتی تھی، تو وہ کیا کرتی تھیں؟ کیا یہ سچ نہیں تھا کہ جسمانی طور پر انہیں اپنی بیٹی سے کوئی فائدہ نہیں ملتا تھا؟ کیا بچی ان کے لیے پریشانی اور تکلیف نہیں تھی؟ انہوں نے

پورا دن کام کیا تھا اور اگلے دن بھی ایک طویل دن ان کا منتظر تھا۔ پادری نے کہا کہ منطقی بات تو یہ ہونی چاہیے تھی کہ اس بے فائدہ اور پریشان کرنے والے بچے کو کھڑکی سے باہر پھینک دیا جائے!

ابتدا میں اس پارلیمنٹ کی رکن کو لگا کہ پادری اپنا دماغ کھو بیٹھا ہے۔ لیکن اس نے وضاحت کی کہ وہ اپنے بچے کے ساتھ عقل کی منطق سے نہیں بلکہ دل کی منطق سے پیش آتی ہیں۔ محبت ماں کو صبح کے ابتدائی اوقات میں اٹھنے اور روتے ہوئے بچے کو آرام پہنچانے کے لیے ہر ضروری کام کرنے پر آمادہ کرتی ہے۔ وہ اس وقت تک بچے کو نہیں چھوڑے گی جب تک اسے اطمینان نہ ہو جائے۔

اسی طرح خدا اپنی محبت میں دکھ اٹھاتے ہوئے گنہگار کو جہنم میں ہلاک ہونے کے لیے نہیں چھوڑ سکتا۔ "وہ چاہتا ہے کہ سب آدمی نجات پائیں اور سچائی کی پہچان تک پہنچیں" (1 تیمتھیس 2:4)۔

کچھ لوگ صلیب میں خدا کی محبت کی منطق دیکھتے ہیں۔ دوسرے اس میں صرف غیر منطقی پن اور کمزوری دیکھتے ہیں۔ "کیونکہ صلیب کا پیغام ہلاک ہونے والوں کے لیے بے وقوفی ہے، لیکن ہمارے لیے جو نجات پا رہے ہیں خدا کی قدرت ہے... یہودی نشان مانگتے ہیں اور یونانی حکمت ڈھونڈتے ہیں، مگر ہم مصلوب مسیح کی منادی کرتے ہیں، جو یہودیوں کے لیے ٹھوکر اور غیر قوموں کے لیے بے وقوفی ہے، لیکن ان کے لیے جو بلائے گئے ہیں، خواہ یہودی ہوں یا یونانی، مسیح خدا کی قدرت اور خدا کی حکمت ہے" (1 کرنتھیوں 1:18، 22-24)۔

کیا ہم خوش قسمت نہیں کہ ہمارے والدین نے ہمارے ساتھ عقل کی منطق سے نہیں بلکہ محبت کی منطق سے برتاؤ کیا؟ اگر وہ صرف عقل کی منطق استعمال کرتے تو ہم زندہ ہی نہ ہوتے! اور جس طرح ہم بچوں کے ساتھ اپنے تعلقات میں محبت کی منطق حاصل کرتے اور آگے پہنچاتے ہیں، اسی طرح صلیب ہمیں اپنے اردگرد کے لوگوں تک خدا کی محبت کی منطق پہنچانے کی قوت دیتی ہے:

1 یوحنا 3:16-18

"ہم نے محبت کو اسی سے جانا کہ اس نے ہمارے لیے اپنی جان دی، اور ہم پر بھی لازم ہے کہ بھائیوں کے لیے اپنی جان دیں۔ جس کسی کے پاس دنیا کا مال ہو اور وہ اپنے بھائی کو محتاج دیکھ کر بھی اس پر رحم نہ کرے تو اس میں خدا کی محبت کیسے رہ سکتی ہے؟ اے عزیزو، ہم صرف بات یا زبان ہی سے محبت نہ کریں بلکہ کام اور سچائی سے بھی محبت کریں۔"

1 یوحنا 4:7-12

"اے عزیزو، ہم ایک دوسرے سے محبت رکھیں کیونکہ محبت خدا کی طرف سے ہے۔ جو کوئی محبت کرتا ہے وہ خدا سے پیدا ہوا ہے اور خدا کو جانتا ہے۔ جو محبت نہیں کرتا وہ خدا کو نہیں جانتا کیونکہ خدا محبت ہے۔ خدا نے ہمارے درمیان اپنی محبت یوں ظاہر کی کہ اس نے اپنے اکلوتے بیٹے کو دنیا میں بھیجا تاکہ ہم اس کے وسیلہ سے زندہ رہیں۔ محبت اس میں نہیں کہ

ہم نے خدا سے محبت کی بلکہ اس میں ہے کہ اس نے ہم سے محبت کی اور ہمارے گناہوں کے کفارے کے لیے اپنے بیٹے کو بھیجا۔ اے عزیزو، جب خدا نے ہم سے ایسی محبت کی تو ہم پر بھی لازم ہے کہ ایک دوسرے سے محبت کریں۔ خدا کو کبھی کسی نے نہیں دیکھا؛ اگر ہم ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں تو خدا ہم میں رہتا ہے اور اس کی محبت ہم میں کامل ہو جاتی ہے۔"

1 یوحنا 4:19-21

ہم اس لیے محبت کرتے ہیں کہ پہلے اس نے ہم سے محبت کی۔ اگر کوئی کہے، 'میں خدا سے محبت کرتا ہوں' اور اپنے بھائی سے نفرت کرے تو وہ جھوٹا ہے۔ کیونکہ جو اپنے بھائی سے، جسے اس نے دیکھا ہے، محبت نہیں کرتا، وہ خدا سے بھی محبت نہیں کر سکتا جسے اس نے نہیں دیکھا۔ اور ہمیں اس کی طرف سے یہ حکم ملا ہے کہ جو خدا سے محبت کرتا ہے وہ اپنے بھائی سے بھی محبت کرے۔"

یوحنا 3:16 انجیل کے پیغام کا خلاصہ پیش کرتا ہے: "کیونکہ خدا نے دنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔"

جب یسوع سے پوچھا گیا، "سب حکموں میں سب سے اہم کون سا ہے؟" تو اس نے جواب دیا، سب سے اہم یہ ہے: 'اے اسرائیل سن، خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ اور خداوند' اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ۔' دوسرا یہ ہے: 'اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔' ان سے بڑا اور کوئی حکم نہیں" (مرقس 12:29-31)۔

VII. صلیب ہمیں محبت کرنا سکھاتی ہے

صلیب ہمیں اپنے خاندان سے محبت کرنا سکھاتی ہے۔

مقدس کلام کلیسیا کے لیے مسیح کی محبت کو خاندانی محبت کا نمونہ قرار دیتا ہے۔ اس میں لکھا ہے:

اَے شوہرو! اپنی بیویوں سے محبت رکھو، جیسے مسیح نے بھی کلیسیا سے محبت کی اور اپنے آپ کو اُس کے لیے دے دیا، تاکہ اُسے پاک کرے اور کلام کے وسیلہ سے پانی سے دھو کر صاف کرے، اور اُسے اپنے لیے ایک ایسی جلالی کلیسیا بنا کر پیش کرے جس میں نہ داغ ہو، نہ جھری، نہ کوئی ایسی چیز، بلکہ پاک اور بے عیب ہو۔ اسی طرح شوہروں کو بھی اپنی بیویوں سے اپنے بدن کی مانند محبت رکھنی چاہیے۔ جو اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے وہ اپنے آپ سے محبت کرتا ہے۔ کیونکہ کسی نے کبھی اپنے جسم سے دشمنی نہیں کی بلکہ اسے غذا دیتا اور پرورش کرتا ہے، جیسے مسیح کلیسیا کو کرتا ہے، کیونکہ ہم اُس کے بدن کے اعضا ہیں۔ اسی

سبب سے آدمی اپنے باپ اور ماں کو چھوڑ کر اپنی بیوی کے ساتھ رہے گا اور دونوں ایک تن ہوں گے۔ یہ ایک بڑا بھید ہے، لیکن میں مسیح اور کلیسیا کی نسبت کہتا ہوں۔ بہرحال، تم میں سے ہر ایک اپنی بیوی سے اپنے جیسی محبت رکھے، اور بیوی اپنے شوہر کا احترام کرے۔" (افسیوں 5:25-32)

صلیب ہمیں اپنے دشمنوں سے بھی محبت کرنا سکھاتی ہے۔

جب ہم گنہگار ہی تھے تو مسیح ہماری خاطر مرا۔" (رومیوں 5:8)"

یہ عظیم مثال ہمیں اپنے دشمنوں سے محبت کرنا سکھاتی ہے۔ یسوع نے فرمایا:

تم نے سنا ہے کہ کہا گیا تھا، 'اپنے پڑوسی سے محبت رکھ اور اپنے دشمن سے عداوت۔' لیکن" میں تم سے کہتا ہوں، اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور جو تمہیں ستاتے ہیں اُن کے لیے دعا کرو، تاکہ تم اپنے آسمانی باپ کے بیٹے ٹھہرو۔ کیونکہ وہ اپنے سورج کو بدکاروں اور نیکوں دونوں پر چمکاتا ہے اور راست بازوں اور ناراستوں دونوں پر مینہ برساتا ہے۔ اگر تم اُن ہی سے محبت رکھو جو تم سے محبت رکھتے ہیں تو تمہارے لیے کیا اجر ہے؟ کیا محصول لینے والے بھی ایسا نہیں کرتے؟ اور اگر تم صرف اپنے بھائیوں کو سلام کرو تو دوسروں سے زیادہ کیا کرتے ہو؟ کیا غیر قوم والے بھی ایسا نہیں کرتے؟ پس تم کامل ہو، جیسے تمہارا آسمانی باپ کامل ہے۔" (متی 5:43-48)

رسول پولس نے مزید کہا:

"اَے عزیزو! اپنا انتقام نہ لینا بلکہ غضب کو موقع دو، کیونکہ لکھا ہے: 'انتقام لینا میرا کام ہے، بدلہ میں ہی دوں گا، خداوند فرماتا ہے۔' بلکہ اگر تیرا دشمن بھوکا ہو تو اُسے کھانا کھلا، اگر پیاسا ہو تو اُسے پانی پلا، کیونکہ ایسا کرنے سے تُو اُس کے سر پر آگ کے انگاروں کا ڈھیر لگائے گا۔ بدی سے مغلوب نہ ہو بلکہ نیکی کے وسیلہ سے بدی پر غالب آؤ۔" (رومیوں 12:19-21)

صلیب میں ہم محبت کی منطق کو دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں۔ ہم محبت کرنا اس لیے سیکھتے ہیں کیونکہ خدا نے پہلے ہم سے محبت کی۔ یسوع مسیح کی صلیب صرف ایک تاریخی واقعہ نہیں بلکہ روزمرہ زندگی کو بدل دینے والا تجربہ ہے۔ اگر آپ اُس کام پر ایمان رکھیں جو یسوع نے صلیب پر آپ کے لیے کیا، تو آپ اُس کے کفارے کی نجات بخش قوت کا تجربہ کر سکتے ہیں۔ اس "عظیم قربانی" میں قوت ہے۔

VII. صلیب ہمیں محبت کرنا سکھاتی ہے

صلیب ہمیں اپنے خاندان سے محبت کرنا سکھاتی ہے۔

مقدس کلام کلیسیا کے لیے مسیح کی محبت کو خاندانی محبت کا نمونہ قرار دیتا ہے۔ اس میں لکھا ہے:

اَے شوہرو! اپنی بیویوں سے محبت رکھو، جیسے مسیح نے بھی کلیسیا سے محبت کی اور اپنے" آپ کو اُس کے لیے دے دیا، تاکہ اُسے پاک کرے اور کلام کے وسیلہ سے پانی سے دھو کر صاف کرے، اور اُسے اپنے لیے ایک ایسی جلالی کلیسیا بنا کر پیش کرے جس میں نہ داغ ہو، نہ جھری، نہ کوئی ایسی چیز، بلکہ پاک اور بے عیب ہو۔ اسی طرح شوہروں کو بھی اپنی بیویوں سے اپنے بدن کی مانند محبت رکھنی چاہیے۔ جو اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے وہ اپنے آپ سے محبت کرتا ہے۔ کیونکہ کسی نے کبھی اپنے جسم سے دشمنی نہیں کی بلکہ اسے غذا دیتا اور پرورش کرتا ہے، جیسے مسیح کلیسیا کو کرتا ہے، کیونکہ ہم اُس کے بدن کے اعضا ہیں۔ اسی سبب سے آدمی اپنے باپ اور ماں کو چھوڑ کر اپنی بیوی کے ساتھ رہے گا اور دونوں ایک تن ہوں گے۔ یہ ایک بڑا بھید ہے، لیکن میں مسیح اور کلیسیا کی نسبت کہتا ہوں۔ بہرحال، تم میں سے ہر ایک اپنی بیوی سے اپنے جیسی محبت رکھے، اور بیوی اپنے شوہر کا احترام کرے۔" (افسیوں 5:25-32)

صلیب ہمیں اپنے دشمنوں سے بھی محبت کرنا سکھاتی ہے۔

جب ہم گنہگار ہی تھے تو مسیح ہماری خاطر مرا۔" (رومیوں 5:8)"

یہ عظیم مثال ہمیں اپنے دشمنوں سے محبت کرنا سکھاتی ہے۔ یسوع نے فرمایا:

تم نے سنا ہے کہ کہا گیا تھا، 'اپنے پڑوسی سے محبت رکھ اور اپنے دشمن سے عداوت۔' لیکن" میں تم سے کہتا ہوں، اپنے دشمنوں سے محبت رکھو اور جو تمہیں ستاتے ہیں اُن کے لیے دعا کرو، تاکہ تم اپنے آسمانی باپ کے بیٹے ٹھہرو۔ کیونکہ وہ اپنے سورج کو بدکاروں اور نیکوں دونوں پر چمکاتا ہے اور راست بازوں اور ناراستوں دونوں پر مینہ برساتا ہے۔ اگر تم اُن ہی سے محبت رکھو جو تم سے محبت رکھتے ہیں تو تمہارے لیے کیا اجر ہے؟ کیا محصول لینے والے بھی ایسا نہیں کرتے؟ اور اگر تم صرف اپنے بھائیوں کو سلام کرو تو دوسروں سے زیادہ کیا کرتے ہو؟ کیا غیر قوم والے بھی ایسا نہیں کرتے؟ پس تم کامل ہو، جیسے تمہارا آسمانی باپ کامل ہے۔" (متی 5:43-48)

رسول پولس نے مزید کہا:

اَے عزیزو! اپنا انتقام نہ لینا بلکہ غضب کو موقع دو، کیونکہ لکھا ہے: 'انتقام لینا میرا کام ہے" بدلہ میں ہی دوں گا، خداوند فرماتا ہے۔' بلکہ اگر تیرا دشمن بھوکا ہو تو اُسے کھانا کھلا، اگر پیاسا ہو تو اُسے پانی پلا، کیونکہ ایسا کرنے سے تُو اُس کے سر پر آگ کے انگاروں کا ڈھیر لگائے گا۔ بدی سے مغلوب نہ ہو بلکہ نیکی کے وسیلہ سے بدی پر غالب آؤ۔" (رومیوں 12:19-21)

صلیب میں ہم محبت کی منطق کو دیکھتے اور محسوس کرتے ہیں۔ ہم محبت کرنا اس لیے سیکھتے ہیں کیونکہ خدا نے پہلے ہم سے محبت کی۔ یسوع مسیح کی صلیب صرف ایک تاریخی واقعہ نہیں بلکہ روزمرہ زندگی کو بدل دینے والا تجربہ ہے۔ اگر آپ اُس کام پر ایمان رکھیں جو یسوع نے صلیب پر آپ کے لیے کیا، تو آپ اُس کے کفارے کی نجات بخش قوت کا تجربہ کر سکتے ہیں۔ اس "عظیم قربانی" میں قوت ہے۔

باب 14

مسیحی تثلیثِ مقدس پر کیوں ایمان رکھتے ہیں

مسیحی تثلیثِ مقدس پر کیوں ایمان رکھتے ہیں

تثلیث کے بارے میں عقائدی بحث—یعنی مسیحی خدا کی ذات میں تین اقانیم—بظاہر خشک اور مشکل محسوس ہو سکتی ہے۔ لیکن دعا کے بارے میں لکھتے ہوئے سی۔ ایس۔ لوئیس بیان کرتے ہیں کہ مسیحی اپنی روزمرہ زندگی میں تثلیث کے خدا کو کس طرح تجربہ کرتے ہیں:

ایک عام سادہ مسیحی دعا کرنے کے لیے گھٹنوں کے بل جھکتا ہے۔ وہ خدا سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کر رہا ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ جو چیز اسے دعا کرنے پر آمادہ کر رہی ہے، وہ بھی خدا ہی ہے؛ گویا خدا اس کے اندر موجود ہے۔ لیکن وہ یہ بھی جانتا ہے کہ خدا کے بارے میں اس کا حقیقی علم مسیح کے وسیلے سے آتا ہے، اُس انسان کے وسیلے سے جو خدا تھا—یعنی یسوع اس کے پاس کھڑا ہے، اس کی دعا میں مدد کر رہا ہے اور اس کے لیے دعا کر رہا ہے۔ دیکھیں یہاں کیا ہو رہا ہے۔ خدا ہی وہ ہستی ہے جس سے وہ دعا کر رہا ہے—وہ منزل جس تک پہنچنے کی وہ کوشش کر رہا ہے۔ خدا ہی اس کے اندر وہ قوت بھی ہے جو اسے آگے بڑھا رہی ہے—یعنی محرک قوت۔

مسیحیت تثلیث کے اپنے عقیدے میں منفرد ہے۔ قدیم مصری لوگ دیوتاؤں کی ایک تثلیث پر ایمان رکھتے تھے—اوزیرس باپ، آئسس ماں اور ہورس بیٹا۔ لیکن انہیں کبھی ایک ہی معبود نہیں سمجھا گیا۔ وہ ایک خاندان تھے اور اس وقت تین کا مجموعہ بنتے تھے جب اوزیرس اور آئسس کے ہاں بیٹا پیدا ہوا۔ اسی طرح ہندوؤں کی تثلیث، برہما، وشنو اور شیو، جو وجود ”نشوونما اور تحلیل کے ہندو کائناتی چکر کی نمائندگی کرتی ہے، کو بھی کبھی “تین میں ایک کے طور پر بیان نہیں کیا گیا۔ زیادہ سے زیادہ، دوسرے مذاہب کی الٰہی تثلیثیں خدا کے بارے میں مکمل سچائی کی ایک ابتدائی جھلک پیش کرتی ہیں—ایسی سچائی جس کا مکمل اعلان صرف مسیحیت نے کیا۔

عہدِ قدیم میں تثلیث

اس کا یہ مطلب نہیں کہ عہدِ قدیم میں تثلیث کی جھلکیاں نہیں ملتیں۔ جو بات عہدِ جدید میں واضح طور پر ظاہر ہوئی، وہ عہدِ قدیم میں پوشیدہ طور پر موجود تھی۔ چند مثالیں یہ ہیں:

- **خدا کا نام۔** خدا کے لیے عام عبرانی نام—ایلوہیم (Elohim)—جمع کی صورت میں ہے۔ بعض لوگوں نے دعویٰ کیا ہے کہ یہ جمع کی صورت عزت اور احترام ظاہر کرتی ہے، لیکن

عبرانی زبان میں یہ کوئی عام اصول نہیں ہے۔ خدا عموماً واحد کا صیغہ استعمال کرتا ہے۔ چنانچہ جب وہ جمع کا صیغہ استعمال کرتا ہے تو اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خدا کی وحدانیت سادہ نہیں بلکہ ایک پیچیدہ اور متحرک وحدانیت ہے۔ جب خدا نے انسان کو پیدا کیا تو فرمایا: "آؤ ہم انسان کو اپنی صورت پر، اپنی شبیہ کے مطابق بنائیں، تاکہ وہ سمندر کی مچھلیوں، آسمان کے پرندوں، چوپایوں، تمام زمین اور زمین پر رینگنے والے ہر جاندار پر اختیار رکھے۔" (پیدایش 1:26)

• **بابل۔** بعد میں پیدایش کی کتاب میں دنیا پرست لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا: "آؤ ہم اینٹیں بنائیں اور انہیں خوب پکائیں۔" انہوں نے پتھر کے بجائے اینٹیں اور گارے کے بجائے تارکول استعمال کیا۔ تب خداوند نے فرمایا: "آؤ ہم نیچے جائیں اور وہاں ان کی زبان میں ایسا اختلاف ڈالیں کہ وہ ایک دوسرے کی بات نہ سمجھ سکیں۔" چنانچہ خداوند نے انہیں وہاں سے تمام زمین پر منتشر کر دیا اور وہ شہر بنانا چھوڑ گئے۔ (پیدایش 11:3،7،8)

• **حکمت۔** عہدِ قدیم میں خدا کے تخلیقی کام اور اُس کی حکمرانی کے پہلو کو "حکمت" کے طور پر شخصیت دی گئی ہے۔ کلامِ مقدس کہتا ہے: "میں حکمت ہوں، میں دانائی کے ساتھ رہتی ہوں؛ میرے پاس علم اور بصیرت ہے...مجھے غرور، تکبر، بُری روش اور ٹیڑھی باتوں سے نفرت ہے۔ مشورت اور صحیح فیصلہ میرے ہیں؛ فہم اور قوت بھی میری ہے۔ میرے وسیلے سے بادشاہ حکومت کرتے اور حاکم انصاف کے قوانین بناتے ہیں...خداوند نے مجھے اپنے قدیم کاموں میں سے سب سے پہلے پیدا کیا؛ اپنے قدیم کاموں سے پہلے، ازل سے، ابتدا ہی سے، دنیا کے وجود میں آنے سے پہلے مجھے مقرر کیا گیا...جب اُس نے آسمان قائم کیے تو میں وہاں تھی، جب اُس نے گہرائی کے اوپر افق مقرر کیا...تب میں اُس کے پاس کاریگر کی مانند تھی۔ میں ہر روز اُس کی خوشی تھی، اُس کے حضور ہمیشہ شادمان رہتی تھی، اُس کی دنیا میں خوش ہوتی اور انسانوں سے خوش رہتی تھی۔" (امثال 8:12-31)

• **خدا کا روح۔** عہدِ قدیم روح القدس کو برکت، قوت، حوصلے، ثقافت اور درست حکمرانی کے سرچشمے کے طور پر ظاہر کرتا ہے۔ خیمۂ اجتماع بنانے کے لیے خدا نے یہوداہ کے قبیلے سے بصل ایل کو چنا اور فرمایا: "میں نے اسے خدا کے روح سے، حکمت، سمجھ اور ہر قسم کے ہنر میں قابلیت سے بھر دیا ہے۔" (خروج 31:3) اسی زمانے کے ایک اور واقعے میں روح القدس کا ذکر ملتا ہے: "موسیٰ نے اسرائیل کے بزرگوں میں سے ستر آدمیوں کو جمع کیا اور انہیں خیمے کے اردگرد کھڑا کیا۔ تب خداوند بادل میں نازل ہوا اور موسیٰ سے کلام کیا، اور اُس نے اُس روح میں سے جو موسیٰ پر تھی لے کر اُن ستر بزرگوں پر نازل کی۔ جب روح اُن پر ٹھہری تو وہ نبوت کرنے لگے۔" (گنتی 11:24،25)

• **یسعیاہ۔** نبی یسعیاہ نے خدا کو واحد اور جمع دونوں انداز میں اپنے بارے میں کلام کرتے ہوئے سنا: "پھر میں نے خداوند کی آواز سنی، جو فرما رہا تھا، 'میں کس کو بھیجوں؟ اور "ہماری طرف سے کون جائے گا؟'" یسعیاہ نے جواب دیا، "میں حاضر ہوں، مجھے بھیج۔ (یسعیاہ 6:8) اسی طرح ایک نبوی رویا میں یسعیاہ نے یسوع کے یہ الفاظ سنے: "میرے نزدیک

آؤ اور یہ سنو: ابتدا ہی سے میں نے پوشیدہ طور پر کلام نہیں کیا؛ جب سے یہ بات ہوئی، میں وہاں موجود ہوں۔ اور اب خداوند خدا نے مجھے اور اپنے روح کو بھیجا ہے۔" (یسعیاہ 48:16)

عہدِ جدید میں تثلیث

عہدِ قدیم میں جس "جمع" خدا کی دور سے جھلک دکھائی دیتی ہے، عہدِ جدید اس کو مزید تفصیل سے ظاہر کرتا ہے۔

سب سے پہلے روح القدس ایک واضح شخصیت کے طور پر سامنے آتا ہے۔ یوحنا بپتسمہ دینے والے نے اعلان کیا: "میرے بعد ایک آنے والا ہے جو مجھ سے زیادہ زورآور ہے، اور میں اس کی جوتیاں اٹھانے کے لائق نہیں۔ وہ تمہیں روح القدس اور آگ سے بپتسمہ دے گا۔" (متی 3:11) اس سے پہلے ہمیں بتایا گیا ہے کہ خدا باپ نے روح القدس کو کنواری مریم کے پاس بھیجا تاکہ اس سے بیٹا پیدا ہو۔ (متی 1:18-25)

تثلیثی خدا کی پہلی واضح جھلک یسوع کے بپتسمہ کے وقت نظر آتی ہے۔ متی بیان کرتا ہے: "جب یسوع بپتسمہ لے کر فوراً پانی سے اوپر آیا تو آسمان کھل گیا اور اُس نے خدا کے روح کو کبوتر کی مانند اترتے اور اپنے اوپر آتے دیکھا۔ اور آسمان سے آواز آئی، 'یہ میرا پیارا بیٹا ہے، جس سے میں خوش ہوں۔'" (متی 3:16،17)

عہدِ جدید واضح کرتا ہے کہ باپ، بیٹے اور روح القدس نے انسان کی نجات کے کام میں مختلف کردار ادا کیے ہیں۔ خدا باپ نے نجات کا منصوبہ بنایا؛ خدا بیٹے نے اسے مکمل کیا؛ اور خدا روح القدس ہمیں اسے قبول کرنے پر قائل کرتا ہے۔ یہ بات درج ذیل حوالے میں واضح ہے:

افسیوں 1:3-14

باپ:

"ہمارے خداوند یسوع مسیح کے خدا اور باپ کی حمد ہو، جس نے ہمیں مسیح میں آسمانی مقاموں پر ہر طرح کی روحانی برکت سے نوازا۔"

"اُس نے ہمیں دنیا کی تخلیق سے پہلے مسیح میں چن لیا تاکہ ہم اُس کی نظر میں پاک اور بے عیب ہوں۔ محبت میں اُس نے پہلے ہی مقرر کیا کہ یسوع مسیح کے وسیلے سے ہم اُس کے فرزند بنائے جائیں، اُس کی خوشنودی اور مرضی کے مطابق—تاکہ اُس کے جلالی فضل کی تعریف ہو، جو اُس نے ہمیں اپنے محبوب میں مفت عطا کیا ہے۔"

بیٹا:

"اُسی میں ہمیں اُس کے خون کے وسیلے سے مخلصی، یعنی گناہوں کی معافی حاصل ہے، جو خدا کے اُس فضل کی دولت کے مطابق ہے جسے اُس نے ہر طرح کی حکمت اور سمجھ کے ساتھ ہم پر کثرت سے نازل کیا۔ اُس نے اپنی مرضی کے بھید کو ہم پر ظاہر کیا، جو اُس نے

مسیح میں اپنی خوشنودی کے مطابق پہلے سے مقرر کیا تھا، تاکہ وقت کے پورا ہونے پر آسمان اور زمین کی سب چیزوں کو مسیح کے تحت ایک کر دے۔"

روح القدس:

"اور جب تم نے حق کا کلام، یعنی اپنی نجات کی خوشخبری سنی اور اُس پر ایمان لائے تو تم بھی مسیح میں شامل کیے گئے۔ تم پر اُس وعدہ کیے ہوئے روح القدس کی مہر لگائی گئی، جو ہماری میراث کی ضمانت ہے، یہاں تک کہ خدا کی ملکیت کی مخلصی مکمل ہو جائے—تاکہ اُس کے جلال کی تعریف ہو۔"

تثلیث کے عقیدے کی تاریخ

"تثلیث" کا لفظ بائبل میں موجود نہیں، لیکن یہ بائبل کی خدا کے بارے میں تعلیم کا خلاصہ ہے۔" ترتلیان (Tertullian) نے استعمال پیش کرتا ہے۔ یہ اصطلاح غالباً دوسری صدی عیسوی میں کی۔ تثلیث کی ایک تفصیلی وضاحت میں اُس نے کہا: "ہم صرف ایک خدا پر ایمان رکھتے ہیں...اس ایک خدا کا ایک بیٹا بھی ہے، اُس کا کلام، جو خود اُس سے صادر ہوا...پھر بیٹے نے اپنے وعدے کے مطابق باپ کی طرف سے روح القدس، یعنی مددگار، کو بھیجا۔" ترتلیان نے الٰہی وحدانیت کو "تثلیث" کے ساتھ متوازن کیا، جس میں باپ، بیٹے اور روح کو تین کے طور پر بیان کیا۔

ابتدائی ترین عقائد میں سے ایک "رسولوں کا عقیدہ" ہے۔ اس کی صحیح تاریخ اور اصل معلوم نہیں۔ اس میں کہا گیا ہے: "میں خدا باپ قادرِ مطلق پر ایمان رکھتا ہوں، اور یسوع مسیح اُس کے اکلوتے بیٹے ہمارے خداوند پر، جو روح القدس اور کنواری مریم سے پیدا ہوا...میں روح القدس پر ایمان رکھتا ہوں۔"

لیکن اس عقیدے کو مسیحی کلیسیا میں ہر جگہ قبول نہیں کیا گیا۔ اسکندریہ کے راہب آریوس (250-336ء) نے اس سے اختلاف کیا اور تعلیم دی کہ "کلام" خدا کی سب سے عظیم مخلوق ہے۔ اس بدعت کی تردید اسکندریہ کے مقدس اتھناسیوس (296-373ء) نے کی۔ اُس نے کہا کہ "کلام" اور باپ ایک ہی جوہر کے ہیں، برابر ہیں اور ازل سے موجود ہیں، اور اُس نے روح القدس کی مکمل الوہیت پر بھی زور دیا۔

سنہ 325ء میں مقدس اتھناسیوس نے نیقیہ کا عقیدہ مرتب کیا، جس میں آریوسی تعلیم کو بدعت قرار دے کر تثلیث کو کلیسیا کے سرکاری عقیدے کے طور پر پیش کیا گیا:

"میں ایک خدا پر ایمان رکھتا ہوں، جو قادرِ مطلق باپ اور آسمان و زمین کا خالق ہے...

اور ایک خداوند یسوع مسیح پر، جو خدا کا اکلوتا بیٹا ہے، جو تمام زمانوں سے پہلے باپ سے پیدا ہوا، خدا سے خدا، نور سے نور، حقیقی خدا سے حقیقی خدا...باپ کے ساتھ ایک ہی جوہر کا ہے...، جس کے وسیلے سے سب چیزیں پیدا ہوئیں

اور میں روح القدس پر ایمان رکھتا ہوں..."

قسطنطنیہ کی مجلس نے سنہ 381ء میں روح القدس کے بارے میں اس تعلیم کو بھی باقاعدہ طور پر قبول کیا۔

کلیسیا کی مجالس نے تثلیث کے بارے میں ایک اور بدعت کو بھی مسترد کیا جسے سبیلیوس (Sabellius) نے پیش کیا تھا۔ اس تعلیم کے مطابق باپ، بیٹا اور روح القدس ایک ہی خدا کے تین مختلف ظہور ہیں، جو مختلف ادوار میں ظاہر ہوئے۔ باپ کا دور مسیح کے مجسم ہونے پر ختم ہوا، اور روح القدس کا دور، جو پنتیکوست کے دن شروع ہوا، آج تک جاری ہے۔ کلیسیا نے اس تعلیم کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ تثلیث کے تینوں اقانیم ازل سے ایک ساتھ موجود ہیں۔

325ء اور 381ء کی مجالس کے بعد سے دنیا بھر کی کلیسیا نے باضابطہ طور پر خدا کو باپ، بیٹے اور روح القدس کی تین گنا وحدانیت کے طور پر تسلیم کیا ہے۔ مقدس اتھناسیوس کے الفاظ میں: "باپ خدا ہے، بیٹا خدا ہے اور روح القدس خدا ہے، لیکن وہ تین خدا نہیں بلکہ ایک خدا ہیں۔ باپ ازلی ہے، بیٹا ازلی ہے، روح ازلی ہے، لیکن ازلی ایک ہی ہے۔"

IV. تثلیثِ مقدس کے بائبلی ثبوت

ایک مرتبہ ایک لیکچرار نے تثلیث کے عقیدے کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا، "تین ایک کیسے ہو سکتے ہیں اور ایک تین کیسے ہو سکتا ہے؟" حاضرین میں سے ایک شخص نے اس سے پوچھا، "یہ موم بتی کیسے جلتی ہے؟" لیکچرار نے جواب دیا، "موم، بتی اور ہوا مل کر یہ روشنی پیدا کرتے ہیں جو تم دیکھ رہے ہو۔" سننے والے نے پھر پوچھا، "کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ تین مختلف چیزیں مل کر ایک روشنی کیسے پیدا کرتی ہیں؟" اس نے جواب دیا، "نہیں۔" اس شخص نے نتیجہ نکالا، "پھر تم اس روشنی پر یقین کیسے کرتے ہو جبکہ تم یہ نہیں سمجھتے کہ یہ کیسے وجود میں آتی ہے؟"

اس میں کوئی وجہ نہیں کہ خدا کی اندرونی اور حقیقی فطرت ہمارے لیے آسانی سے قابلِ فہم ہو۔ اس لیے یہ اعتراض کہ "تثلیث سمجھ میں نہیں آتی" اصل مسئلے سے متعلق نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہم کسی چیز کو سمجھ نہیں پاتے، اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ موجود نہیں ہو سکتی؛ اور نہ ہی اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ تصور ہی بے معنی ہے۔ ہم ایٹم کے ذرات، انسانی دماغ کے کام کرنے کے طریقے یا وقت کی حقیقت کو پوری طرح نہیں سمجھتے، پھر بھی مادی دنیا میں زندگی گزارنے کے لیے ان حقائق کو تسلیم کرتے اور ان پر انحصار کرتے ہیں۔ روحانی دنیا کے بارے میں یہ بات کہیں زیادہ درست ہوگی۔

تثلیث کے عقیدے کو چھ نکات میں بیان کیا جا سکتا ہے:

- بائبل ہمیں تین اشخاص سے متعارف کراتی ہے اور انہیں ایک ہی خدا قرار دیتی ہے۔
- تثلیث ایک ہی ذات/جوہر ہے، تین خدا نہیں۔
- ہر شخص کی اپنی الگ شخصیت ہے۔
- یہ تثلیث حقیقی اور ازلی ہے، محض ظاہری یا وقتی نہیں۔

- تینوں اشخاص یعنی باپ، بیٹا اور روح القدس ہم مرتبہ اور ہم رتبہ ہیں۔
- یہ عقیدہ مسیحی عقائد کو سمجھنے کی کلید ہے۔

1. خدا ایک ہے۔

نئے عہدنامے کے صفحات کے ذریعے ہم سے بات کرنے والے تمام لوگ اس واضح حقیقت کو بیان کرتے ہیں کہ خدا اپنی ذات میں ایک ہے:

- **یسوع۔** جب یسوع سے سب سے اہم حکم کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا، "اے اسرائیل، سن! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے۔ اپنے خداوند خدا سے اپنے سارے دل، اپنی ساری جان، اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ۔ دوسرا یہ ہے کہ اپنے پڑوسی سے اپنے برابر محبت رکھ۔ ان سے بڑا اور کوئی حکم نہیں" (مرقس 12:29-31)۔

اپنے آسمان پر اٹھائے جانے سے پہلے یسوع نے حکم دیا، "جاؤ اور سب قوموں کو شاگرد بناؤ، اور انہیں باپ، بیٹے اور روح القدس کے نام میں بپتسمہ دو، اور انہیں ان سب باتوں پر عمل کرنا سکھاؤ جن کا میں نے تمہیں حکم دیا ہے۔ اور دیکھو، میں دنیا کے آخر تک ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں" (متی 28:19)۔

- **پولس۔** رسول پولس کہتا ہے، "ایک ہی خدا ہے جو مختونوں کو ایمان سے اور نامختونوں کو بھی اسی ایمان کے وسیلے سے راستباز ٹھہرائے گا" (رومیوں 3:30)۔ پولس یہ بھی کہتا ہے، "خداوند یسوع ایک ہی خدا ہے" (1 تیمتھیس 2:5)، اور مسیحی برکت کے الفاظ لکھتا ہے: "خداوند یسوع مسیح کا فضل، خدا [باپ] کی محبت اور روح القدس کی رفاقت تم سب کے ساتھ ہو" (2 کرنتھیوں 13:14)۔
- **یعقوب۔** رسول یعقوب کہتا ہے، "تو ایمان رکھتا ہے کہ خدا ایک ہی ہے۔ اچھا کرتا ہے۔ بدروحیں بھی یہ ایمان رکھتی اور کانپتی ہیں" (یعقوب 2:19)۔
- **یوحنا۔** رسول یوحنا کہتا ہے، "کیونکہ آسمان پر گواہی دینے والے تین ہیں: باپ، کلمہ اور روح القدس، اور یہ تینوں ایک ہیں" (1 یوحنا 5:7)۔ یہ آیت بعض اوقات قدیم ترین بائبلی نسخوں میں نہ ہونے کی وجہ سے زیرِ بحث آتی ہے، لیکن مصنف کے مطابق آثارِ قدیمہ نے ثابت کیا ہے کہ یہ یوحنا کے خطوط کے ابتدائی نسخوں سے تعلق رکھتی ہے۔

2. باپ خدا ہے۔

خدا کے ایک ہونے کے ساتھ ساتھ، بائبل تثلیث کے ہر شخص کی الگ شناخت اور کردار کو بھی واضح کرتی ہے۔ باپ کے بارے میں ہمیں بتایا گیا ہے:

- **باپ ایمانداروں کو برکت دیتا ہے۔** "ہمارے خداوند یسوع مسیح کے خدا اور باپ کی حمد ہو، جس نے مسیح میں آسمانی مقاموں پر ہر طرح کی روحانی برکت ہمیں دی" (افسیوں 1:3)۔

• **باپ ہمیں نئی پیدائش دیتا ہے۔** "ہمارے خداوند یسوع مسیح کے خدا اور باپ کی حمد ہو! جس نے اپنی بڑی رحمت سے یسوع مسیح کے مُردوں میں سے جی اٹھنے کے وسیلے سے ہمیں زندہ امید کے لیے نئے سرے سے پیدا کیا" (1 پطرس 1:3)۔

• **باپ ہر جگہ موجود ہے۔** پولس کے مطابق، "ایک ہی خدا اور سب کا باپ ہے جو سب کے اوپر، سب کے درمیان اور سب کے اندر ہے" (افسیوں 4:6)۔

• **باپ عبادت کے لائق ہے۔** یسوع نے فرمایا، "وہ وقت آتا ہے بلکہ اب ہی ہے کہ سچے پرستار باپ کی روح اور سچائی سے پرستش کریں گے" (یوحنا 4:23)۔

• **"باپ پاک ہے۔** یسوع نے فرمایا، "اے پاک باپ! اپنے نام کے وسیلے سے ان کی حفاظت کر (یوحنا 17:11)۔

3. یسوع خدا ہے۔

بائبل یسوع مسیح کے بارے میں بھی خدا کے طور پر بیان کرتی ہے۔ یسوع کے بارے میں ہمیں بتایا گیا ہے:

• **یسوع ہمارے ساتھ خدا ہے۔** "پس خداوند آپ تمہیں ایک نشان دے گا: دیکھو، ایک "کنواری حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی، اور اس کا نام عمانوایل ['خدا ہمارے ساتھ'] رکھے گی (یسعیاہ 7:14)۔

• **یسوع قادرِ مطلق خدا ہے۔** "کیونکہ ہمارے لیے ایک بچہ تولد ہوا، ہمیں ایک بیٹا بخشا گیا، سلطنت اس کے کندھے پر ہوگی، اور اس کا نام عجیب مشیر، خدایِ قادر، ابدیت کا باپ، سلامتی کا شہزادہ ہوگا" (یسعیاہ 9:6)۔

• **یسوع کی اصل ازل سے ہے۔** بیت لحم کے بارے میں، جہاں یسوع پیدا ہوئے، نبی میکاہ نے کہا، "تجھ میں سے میرے لیے وہ نکلے گا جو اسرائیل میں حاکم ہوگا، جس کا نکلنا قدیم ایام سے بلکہ ازل سے ہے" (میکاہ 5:2)۔

• **یسوع ہمیشہ حکومت کرے گا۔** عبرانیوں کا مصنف زبور 45:6 کی پیشگوئی کو یسوع سے متعلق بیان کرتے ہوئے کہتا ہے، "لیکن بیٹے کے بارے میں کہتا ہے، 'اے خدا! تیرا تخت ابدالآباد رہے گا اور تیرے بادشاہی کا عصا راستی کا عصا ہے'" (عبرانیوں 1:8)۔

• **یسوع میں خدا کی کامل معموری موجود ہے۔** پولس کہتا ہے، "کیونکہ الوہیت کی ساری معموری اسی میں مجسم ہو کر سکونت کرتی ہے" (کلسیوں 2:9)۔

• **یسوع ازلی الفا اور اومیگا ہے۔** یسوع نے خود فرمایا، "میں الفا اور اومیگا ہوں، جو ہے، جو تھا اور جو آنے والا ہے، قادرِ مطلق" (مکاشفہ 1:8)۔

• **یسوع خداوند ہے۔** "خدا نے بنی اسرائیل کو کلام بھیجا اور یسوع مسیح کے وسیلے سے صلح کی خوشخبری سنائی، جو سب کا خداوند ہے" (اعمال 10:36)۔

• **یسوع ہر جگہ موجود ہے۔** انہوں نے فرمایا، "جہاں دو یا تین میرے نام پر جمع ہوں، وہاں میں ان کے درمیان ہوں" (متی 18:20)، اور "دیکھو، میں دنیا کے آخر تک ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں" (متی 28:20)۔

• **یسوع عبادت کے لائق ہے۔** "تاکہ یسوع کے نام پر ہر ایک گھٹنا جھکے، خواہ آسمان میں ہو، خواہ زمین پر اور خواہ زمین کے نیچے، اور ہر ایک زبان اقرار کرے کہ یسوع مسیح خداوند ہے، خدا باپ کے جلال کے لیے" (فلپیوں 2:10-11)۔

• **یسوع پاک ہے۔** فرشتے نے کنواری مریم سے کہا، "روح القدس تجھ پر نازل ہوگا اور حق تعالیٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی؛ اس لیے وہ مقدس مولود خدا کا بیٹا کہلائے گا" (لوقا 1:35)۔

• **یسوع خداوند اور خدا ہے۔** یسوع نے توما کی اس عبادت کو قبول کیا جب توما نے کہا، "اے میرے خداوند، اے میرے خدا!" (یوحنا 20:28)۔

4. روح القدس خدا ہے۔

روح القدس کے بارے میں بائبل ہمیں یہ بتاتی ہے:

• **روح القدس خدا کے لوگوں میں سکونت کرتا ہے۔** مسیح پر ایمان رکھنے والے تمام لوگوں کے بدن اس کے مقدس مندر ہیں۔ وہ ان سب میں ایک ہی وقت سکونت کرتا ہے۔ "کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارا بدن روح القدس کا مندر ہے جو تم میں بسا ہوا ہے، اور تمہیں خدا کی طرف سے ملا ہے؟ اور تم اپنے نہیں ہو" (1 کرنتھیوں 6:19)۔

• **روح القدس خدا ہے۔** روح القدس کے خلاف گناہ کرنا خدا کے خلاف گناہ کرنا ہے۔ پطرس نے حننیاہ سے، جس نے جھوٹ بولا تھا، کہا، "شیطان نے تیرے دل میں یہ بات کیوں بھر دی کہ تو روح القدس سے جھوٹ بولے اور زمین کی قیمت میں سے کچھ اپنے لیے رکھ چھوڑے؟... تو نے انسانوں سے نہیں بلکہ خدا سے جھوٹ بولا ہے" (اعمال 5:3،4)۔

• **روح القدس نبیوں کے وسیلے سے کلام کرتا تھا۔** پولس نے اپنے منکر سامعین سے کہا، "روح القدس نے تمہارے باپ دادا سے یسعیاہ نبی کے ذریعے سچ کہا تھا، جب اس نے کہا: 'اس قوم کے پاس جا کر کہو، تم سنتے رہو گے مگر سمجھو گے نہیں؛ دیکھتے رہو گے مگر تمہیں دکھائی نہیں دے گا'" (اعمال 28:25،26)۔

• **روح القدس ازلی ہے۔** بائبل کہتی ہے، "پس مسیح کا خون، جس نے ازلی روح کے وسیلے سے اپنے آپ کو بے عیب خدا کے حضور پیش کیا، تمہارے ضمیر کو مردہ کاموں سے پاک کرے گا تاکہ تم زندہ خدا کی عبادت کرو" (عبرانیوں 9:14)۔

• **روح القدس سب کچھ جانتا ہے۔** "لکھا ہے: 'جو آنکھ نے نہیں دیکھا، نہ کان نے سنا، نہ انسان کے دل میں آیا، وہ چیزیں خدا نے اپنے محبت رکھنے والوں کے لیے تیار کی ہیں'—لیکن خدا نے انہیں اپنے روح کے وسیلے سے ہم پر ظاہر کیا۔ کیونکہ روح ہر چیز، بلکہ خدا کی گہری باتوں

کو بھی دریافت کرتا ہے۔ انسانوں میں سے کون کسی انسان کی باتیں جانتا ہے، سوائے انسان کی اپنی روح کے؟ اسی طرح خدا کی باتیں بھی کوئی نہیں جانتا، سوائے خدا کے روح کے" (1 کرنتھیوں 2:9-11)۔

• **"روح القدس خداوند ہے۔** "خداوند روح ہے، اور جہاں خداوند کا روح ہے وہاں آزادی ہے (2 کرنتھیوں 3:17)۔

• **روح القدس ہر جگہ موجود ہے۔** زبور نویس خدا سے کہتا ہے، "میں تیری روح سے بچ کر کہاں جاؤں؟ یا تیری حضوری سے کہاں بھاگوں؟ اگر آسمان پر چڑھ جاؤں تو تو وہاں ہے؛ اگر پاتال میں اپنا بستر بچھاؤں تو دیکھ، تو وہاں بھی ہے۔ اگر صبح کے پروں پر اڑوں اور سمندر کی انتہا پر جا بسوں، وہاں بھی تیرا ہاتھ میری رہنمائی کرے گا اور تیرا دہنا ہاتھ مجھے سنبھالے گا" (زبور 139:7-10)۔

V. تثلیث کے اشخاص ایک دوسرے سے کیسے تعلق رکھتے ہیں

پرانا عہدنامہ خدا کی وحدانیت کی گواہی دیتا ہے اور اس وحدانیت کو ایک مرکب اور متحرک وحدانیت کے طور پر بیان کرتا ہے۔ یہ کہتا ہے:

"اے اسرائیل! سن! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے" (استثنا 6:4)۔

اسی وقت، زبور 110:1 میں لکھا ہے:

"خداوند میرے خداوند سے کہتا ہے: میرے دہنے ہاتھ بیٹھ۔"

اور امثال 30:4 پوچھتی ہیں:

"کون آسمان پر چڑھا اور پھر نیچے آیا؟... اس کا نام کیا ہے، اور اس کے بیٹے کا نام کیا ہے؟"

لہٰذا ابتدا ہی سے یہ سمجھ موجود ہے کہ خدا کوئی سادہ اور غیر مرکب وحدت نہیں، جیسا کہ مسلمان اللہ کے بارے میں یقین رکھتے ہیں۔ وہ باپ، بیٹا اور روح القدس ہے۔ تثلیث کے تینوں اشخاص میں سے ہر ایک خدا ہے۔ اور چونکہ خدا ایک ہے، اس لیے یہ تینوں اشخاص بھی ایک ہیں۔

آخرکار، بائبل ہمیں تثلیث کے تینوں اشخاص کے باہمی تعلق کے بارے میں کیا بتاتی ہے؟

• **تثلیث کے تینوں اشخاص ایک دوسرے کو جلال دیتے ہیں۔** باپ بیٹے کو جلال دیتا ہے (متی 3:17؛ 17:5؛ یوحنا 5:20-23)۔ بیٹا باپ کی عزت کرتا ہے (یوحنا 5:19، 30، 31؛ 12:28)۔ روح القدس بیٹے کو جلال دیتا ہے (یوحنا 15:26؛ 16:8-14،10)۔

• **تینوں ایمانداروں کے لیے شفاعت میں ایک دوسرے کے ساتھ کام کرتے ہیں۔** پولس کہتا ہے:

اسی طرح روح بھی ہماری کمزوری میں مدد کرتا ہے۔ کیونکہ ہم نہیں جانتے کہ دعا میں کیا" مانگنا چاہیے، لیکن روح خود ایسی آہوں کے ساتھ ہماری شفاعت کرتا ہے جنہیں الفاظ میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ اور جو دلوں کو جانچتا ہے، وہ روح کی نیت کو جانتا ہے، کیونکہ وہ مقدسوں کی شفاعت خدا کی مرضی کے مطابق کرتا ہے" (رومیوں 8:26،27)۔

یسوع بھی شفاعت کرتے ہیں:

خدا کے برگزیدوں پر کون الزام لگائے گا؟ خدا ہی ہے جو راستباز ٹھہراتا ہے۔ کون ہے جو سزا" دے گا؟ مسیح یسوع، جو مر گیا بلکہ جی بھی اٹھا، اور خدا کے دہنے ہاتھ پر ہے اور ہماری شفاعت بھی کرتا ہے" (رومیوں 8:33،34)۔

عبرانیوں کا مصنف یسوع کے بارے میں مزید کہتا ہے:

وہ ان لوگوں کو جو اس کے وسیلے سے خدا کے پاس آتے ہیں مکمل طور پر نجات دینے پر قادر" ہے، کیونکہ وہ ہمیشہ زندہ ہے تاکہ ان کی شفاعت کرے" (عبرانیوں 7:25)۔

- یسوع نے فرمایا **تینوں کے درمیان ازلی اور باہمی محبت ہے۔**:

اے باپ! میں چاہتا ہوں کہ جنہیں تو نے مجھے دیا ہے وہ بھی میرے ساتھ ہوں جہاں میں" ہوں، تاکہ وہ میرا جلال دیکھیں جو تو نے مجھے اس لیے دیا کہ دنیا کی بنیاد ڈالنے سے پہلے تو نے مجھ سے محبت رکھی" (یوحنا 17:24)۔

- یسوع نے اپنی دعا میں فرمایا **تینوں ایک دوسرے کے لیے باہمی احترام رکھتے ہیں۔**:

اور اب، اے باپ! تو اپنے حضور مجھے اس جلال سے جلال دے جو دنیا کی پیدائش سے پہلے" میرے پاس تیرے ساتھ تھا" (یوحنا 17:5)۔

- پولس لکھتا ہے **تینوں باہمی طور پر خیالات اور مشورے میں شریک ہیں۔**:

اس ابدی زندگی کی امید پر ایمان اور علم قائم ہے جس کا وعدہ خدا نے، جو جھوٹ نہیں" بولتا، ازل سے پہلے کیا تھا" (ططس 1:2)۔

اور رومیوں کے خط کے آخر میں وہ برکت کے الفاظ کہتا ہے:

اب جو تمہیں میرے انجیل اور یسوع مسیح کی منادی کے مطابق مضبوط کرنے پر قادر ہے"، اس بھید کے مکاشفے کے مطابق جو ازلی زمانوں سے پوشیدہ رہا" (رومیوں 16:25)۔

- "اور اس نے اپنی مرضی کے بھید کو ہم پر ظاہر کیا **تینوں باہمی خوشی میں شریک ہیں۔**، اپنے اس نیک ارادے کے مطابق جو اس نے مسیح میں کیا تھا" (افسیوں 1:9)۔

باب 15

مسلمانوں کو تثلیث کی وضاحت کرنا

آخرکار یہ سمجھنا ضروری ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے جس تثلیث کو رد کیا جاتا ہے، وہ بائبل کی تعلیم والی تثلیث نہیں ہے۔ مسلمان تثلیث کے بارے میں ایک غلط فہمی کو رد کرتے ہیں—اور مسیحی بھی اس غلط فہمی کو رد کرتے ہیں۔ اس غلط فہمی کی دو بنیادی وجوہات ہیں:

I. مسلمان تثلیث کو کیوں رد کرتے ہیں

1. مسلمان سمجھتے ہیں کہ تثلیث کی ساخت انسانی خاندان جیسی ہونی چاہیے۔

مسلمان کے نزدیک یہ خیال کہ خدا میں باپ اور بیٹا ہیں، لازماً یہ معنی رکھتا ہے کہ خدا نے شادی کی ہوگی، اور اس کا بیٹا ابدی نہیں بلکہ بعد میں خدا کی ذات میں شامل ہوا ہوگا۔

مسیحی یقیناً ایسا کچھ نہیں مانتے۔ خدا کی باپ ہونے کی حیثیت جسمانی نہیں بلکہ روحانی ہے۔ یہ انہی قوانین کی پابند نہیں جو انسانی باپ ہونے کے رشتے پر لاگو ہوتے ہیں۔ انسانی باپ ہونے کا تصور صرف ایک مثال ہے، جو ہمیں اس حقیقت کو کچھ حد تک سمجھنے میں مدد دیتا ہے جو ہماری سمجھ سے کہیں بالاتر ہے۔ بائبل میں "باپ" اور "بیٹا" کے الفاظ کا استعمال باپ اور اُس کے ازلی "کلام" کے تعلق کو بیان کرتا ہے۔ دونوں زمانے سے ماورا ہیں۔ دونوں روحُ القدس میں متحد ہیں۔ دونوں مکمل اور یکساں طور پر خدا ہیں۔

ہم پہلے ہی دیکھ چکے ہیں کہ "باپ" کا یہ مجازی استعمال عربی زبان میں عام ہے۔ ایک لے پالک بیٹے کا بھی ایک باپ ہوتا ہے، لیکن اس باپ نے اسے جسمانی طور پر "جنم" نہیں دیا ہوتا۔ اسی طرح قرآن بھی باپ ہونے کے تصور کو ایک استعارے کے طور پر استعمال کرتا ہے جب وہ محمد کے دشمن کو "ابو لہب"، یعنی "شعلوں کا باپ" کہتا ہے (سورۃ 111:1-5)، اور محفوظ لوح کو "اُمّ الکتاب"، یعنی "کتاب کی ماں" کہتا ہے (سورۃ 3:7، 13:39، 43:4)۔ مسیحی بھی اسی طرح ابتدائی کلیسیا کے بشپوں کو "کلیسیا کے باپ" کہتے ہیں، اور کلامِ مقدس بھی ابرہام کو "تمام ایمانداروں کا باپ" قرار دیتا ہے۔

یہ خیال کہ الوہیت کے ارکان کے درمیان لفظی والدین اور اولاد کا رشتہ ہے، مسیحیت سے بہت پہلے کے عقائد سے پیدا ہوا ہے۔ اسلام سے پہلے کے ایک عربی افسانے کے مطابق اللہ کی تین بیٹیاں تھیں: لات، عُزّیٰ اور منات (سورۃ 53:19)۔ ایک دوسرے عقیدے کے مطابق اللہ نے ایک جن کے ساتھ تعلق کے ذریعے اولاد پیدا کی (سورۃ 6:101)۔ تیسرے عقیدے کے مطابق اللہ نے ،فرشتوں میں سے کچھ کو بیٹیاں بنا کر اپنا لیا (سورۃ 17:40)۔ اور چوتھے عقیدے کے مطابق جب اللہ نے اولاد پیدا کی تو اُس نے اپنے لیے بیٹیاں پسند کیں اور بیٹے اہلِ مکہ کے لیے چھوڑ دیے (سورۃ 37:151-153 اور 43:16)۔

محمد نے بجا طور پر ان خام اور غیر مہذب عقائد کو قابلِ نفرت سمجھا۔ انہوں نے مریمائٹ "بدعت کے خلاف بھی ردِعمل ظاہر کیا، جس نے مسیحی خدا کی ذات میں "حقیقی باپ ہونے کا تصور داخل کیا اور یہ تعلیم دی کہ تثلیث باپ (خدا)، ماں (مریم) اور بیٹے (یسوع) پر مشتمل ہے۔ یہ بدعت بائبل کی تعلیم کو واضح طور پر مسخ کرتی ہے، بالکل اسی طرح جیسے یہ عقیدہ کہ یسوع نے انسانوں سے کہا کہ وہ خدا سے الگ ہو کر اُنہیں اور اُن کی ماں کو سجدہ کریں (سورۃ 5:116)۔

مستند مسیحیت نے دونوں عقائد کے خلاف مضبوطی سے موقف اختیار کیا ہے، اور ان کے خلاف اسلامی اعتراضات دراصل بدعتوں پر اعتراضات ہیں، بائبل کی سچائی پر نہیں۔

2. مسلمان سمجھتے ہیں کہ تین، تعریف کے لحاظ سے، ایک نہیں ہو سکتے۔

ایک بار پھر، یہ ایک حقیقت ہے جسے مسلمان اور مسیحی دونوں تسلیم کرتے ہیں کہ 1 + 1 + 1 برابر 3 ہوتا ہے، نہ کہ 1۔ مسیحیت بھی خدا کی وحدانیت پر اتنا ہی زور دیتی ہے جتنا اسلام۔ لیکن خدا کوئی ریاضیاتی تصور نہیں ہے۔ نہ ہی بائبل یا قرآن میں سے کوئی بھی وحدانیت" کی تشریح اس معنی میں کرتا ہے کہ خدا کی صرف ایک صفت یا صرف ایک" خصوصیت ہے۔ ڈاکٹر آر۔ تھامس اسے یوں بیان کرتے ہیں:

اختلاف کا اصل لفظ "ایک" ہے۔ مسلمان اصرار کرتے ہیں کہ اس سے مراد ایک جامد ریاضیاتی اکائی ہونی چاہیے، جبکہ ہم وحدانیت کو ایک متحرک اتحاد کے طور پر دیکھتے ہیں—ایک ایسا اتحاد جو اُس انجام کی طرف بڑھ رہا ہے جب خدا سب میں سب کچھ ہوگا۔ مسلمان وحدانیت کو مطلق معنی میں لیتے ہیں، یعنی ہر دوسری چیز سے الگ اور جدا ہونا، اور اس طرح اللہ کی انسان سے دوری اور لاتعلقی کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ پھر اسے محبت کرنے والا، رحم کرنے والا یا دکھ اٹھانے والا بیان نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن حیرت انگیز طور پر قرآن خدا کے غصے، رضا، نفرت اور محبت کا بھی ذکر کرتا ہے۔

قدرتی مظاہر وحدانیت کے جامد تصور کے خلاف گواہی دیتے ہیں۔ کیا کوئی ایسی ہستی ہے ،جس سے ہم واقف ہوں جو بالکل ناقابلِ تقسیم وحدت ہو؟ خلا کی تین جہتیں ہیں: لمبائی چوڑائی اور اونچائی۔ وقت کو ماضی، حال اور مستقبل کے طور پر ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ روشنی کے طیف میں تین بنیادی رنگ ہیں۔ ہماری ذہنی زندگی سوچنے، ارادہ کرنے اور احساس کرنے پر مشتمل ہے۔ پھر بھی ہم میں سے ہر ایک ایک ہی انسان ہے، تین نہیں۔

وحدانیت کی کئی سطحوں کا تصور کیا جا سکتا ہے: خاندانی، سیاسی اور جوہری۔ ہم پہلے سمجھتے تھے کہ ایٹم ناقابلِ تقسیم ہے، کیونکہ "ایٹموس" کا یہی مطلب ہے۔ اب ہم جانتے ہیں کہ اس میں الیکٹران، پروٹان اور نیوٹران ایک ساتھ موجود ہیں، ایک ایسی وحدت جو تقسیم بھی کی جا سکتی ہے۔ سب سے زیادہ قریبی وحدت خاندان کی ہے، جو دو، تین یا اس سے زیادہ افراد پر مشتمل ہو سکتا ہے۔

تو کیا ہم منصفانہ طور پر یہ فرض نہیں کر سکتے کہ ان مشاہدہ کی جانے والی وحدتوں سے بھی آگے ایک زیادہ گہری، عظیم اور زیادہ مضبوط وحدت موجود ہے، جو تین اقانیم کو ایک جوہر اور محبت بھری وابستگی کی تثلیث میں متحد کرتی ہے؟

قرآن تسلیم کرتا ہے کہ مریم کا بیٹا مسیح، خدا کا کلمہ اور اُس کی طرف سے ایک روح ہے (سورۃ 4:171)۔ یہ سچائی کی ایک بگڑی ہوئی صورت ضرور ہے، لیکن یہ اتنا ضرور تسلیم کرتا ہے کہ ایماندار کلام اور روح میں خدا کی وحدانیت کی تکمیل کو دیکھ سکتے ہیں۔

II. قرآنی آیات تثلیث کے صرف جھوٹے عقائد پر حملہ کرتی ہیں

قرآن کی کوئی آیت حقیقی مسیحی تثلیث پر حملہ نہیں کرتی، جو خدا باپ، اُس کے کلام یسوع مسیح، اور اُس کے روحُ القدس کی وحدت ہے۔ خدا کی ذات کی وحدانیت سے متعلق آیات جنہیں ذیل میں نقل کیا گیا ہے—حقیقت میں جھوٹے عقائد اور انحرافات کو نشانہ بناتی ہیں:

سورۃ 2:116، 117

وہ کہتے ہیں، "اللہ نے بیٹا بنا لیا ہے۔" پاک ہے وہ! جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے، سب اُسی کا ہے؛ سب اُسی کے فرمانبردار ہیں۔ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ جب وہ کسی کام کا فیصلہ کرتا ہے تو اُس سے کہتا ہے، "ہو جا"، تو وہ ہو جاتا ہے۔

- مسیحیوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ خدا نے "بیٹا بنا لیا"۔ وہ ایمان رکھتے ہیں کہ بیٹا ابتدا ہی سے باپ کے ساتھ موجود تھا۔ "ابتدا میں کلام تھا، اور کلام خدا کے ساتھ تھا، اور کلام خدا تھا۔ وہ ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا۔ سب چیزیں اُسی کے وسیلے سے پیدا ہوئیں، اور جو کچھ پیدا ہوا ہے اُس میں سے کوئی چیز بھی اُس کے بغیر پیدا نہیں ہوئی۔ اُس میں زندگی تھی، اور وہ زندگی انسانوں کا نور تھی" (یوحنا 1:1-4)۔

سورۃ 3:59

بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے۔ اُس نے اُسے مٹی سے پیدا کیا، پھر اُس سے کہا، "ہو جا"، اور وہ ہو گیا۔

- یہ مثال بنیادی طور پر اس لیے ناکام ہے کہ قرآن کی دوسری آیات میں عیسیٰ اور آدم کو مختلف بتایا گیا ہے—آدم مٹی سے پیدا ہوئے، جبکہ عیسیٰ روحُ القدس کے وسیلے سے پیدا ہوئے۔

- عیسیٰ کے بارے میں قرآن کہتا ہے: "مسیح عیسیٰ ابنِ مریم اللہ کا رسول اور اُس کا کلمہ ہے جسے اُس نے مریم کی طرف پہنچایا، اور اُس کی طرف سے ایک روح ہے؛ پس اللہ اور اُس کے رسولوں پر ایمان لاؤ" (سورۃ 4:171)۔

بائبل تعلیم دیتی ہے کہ جب خدا نے فرشتے جبرائیل کو کنواری مریم کے پاس بھیجا تو اُس نے اُس سے کہا: "اے مریم! خوف نہ کر، کیونکہ خدا کے نزدیک تجھ پر فضل ہوا ہے۔ اور

دیکھ، تو حاملہ ہوگی اور بیٹا جنے گی اور اُس کا نام یسوع رکھنا۔ وہ بزرگ ہوگا اور خدا تعالیٰ کا بیٹا کہلائے گا۔ اور خداوند خدا اُس کے باپ داؤد کا تخت اُسے دے گا، اور وہ یعقوب کے گھرانے پر ابد تک بادشاہی کرے گا، اور اُس کی بادشاہی کا آخر نہ ہوگا۔"

"مریم نے فرشتے سے کہا، "یہ کیوں کر ہوگا جبکہ میں مرد کو نہیں جانتی؟

فرشتے نے جواب دیا، "روحُ القدس تجھ پر نازل ہوگا اور خدا تعالیٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی، اس لیے وہ پاک مولود خدا کا بیٹا کہلائے گا" (لوقا 1:26-35)۔

• اس کے برعکس، سورۃ 7:12 پیدائش 2:7 سے متفق ہے کہ "خداوند خدا نے زمین کی مٹی سے انسان کو بنایا اور اُس کے نتھنوں میں زندگی کا دم پھونکا، اور انسان جیتی جان ہوا۔" سورۃ مزید بیان کرتی ہے کہ آدم نے گناہ کیا اور نوعِ انسانی کو تباہی کی طرف لے گئے۔ لیکن 2:36 سورۃ 19:19 کے مطابق، عیسیٰ پاک اور بے گناہ ہیں۔

میں اسی انداز میں اگلا حصہ بھی اردو میں ترجمہ کر سکتا ہوں۔

باپ بطور ذات، یا "جوہر"، بیٹا بطور علم، یا "دانش"، اور روحُ القدس بطور حیات، یعنی خدا کی زندگی"۔"

• یہ بیان کہ "اُس کی برتر عظمت سے یہ بات بہت بعید ہے کہ اُس کی کوئی اولاد ہو" خدا اور کسی بیوی یا شریکِ حیات کے درمیان کسی جسمانی تعلق یا اولاد پیدا کرنے کے تصور کی نفی کرتا ہے۔ قرآن میں یہ خیال دو مرتبہ بیان ہوا ہے (سورۃ 6:102 اور سورۃ 72:3)، اور دونوں مرتبہ ایک ایسے مشرکانہ عقیدے پر حملہ کیا گیا ہے جو مسیحیت سے بھی یکساں طور پر بیگانہ ہے۔ بائبل تعلیم دیتی ہے کہ خدا روح ہے (دیکھیں یوحنا 4:24)۔ لہٰذا یسوع کا باپ کے ساتھ تعلق روحانی ہے۔

سورۃ 5:17

بے شک وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا، "اللہ ہی مسیح، مریم کا بیٹا ہے۔" کہہ دیجیے، "پھر اللہ کے مقابلے میں کس کا کچھ اختیار ہے اگر وہ چاہے کہ مسیح ابنِ مریم، اُس کی ماں اور زمین پر سب لوگوں کو ہلاک کر دے؟" آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے، سب کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے، اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

• اللہ ہی مسیح، مریم کا بیٹا ہے۔" لیکن مسیحی یہ نہیں مانتے کہ خدا ہی مسیح، یعنی مسیحا ہے۔ وہ ایمان رکھتے ہیں کہ خدا باپ، بیٹا اور روحُ القدس ہے۔ یسوع خدا ہیں—لیکن خدا صرف یسوع نہیں ہے۔ خدا یسوع سے کہیں زیادہ ہے: وہ تثلیثی ذاتِ الٰہی ہے۔

• پھر اللہ کے مقابلے میں کس کا کچھ اختیار ہے اگر وہ چاہے کہ مسیح ابنِ مریم، اُس کی ماں" اور زمین پر سب لوگوں کو ہلاک کر دے؟" ہم قرآن کے اس اقتباس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ خدا کی صفات اُسے یسوع اور اُن کی ماں کو ہلاک کرنے کی اجازت نہیں دیتیں۔ اُس نے مریم کو

،مسیح کی ماں بننے کے لیے چنا اور یسوع کو دنیا کا نجات دہندہ بنا کر بھیجا! خدا کی قدرت پاکیزگی اور محبت باہم ہم آہنگ ہو کر کام کرتی ہیں۔

سورۃ 5:72-76

بے شک وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا، "اللہ ہی مسیح ابنِ مریم ہے۔" حالانکہ مسیح نے کہا، "اے بنی اسرائیل! اللہ کی عبادت کرو، جو میرا رب اور تمہارا رب ہے۔" بے شک جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے، اللہ نے اُس پر جنت حرام کر دی ہے اور اُس کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوگا۔

یقیناً وہ لوگ بھی کافر ہوئے جنہوں نے کہا، "اللہ تین میں سے تیسرا ہے"، حالانکہ ایک معبود کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اگر وہ اپنی اس بات سے باز نہ آئے تو اُن میں سے کفر کرنے والوں کو دردناک عذاب پہنچے گا۔ کیا وہ اللہ کی طرف رجوع کر کے اُس سے بخشش نہیں مانگتے؟ اور اللہ بہت بخشنے والا، نہایت رحم کرنے والا ہے۔

مسیح ابنِ مریم صرف ایک رسول تھے؛ اُن سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔ اُن کی ماں ایک پاکیزہ عورت تھیں۔ وہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ دیکھو ہم کس طرح اُن کے لیے اپنی آیات واضح کرتے ہیں، پھر دیکھو کہ وہ کس طرح منہ پھیرتے ہیں۔ کہہ دیجیے، "کیا تم اللہ کے سوا ایسی چیز کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں نقصان پہنچانے کی طاقت رکھتی ہے اور نہ فائدہ دینے کی؟ حالانکہ اللہ ہی سب کچھ سننے اور جاننے والا ہے۔"

- "،"'جہاں تک اس بیان کا تعلق ہے کہ "وہ لوگ کافر ہوئے جنہوں نے کہا: 'اللہ ہی مسیح ہے ہم دوبارہ وہی بات دہراتے ہیں جو پہلے خدا کے باپ، بیٹے اور روحُ القدس ہونے کے بارے میں کہی جا چکی ہے۔ لہٰذا اس آیت کو مسیح کی الوہیت پر حملہ نہیں سمجھا جا سکتا۔

- اللہ کی عبادت کرو، جو میرا رب اور تمہارا رب ہے۔" یسوع نے اپنے شاگردوں سے اپنے آسمان" پر اٹھائے جانے کے بارے میں کہا: "میں اپنے باپ اور تمہارے باپ، اور اپنے خدا اور تمہارے خدا کے پاس واپس جا رہا ہوں" (یوحنا 20:17)۔ انہوں نے یہ نہیں کہا، "ہمارے باپ اور ہمارے خدا"، کیونکہ خدا کے ساتھ اُن کا تعلق اُن کے شاگردوں کے تعلق سے مختلف ہے۔ اُن کی بیٹائی ازلی اور اپنے حق کے مطابق ہے؛ ہماری بیٹائی بے استحقاق ہے اور فضل کے وسیلے سے عطا کی گئی ہے۔

- جسم میں ظاہر ہونے والے خدا کے طور پر، یسوع کی دو فطرتیں تھیں۔ صرف ابنِ آدم کی حیثیت سے وہ کہتے ہیں، "میرا باپ... میرا خداوند"، کیونکہ اُس وقت اُنہوں نے اپنے آپ کو فروتن کیا اور انسان کی صورت اختیار کی تھی۔ اُنہوں نے "اپنے آپ کو خالی کر دیا اور غلام کی صورت اختیار کی، اور انسانی مشابہت میں ظاہر ہوئے" (فلپیوں 2:7)۔

- اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا۔" یسوع اللہ کے شریک نہیں ہیں۔ وہ خود خدا ہیں۔ وہ خدا کا" کوئی حصہ نہیں ہیں۔ وہ خود حقیقی خدا ہیں۔

• مسیحیوں نے کبھی یہ نہیں کہا کہ خدا "تین میں سے تیسرا" ہے۔ ہمارا خدا ایک ہی خدا ہے۔ ہاں، خدا کی وحدانیت ایک مشترکہ اور متحرک وحدت ہے، لیکن وہ پھر بھی ایک ہی ہے۔

• یسوع اور اُن کی ماں نے "کھانا کھایا"، کیونکہ یسوع مجسم خدا ہیں۔ "ابتدا میں کلام تھا، اور کلام خدا کے ساتھ تھا، اور کلام خدا تھا۔ وہ ابتدا میں خدا کے ساتھ تھا... اور کلام مجسم ہوا اور ہمارے درمیان رہا۔ ہم نے اُس کا جلال دیکھا، ایسا جلال جیسا باپ کے اکلوتے کا جلال، جو فضل اور سچائی سے معمور تھا" (یوحنا 1:1،2،14)۔

• "مسیحیوں نے کبھی اللہ کی جگہ یسوع کی عبادت نہیں کی۔ اللہ باپ، بیٹا اور روحُ القدس ہے۔

• نجات دہندہ کی حیثیت سے یسوع اُن لوگوں کو فائدہ پہنچاتے ہیں جو اُنہیں اپنے فدیہ دینے والے کے طور پر قبول کرتے ہیں۔ جو لوگ یسوع پر ایمان لانے سے انکار کرتے ہیں، وہ ہلاک ہوں گے۔ اُنہوں نے فرمایا: "کیونکہ خدا نے دنیا سے ایسی محبت رکھی کہ اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا تاکہ جو کوئی اُس پر ایمان لائے ہلاک نہ ہو بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔ کیونکہ خدا نے بیٹے کو دنیا میں اس لیے نہیں بھیجا کہ دنیا کو سزا دے بلکہ اس لیے کہ دنیا اُس کے وسیلے سے نجات پائے۔ جو اُس پر ایمان لاتا ہے اُس پر سزا کا حکم نہیں ہوتا، لیکن جو ایمان نہیں لاتا اُس پر سزا کا حکم ہو چکا، کیونکہ اُس نے خدا کے اکلوتے بیٹے کے نام پر ایمان نہیں لایا" (یوحنا 3:16-18)۔

سورۃ 5:116-118

اور جب اللہ نے فرمایا، "اے عیسیٰ ابنِ مریم! کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنا لو؟" اُس نے کہا، "تو پاک ہے! مجھے یہ حق نہ تھا کہ میں وہ بات کہتا جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوتا تو یقیناً تُو اسے جانتا۔ تُو جانتا ہے جو میرے دل میں ہے، اور میں نہیں جانتا جو تیرے دل میں ہے۔ بے شک تُو ہی پوشیدہ باتوں کو خوب جاننے والا ہے۔ میں نے اُن سے صرف وہی بات کہی جس کا تُو نے مجھے حکم دیا تھا، یعنی: اللہ کی عبادت کرو جو میرا رب اور تمہارا رب ہے۔ جب تک میں اُن کے درمیان رہا، میں اُن پر گواہ تھا، پھر جب تُو نے مجھے اٹھا لیا تو تُو ہی اُن پر نگران تھا۔ اور تُو ہر چیز پر گواہ ہے۔ اگر تُو اُنہیں عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں، اور اگر تُو اُنہیں بخش دے تو تُو ہی غالب اور حکمت والا ہے۔"

• یسوع نے کبھی یہ نہیں کہا کہ "مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا دو معبود بنا لو۔" اور مسیحیوں نے بھی کبھی یہ نہیں کہا کہ اُنہوں نے ایسا کہا تھا! خدا کی نازل کردہ کتابوں میں اس بیان کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔

مریم کنواری کے لیے تمام احترام کے باوجود، کلامِ مقدس میں انہیں کبھی بھی تثلیث میں شامل نہیں کیا گیا۔

• جب تک میں اُن کے درمیان رہا، میں اُن پر گواہ تھا، اور جب تُو نے مجھے اٹھا لیا تو تُو" ہی اُن پر نگران تھا۔" اس بیان کے مطابق یسوع وہی کام کرتے ہیں جو باپ کرتا ہے۔ دونوں گواہ ہیں۔ یسوع کا اختیار باپ کے اختیار کے برابر ہے۔

سورۃ 6:102

"اُس کی اولاد کیسے ہو سکتی ہے جبکہ اُس کی کوئی بیوی نہیں؟"

• یہی خیال سورۃ 72:3 میں بھی دہرایا گیا ہے، اور اس باب کے آغاز میں اس پر گفتگو کی جا چکی ہے۔ مسیح کی بیٹائی روحانی ہے، جسمانی نہیں، اور خدا اور کنواری مریم کے درمیان کوئی جسمانی تعلق نہیں تھا۔

سورۃ 9:30

یہودیوں نے کہا، "عُزیر اللہ کا بیٹا ہے۔" اور مسیحیوں نے کہا، "مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔" یہ اُن کے منہ کی بات ہے۔ وہ صرف اُن لوگوں کی پیروی کرتے ہیں جو اُن سے پہلے کافر تھے۔ اللہ اُن پر لعنت کرے! وہ کہاں بھٹک جا رہے ہیں!

• عہدِ قدیم میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں ملتا کہ عُزیر اللہ کا بیٹا ہے۔ بعض مسلم مفسرین کہتے ہیں کہ عُزیر سے مراد عزرا، کاتب ہے۔ اگر عُزیر بائبل کے عزرا ہی ہیں، تو یہودیوں نے کبھی انہیں اللہ کا بیٹا نہیں کہا۔ ممکن ہے کہ یہ محمد کے زمانے میں جزیرۂ عرب میں موجود کسی بدعتی فرقے کی ایجاد ہو۔

• یسوع کی خدا کے ساتھ بیٹائی اور عُزیر کی بیٹائی میں کوئی مماثلت نہیں ہے۔ یہ مثال قائم نہیں رہتی۔

سورۃ 112:1-4

کہہ دیجیے: وہ اللہ ہے، ایک ہے۔ اللہ بے نیاز ہے۔ نہ اُس نے کسی کو جنا اور نہ وہ جنا گیا۔ اور کوئی اُس کے برابر نہیں۔

• مسیحی ان آیات کے مضمون سے مسلمانوں کے ساتھ متفق ہیں، اگرچہ شاید ایک مسیحی انہیں یوں بیان کرنا پسند کرے: "کہہ دیجیے، وہ خدا ہے، ایک خدا، ابدی اور بے نیاز؛ جو نہ جنا گیا ہے اور نہ کسی کو جنتا ہے؛ اور کوئی اُس کے برابر نہیں ہے۔"

اس طرح دوبارہ بیان کرنا درج ذیل وجوہات کی بنا پر ضروری ہے:

(1) "اُس نے کسی کو جنا نہیں اور نہ وہ جنا گیا" کہنا ترتیب کی تبدیلی ہے۔ کوئی شخص پہلے جنے بغیر کسی کو جنم نہیں دے سکتا۔

اُس نے کسی کو نہیں جنا" صرف ماضی کے فعل کی نفی کرتا ہے، جبکہ "وہ کسی کو نہیں" (2) جنتا" تمام ممکنہ زمانوں کا احاطہ کرتا ہے۔

III. تثلیث کے اسلامی دلائل

1. قرآن بالواسطہ طور پر تثلیث کا ذکر کرتا ہے۔

،اگرچہ یہودی، مسیحی اور مسلمان خدا کے بارے میں گفتگو کرنے کے انداز میں مختلف ہیں لیکن حقیقت میں تینوں خدا، اُس کے کلام اور اُس کی روح پر ایمان رکھتے ہیں۔

یہودی صحائف میں لکھا ہے: "دیکھو، میرا بندہ جسے میں سنبھالتا ہوں، میرا برگزیدہ جس سے میرا دل خوش ہے۔ میں نے اُس پر اپنی روح ڈالی ہے۔ وہ قوموں میں انصاف جاری کرے گا" (یسعیاہ 42:1)۔

مسیحی صحائف میں لکھا ہے: "خدا نے ناصرت کے یسوع کو روحُ القدس اور قدرت سے مسح کیا" (اعمال 10:38)۔

قرآن کہتا ہے: "ہم نے مریم کے بیٹے عیسیٰ کو واضح نشانیاں عطا کیں اور روحُ القدس کے ذریعے اُن کی مدد کی" (سورۃ 2:87)۔ یہی الفاظ اسی سورۃ میں دوبارہ آتے ہیں (آیت 253)۔ سورۃ 5:110 میں خدا کے حوالے سے کہا گیا ہے: "اے عیسیٰ ابنِ مریم! اپنے اوپر اور اپنی ماں پر میری نعمت کو یاد کرو؛ جب میں نے روحُ القدس کے ذریعے تمہاری مدد کی۔"

قرآن کی ان تین آیات میں ہمیں باپ ملتا ہے جو تقویت دیتا ہے، یسوع ملتے ہیں جنہیں تقویت دی جاتی ہے، اور روحُ القدس ملتا ہے جس کے وسیلے سے یہ تقویت دی جاتی ہے۔

2. قرآن مسیحیوں کو موحّد سمجھتا ہے۔

سورۃ 29:46

اور اہلِ کتاب سے بحث نہ کرو مگر ایسے طریقے سے جو بہتر ہو، سوائے اُن لوگوں کے جنہوں نے تم پر ظلم کیا ہو۔ اور کہو: "ہم اُس پر ایمان لائے ہیں جو ہماری طرف نازل کیا گیا اور اُس پر بھی جو تمہاری طرف نازل کیا گیا؛ ہمارا خدا اور تمہارا خدا ایک ہی ہے، اور ہم اُسی کے فرمانبردار ہیں۔"

جیسا کہ اس کتاب کے آغاز میں بیان کیا گیا ہے، سورۃ 29:46 مسلمان پر یہ سخت ذمہ داریاں عائد کرتی ہے کہ وہ نیک یہودیوں اور نیک مسیحیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے؛ یہودیوں پر نازل ہونے والے عہدِ قدیم اور مسیحیوں پر نازل ہونے والے عہدِ جدید پر ایمان رکھے؛ اور یہ ایمان رکھے کہ یہودیوں اور مسیحیوں کا خدا بھی اُسی کا اپنا خدا ہے، جس کے سامنے اسے سرِ تسلیم خم کرنا ہے۔ دوسرے الفاظ میں، مسیحیوں کو نہ کافر سمجھا گیا ہے اور نہ مشرک۔

سورۃ 5:5

آج تمام پاکیزہ چیزیں تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں۔ اہلِ کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا اُن کے لیے حلال ہے۔ اور پاک دامن مومن عورتیں اور اُن لوگوں میں سے پاک دامن عورتیں بھی تمہارے لیے حلال ہیں جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی، بشرطیکہ تم اُن کے مہر ادا کرو، پاک دامنی اختیار کرو، نہ بدکاری کرو اور نہ خفیہ آشنائیاں رکھو۔ اور جو ایمان سے انکار کرے، اُس کا عمل ضائع ہو گیا اور آخرت میں وہ نقصان اٹھانے والوں میں ہوگا۔

اگرچہ قرآن مسلمان مرد کو مسیحی یا یہودی عورت سے شادی کرنے کی اجازت دیتا ہے، لیکن مشرک عورت سے شادی کرنے سے منع کرتا ہے۔

سورۃ 2:221 میں کہا گیا ہے: "مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لائیں۔ یقیناً ایک مومن لونڈی مشرک عورت سے بہتر ہے، خواہ وہ تمہیں کتنی ہی پسند آئے۔ اور اپنی عورتوں کا نکاح مشرک مردوں سے نہ کرو جب تک وہ ایمان نہ لائیں۔ یقیناً ایک مومن غلام ،مشرک مرد سے بہتر ہے، خواہ وہ تمہیں کتنا ہی پسند آئے۔ یہ لوگ تمہیں آگ کی طرف بلاتے ہیں جبکہ اللہ اپنے فضل سے تمہیں جنت اور بخشش کی طرف بلاتا ہے، اور لوگوں کے لیے اپنی آیات واضح کرتا ہے تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں۔"

لہٰذا یہ بات واضح ہے کہ قرآن مسیحیوں کو مشرکین سے الگ قرار دیتا ہے۔

سورۃ 4:48

بے شک اللہ اس بات کو نہیں بخشتا کہ اُس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اور اس کے علاوہ جسے چاہے بخش دیتا ہے۔ اور جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے، اُس نے بہت بڑا گناہ گھڑا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا شرک کے گناہ کے علاوہ تمام گناہوں کو معاف کر سکتا ہے۔

لیکن قرآن کہتا ہے کہ اللہ یہودیوں، مسیحیوں اور صابئین کو اس بنیاد پر بخش دیتا ہے کہ ،اُن کا ایمان توحیدی ہے۔ اس میں کہا گیا ہے: "بے شک جو لوگ ایمان لائے، اور جو یہودی نصاریٰ اور صابئین ہیں، جو کوئی بھی اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے، اُن کا اجر اُن کے رب کے پاس ہے۔ نہ اُن پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے" (سورۃ 2:62)۔

یہی خیال سورۃ 5:69 اور سورۃ 22:17 میں بھی دہرایا گیا ہے۔

IV. تثلیث کا عقیدہ ایک مسئلے کو حل کرتا ہے

مسلمان یقین رکھتے ہیں کہ خدا کی صفات ازلی اور بے شمار ہیں، لیکن اپنی ذات میں وہ ایک ہے۔ ان صفات میں زندگی، علم، قدرت، ارادہ، سننا، دیکھنا، کلام کرنا اور محبت جیسی صفات شامل ہیں۔ قرآن میں اللہ کی طرف سے موسیٰ سے یہ قول نقل کیا گیا ہے: "اور میں نے اپنی طرف سے تم پر محبت ڈال دی" (سورۃ 20:39)۔

مسئلہ یہ ہے کہ ان میں سے بہت سی صفات صرف اُس وقت معنی رکھتی ہیں جب کوئی دوسرا شخص موجود ہو۔ کوئی بھی شخص—حتیٰ کہ خدا بھی—اُس چیز کو نہیں دیکھ سکتا، سن سکتا، جان سکتا، مخاطب کر سکتا یا اُس سے محبت کر سکتا جو تعریف کے مطابق موجود ہی نہ ہو۔ اگر خدا سادہ اور یک سنگی مفہوم میں "ایک" ہے، تو ہمیں یہ فرض کرنا پڑے گا ،کہ فرشتوں یا انسانوں کی تخلیق تک، جن کے ساتھ محبت اور گفتگو کا تبادلہ ہو سکتا تھا یہ صفات جامد یا غیر استعمال شدہ رہیں۔ دوسرے الفاظ میں، تخلیق نے خدا کی صفات کی —حالت میں تبدیلی پیدا کی۔ اگر خدا کی وحدانیت وہی ہے جس پر مسلمان اصرار کرتے ہیں یعنی بالکل واحد اور سادہ—تو تخلیق سے پہلے خدا کسی سے محبت نہیں کرتا تھا۔ وہ کسی سے بات نہیں کرتا تھا۔ وہ کسی کو نہیں سنتا تھا۔ اُس کی کامل اور غیر متغیر وحدانیت میں اُس کے سوا کچھ موجود نہیں تھا۔

یہ مسئلہ تثلیث کی حقیقت میں خوبصورتی سے حل ہو جاتا ہے۔ الجزائر کے سینٹ آگسٹین نے اسے یوں بیان کیا: "خدا محبت ہے۔ محبت ازلی ہے۔ خدا کو لازماً ازلی محبت کے لیے ایک ہستی درکار تھی۔ باپ نے بیٹے سے محبت کی۔ بیٹے نے روحُ القدس سے محبت کی اور روحُ القدس نے باپ سے محبت کی۔ پھر خدا نے کہا، 'آؤ، ہم انسان کو اپنی صورت پر بنائیں۔'"

تثلیث کا عقیدہ واضح کرتا ہے کہ خدا کبھی تبدیل نہیں ہوا۔ تخلیق نے اُس کی صفات کی حالت میں کوئی تبدیلی پیدا نہیں کی۔ وہ تمام ابدیت میں حقیقی طور پر ایک ہی ہے، غیر متغیر ہے، اور ایک مشترکہ اور متحرک وحدت کی حالت میں موجود ہے۔ باپ، اُس کے کلام اور روحُ القدس کے درمیان محبت، کلام اور سماعت موجود ہے، خواہ مخلوقات کا نظام موجود ہو یا نہ ہو۔ درحقیقت، تخلیق نے خدا کے لیے محبت کو ممکن نہیں بنایا، بلکہ تخلیق خود اُس محبت کا نتیجہ تھی جو ابتدا ہی سے اُس کے اندر موجود تھی۔ محبت ہمیشہ سے خدا کی ذات کا جوہر رہی ہے۔ دنیا کی تخلیق سے پہلے باپ بیٹے سے محبت کرتا تھا۔ بیٹا باپ سے محبت کرتا ہے۔ اور دونوں روحُ القدس سے محبت کرتے ہیں۔ ان تینوں اقانیم کے درمیان یہ ازلی محبت صرف انسان کے ساتھ خدا کے تعلق میں بھی ظاہر ہوئی ہے۔

یہ محبت دعاؤں کا جواب دیتی ہے۔ قرآن میں خدا کی طرف سے یہ قول نقل کیا گیا ہے: "مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری دعا قبول کروں گا" (سورۃ 40:60)۔ خدا اپنے لوگوں کی دعاؤں کا جواب دیتا ہے۔ یسوع نے بھی یہی فرمایا: "جب تم دعا کرو تو اپنی کوٹھڑی میں جاؤ، دروازہ بند کرو اور اپنے اُس باپ سے دعا کرو جو پوشیدہ ہے۔ پھر تمہارا باپ، جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے، تمہیں اجر دے گا" (متی 6:6)۔

ازلیت سے خدا اپنے اندر جاننے والا اور جانا جانے والا، سمجھنے والا اور سمجھا جانے والا، چاہنے والا اور مطلوب، دیکھنے والا اور دیکھا جانے والا، سننے والا اور سنا جانے والا، محبت کرنے والا اور محبوب رہا ہے۔ ایسی خود کفالت اُس خدا میں ممکن نہیں جو بالکل، مجرد اور ریاضیاتی معنی میں "ایک" ہو۔ درحقیقت، مسلمان جس "وحدانیت" پر ایمان رکھتے ہیں، وہ حقیقت میں مکمل وحدانیت نہیں ہے، کیونکہ اللہ کی وہ محبت جو وہ اپنی مخلوق کے لیے ظاہر کرتا

ہے، ایک ایسی صفت ہے جو تخلیق کے وجود میں آنے سے پہلے اُس میں موجود نہیں ہو سکتی تھی۔ لہٰذا خود اللہ ایک حالت سے دوسری حالت میں تبدیل ہوا ہے۔

V. تثلیث کی وضاحت کے لیے مثالیں

تثلیث کے عقیدے کی وضاحت کے لیے کئی مثالیں دی جا سکتی ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی مثال مددگار ہو تو اسے استعمال کریں۔ تاہم یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ مثالوں کی اپنی حدود ہوتی ہیں۔ وہ صرف ایسی محرکات ہیں جو ہمیں ایک ایسی غیر مرئی حقیقت کی ساخت کو سمجھنے میں مدد دیتے ہیں جسے ہم براہِ راست نہیں دیکھ سکتے۔ علی ابنِ ابی طالب کے بارے میں منقول ہے: "خدا کی ذات کے بارے میں بحث کرنا کفر ہے۔" یہ بھی منقول ہے: "جو کچھ تمہارے ذہن میں آیا ہے وہ تمہاری اپنی کیفیت ہے، جبکہ خدا اس کے برعکس ہے۔"

تثلیثی خدا کی ممکنہ مثالیں:

- **انسان:** انسان جسم، ذہن اور روح پر مشتمل ہے، لیکن ایک ہی وجود ہے۔
- **ذہن:** ذہن تخیل، فہم اور حافظے پر مشتمل ہے، لیکن ایک ہی مظہر ہے۔
- **آگ:** آگ حرارت، روشنی اور شعلے پر مشتمل ہے، لیکن وہ ایک ہی آگ ہے۔
- **سورج:** سورج کی ایک شکل ہے اور وہ حرارت اور روشنی دیتا ہے، لیکن وہ ایک ہی جسم ہے۔
- **پھل:** پھل کا حجم، ذائقہ اور خوشبو ہوتی ہے، لیکن وہ ایک ہی چیز ہے۔
- **پانی:** پانی مائع، بخارات یا برف کی شکل میں موجود ہو سکتا ہے، لیکن وہ ایک ہی مادہ ہے۔
- **مکعب:** مکعب کی تین جہتیں ہوتی ہیں، لیکن وہ ایک ہی شکل ہے۔

—شاید تثلیث کی بہترین وضاحت—اور یہ بھی کہ مسیحی تثلیث کو سمجھنے تک کیسے پہنچے میں کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں *Mere Christianity* سی۔ ایس۔ لوئیس نے اپنی کتاب:

آپ جانتے ہیں کہ خلا میں آپ تین طریقوں سے حرکت کر سکتے ہیں—دائیں یا بائیں، آگے یا پیچھے، اوپر یا نیچے۔ ہر سمت ان تین میں سے ایک ہوتی ہے یا ان کا کوئی امتزاج۔ انہیں تین ابعاد کہا جاتا ہے۔

اب اس بات پر غور کریں: اگر آپ صرف ایک بُعد استعمال کر رہے ہوں تو آپ صرف سیدھی لکیریں کھینچ سکتے ہیں۔ اگر آپ دو ابعاد استعمال کریں تو آپ ایک شکل بنا سکتے ہیں، مثلاً ایک مربع۔ اور ایک مربع چار سیدھی لکیروں سے بنتا ہے۔

اب ایک قدم آگے بڑھیں۔ اگر آپ کے پاس تین ابعاد ہوں تو آپ وہ چیز بنا سکتے ہیں جسے ہم ٹھوس جسم کہتے ہیں، مثلاً ایک مکعب، جو پاسے یا چینی کے ایک ڈلے کی طرح ہوتا ہے۔ اور ایک مکعب چھ مربعوں سے بنا ہوتا ہے۔

کیا آپ بات سمجھ رہے ہیں؟ ایک بُعد کی دنیا ایک سیدھی لکیر ہونی چاہیے۔ دو بُعدی دنیا میں آپ کو اب بھی سیدھی لکیریں ملتی ہیں، لیکن بہت سی لکیریں مل کر ایک شکل بناتی ہیں۔ تین بُعدی دنیا میں بھی آپ کو سیدھی لکیریں ملتی ہیں، لیکن بہت سی لکیریں مل کر ایک ٹھوس جسم بناتی ہیں۔

دوسرے الفاظ میں، جب آپ زیادہ حقیقی اور پیچیدہ سطحوں کی طرف بڑھتے ہیں تو آپ اُن چیزوں کو پیچھے نہیں چھوڑتے جو آپ نے سادہ سطحوں پر پائی تھیں۔ وہ اب بھی موجود رہتی ہیں، لیکن نئے طریقوں سے ایک دوسرے کے ساتھ مل جاتی ہیں—ایسے طریقوں سے جن کا آپ تصور نہیں کر سکتے اگر آپ صرف سادہ سطحوں کو جانتے ہوں۔

اب خدا کے بارے میں مسیحی تصور میں بھی یہی اصول شامل ہے۔ انسانی سطح سادہ اور نسبتاً محدود سطح ہے۔ انسانی سطح پر ایک شخص ایک وجود ہے، اور کوئی بھی دو افراد دو الگ وجود ہوتے ہیں، بالکل اسی طرح جیسے دو بُعدی دنیا میں، مثلاً کاغذ کے ایک چپٹے صفحے پر، ایک مربع ایک شکل ہے اور دو مربع دو الگ شکلیں ہیں۔

خدائی سطح پر آپ کو اب بھی شخصیات ملتی ہیں، لیکن وہاں وہ نئے طریقوں سے متحد ہیں جن کا ہم، جو اُس سطح پر زندگی نہیں گزارتے، تصور نہیں کر سکتے۔ خدا کی بُعد میں، اگر یوں کہا جائے، آپ ایک ایسی ہستی پاتے ہیں جو تین اقانیم پر مشتمل ہوتے ہوئے بھی ایک ہی وجود ہے، بالکل اسی طرح جیسے ایک مکعب چھ مربعوں پر مشتمل ہوتے ہوئے بھی ایک ہی مکعب رہتا ہے۔

یقیناً ہم ایسی ہستی کو مکمل طور پر سمجھ نہیں سکتے۔ بالکل اسی طرح جیسے اگر ہماری ساخت ایسی ہوتی کہ ہم صرف دو ابعاد کو محسوس کر سکتے، تو ہم اس کا صرف ایک مدھم سا تصور کر سکتے۔ اور جب ہم ایسا کرتے ہیں تو پہلی مرتبہ ہمیں کسی ایسی ہستی کا ایک مثبت تصور، خواہ کتنا ہی مدھم کیوں نہ ہو، حاصل ہوتا ہے جو محض ایک شخص سے بڑھ کر ہے—یعنی ایسی حقیقت جو ایک شخص سے زیادہ ہے۔

یہ ایسی چیز ہے جس کا ہم کبھی خود اندازہ نہیں لگا سکتے تھے، لیکن جب ہمیں اس کے بارے ،میں بتایا جاتا ہے تو تقریباً یوں محسوس ہوتا ہے کہ ہم اس کا اندازہ خود بھی لگا سکتے تھے کیونکہ یہ اُن تمام چیزوں کے ساتھ اتنی اچھی طرح مطابقت رکھتی ہے جنہیں ہم پہلے سے جانتے ہیں۔

آپ پوچھ سکتے ہیں، "اگر ہم تین اقانیم والی ہستی کا تصور نہیں کر سکتے تو اُس کے بارے میں بات کرنے کا کیا فائدہ ہے؟"

حقیقت میں، صرف اُس کے بارے میں بات کرنے کا کوئی فائدہ نہیں۔ اہم بات یہ ہے کہ ہم حقیقتاً اُس تین اقانیم والی زندگی میں شامل ہو جائیں، اور یہ کسی بھی وقت شروع ہو سکتی ہے—ابھی، آج رات بھی، اگر آپ چاہیں۔

لوئیس آخر میں کہتے ہیں:

اور اسی طرح علمِ الٰہیات کا آغاز ہوا۔ لوگ پہلے ہی ایک مبہم انداز میں خدا کو جانتے تھے۔ پھر ایک شخص آیا جس نے دعویٰ کیا کہ وہ خدا ہے، لیکن وہ ایسا شخص نہیں تھا جسے پاگل کہہ کر نظر انداز کیا جا سکتا۔ اُس نے لوگوں کو اپنے بارے میں یقین کرنے پر مجبور کیا۔ اُنہوں نے اُسے اُس وقت دوبارہ دیکھا جب وہ اُسے قتل ہوتے دیکھ چکے تھے۔

پھر جب وہ ایک چھوٹی سی جماعت یا برادری کی صورت میں تشکیل پا گئے، تو اُنہوں نے محسوس کیا کہ خدا کسی طرح اُن کے اندر بھی موجود ہے—اُن کی رہنمائی کر رہا ہے اور انہیں ایسے کام کرنے کے قابل بنا رہا ہے جو وہ پہلے نہیں کر سکتے تھے۔

اور جب انہوں نے ان تمام باتوں کو سمجھنے کی کوشش کی تو انہیں احساس ہوا کہ وہ ایک ایسے خدا کی مسیحی تعریف تک پہنچ چکے ہیں جو تین اقانیم میں ایک ہے۔

اسلامی تاریخ کی اہم تاریخیں

ء محمد کی پیدائش۔**570**

ء محمد کی خدیجہ سے شادی۔**595**

ء محمد پر پہلی وحی کا نزول۔**610**

ء ہجرت—محمد مدینہ منتقل ہوئے؛ یہ اسلامی عہد کا پہلا سال تھا۔**622**

ء جنگِ بدر—مسلمانوں نے مکہ کی افواج کو شکست دی۔**624**

ء مکہ والوں نے اُحد میں مسلمانوں کی فوج کو شکست دی۔**625**

ء جنگِ خندق، محاصرۂ مدینہ—مسلمان کامیاب ہوئے۔**627**

ء بازنطینی افواج نے مسلم فوج کو شکست دی۔**629**

ء محمد کی افواج نے مکہ فتح کر لیا۔**630**

ء محمد کا مکہ کا آخری حج اور وفات۔**632**

ء–634ء خلافتِ ابو بکر۔**632**

ء–644ء خلافتِ عمر۔**634**

644۔ خلافتِ عثمان ء**656**–

656۔ خلافتِ علی ء**661**–

661۔ اموی خاندان کی حکومت ء**750**–

674۔ مسلمانوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا ء

680۔ کربلا میں حسین کی وفات ء

711۔ مسلمانوں نے شمالی افریقہ سے اسپین میں داخل ہو کر اسے فتح کرنا شروع کیا ء

732۔ جنگِ ٹورز—چارلس مارٹل نے مسلمانوں کو شکست دی ء

750۔ عباسی خاندان کی حکومت ء**1258**–

786۔ بغداد میں ہارون الرشید کی خلافت ء**809**–

870۔ مسلمانوں نے مالٹا پر قبضہ کیا ء

1091۔ مسیحی افواج نے سسلی اور مالٹا دوبارہ حاصل کر لیے ء

1099۔ صلیبی جنگجوؤں نے یروشلم پر قبضہ کر لیا ء

1187۔ جنگِ حطین—صلاح الدین ایوبی نے صلیبیوں کو شکست دی ء

1203۔ شمالی ہندوستان میں مسلم حکومت کا آغاز ء

1227۔ چنگیز خان کی وفات ء

1405۔ تیمور کی وفات ء

1453۔ قسطنطنیہ کا مسلمانوں کے ہاتھوں سقوط ء

1492۔ مسلمانوں کو اسپین سے نکال دیا گیا ء

1517۔ خلافت عثمانی سلاطین کے قبضے میں آگئی ء

1923۔ خلافت کا خاتمہ ء

اصطلاحات و تعریفات

ABU
بہت سے عرب مردوں کے ناموں میں استعمال ہونے والا ایک جز، جس کا مطلب "باپ" ہے۔ مثال کے طور پر ابو داؤد کا مطلب "داؤد کا باپ" ہے۔

ADHAN
مسلمانوں کو اجتماعی نماز کے لیے بلانے کی اذان۔

AHL AL-KITAB
اہلِ کتاب"—یہ عنوان قرآن یہودیوں اور مسیحیوں کے لیے استعمال کرتا ہے، کیونکہ انہیں" الٰہی وحی دی گئی تھی (دیکھیں سورۃ 3:72، 113)۔ ابتدا میں محمد نے کہا: "جو کسی یہودی یا مسیحی پر ظلم کرے گا، قیامت کے دن میں اُس کے خلاف مدعی ہوں گا۔" تاہم اپنی زندگی کے آخری وقت میں بظاہر اُنہوں نے اپنا موقف بدل دیا اور کہا: "جزیرۂ عرب میں دو مذاہب برداشت نہیں کیے جانے چاہئیں۔" ابو بکر نے عرب میں رہنے والے اہلِ کتاب کے بارے میں اپنے پیغام میں اسی اصول کا اطلاق کیا۔

AHMADIA
ایک بدعتی مسلم فرقہ، جسے مرزا غلام احمد قادیانی (پنجاب کے قادیان سے) نے قائم کیا۔ اسلام سے اس کے نمایاں اختلافات مسیحیات، مہدی اور جہاد ("مقدس جنگ") کے عقائد کے گرد مرکوز ہیں۔ احمدیہ کا عقیدہ ہے کہ یسوع صلیب پر نہیں مرے، بلکہ اپنی ظاہری موت اور قیامت کے بعد انجیل کی منادی کے لیے کشمیر منتقل ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ وہاں وہ 120 سال کی عمر تک زندہ رہے۔ احمدیہ کا عقیدہ ہے کہ یسوع سری نگر میں دفن ہیں اور اُن کی قبر کو غلطی سے یوز آسف نامی ایک نبی کی قبر سمجھا جاتا ہے۔

مہدی کے منصب اور جہاد کے بارے میں احمدیہ تعلیم دیتے ہیں کہ مہدی کا مشن امن کا مشن ہے، اور بے ایمانوں کے خلاف جہاد پُرامن ذرائع سے کیا جانا چاہیے، جنگی ہتھیاروں کے ذریعے نہیں۔ ہر حال میں حکومت کی مخلصانہ اطاعت ضروری ہے۔ خود مہدی کو یسوع اور محمد دونوں کا اوتار اور اسی وقت کرشن کا اوتار سمجھا جاتا ہے۔

AL-BAIDAWI
ناصر الدین عبداللہ، ایک معروف مسلم مفسر، جن کا انتقال 1286ء میں ہوا۔ اُن کی تفسیر کا نام *انوار التنزیل و اسرار التأویل* ہے۔

AL-JALALAN
وہ تفسیر جو جلال الدین سیوطی اور جلال الدین محلی نے لکھی۔

AL-KALBI
ابن السائب، حدیث کے راوی اور مؤرخ۔ 763ء میں وفات پائی۔

AL-RAZI
فخر الدین، ایک مسلم مفسر۔ اُن کی تفسیر کا نام *التفسیر الکبیر* ہے۔

AL-SUDDI
اسماعیل بن عبدالرحمن، جنہوں نے انس بن مالک سے حدیث سنی اور حسین بن علی بن ابی طالب کو دیکھا۔

AL-SUYUTI
جلال الدین عبدالرحمن، مسلم عالم اور مفسر (1445ء–1505ء)۔

AL-TABARI
ابو جعفر محمد بن جریر (وفات 923ء)، ایک مسلم مفسر۔ اُن کی تفسیر کا نام *جامع البیان فی تفسیر القرآن* ہے۔

AL-ZAMAKHSHARI
ابوالقاسم محمود (1075ء–1144ء)، قرآن کے ایک معروف مفسر۔ اُن کی تفسیر کا نام *الکشاف* ہے۔

ARABIC
ایک سامی زبان جو عبرانی اور سریانی کے اسی لسانی گروہ سے تعلق رکھتی ہے۔ قرآن اور مسلمانوں کی مقررہ دعاؤں کی زبان۔

ASHURA
شیعہ مسلمانوں کی طرف سے محرم کے پہلے دس دنوں کے لیے استعمال ہونے والا نام، جب وہ کربلا میں حسین کی وفات کی یاد مناتے ہیں۔

AYATOLLAH
شیعہ عالمِ دین کے لیے سب سے اعلیٰ لقب۔

BASMALA
بسم اللہ الرحمن الرحیم" کہنا، یعنی "اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان، بہت رحم کرنے والا" ہے۔

CALIPH
محمد کی وفات کے بعد اسلام کے مذہبی اور سیاسی رہنما کے لیے استعمال ہونے والا لقب۔

DA'WA
اسلام میں شامل ہونے کی دعوت۔

EKREMA
محمد کے ایک صحابی ("قریبی ساتھی")۔ 634ء میں وفات پائی۔

FATIHA
قرآن کی پہلی سورت۔

HADITH, THE
مجموعی طور پر اُن روایات کا مجموعہ جن میں محمد کے اقوال، اعمال، اجازتوں اور احکامات بیان کیے گئے ہیں۔ حدیث کی صرف کچھ کتابیں مستند تسلیم کی جاتی ہیں، اور شیعہ اور سنی مسلمان ان کتابوں کے بارے میں مختلف آراء رکھتے ہیں جنہیں وہ مستند مانتے ہیں۔ قرآن کے بعد حدیث اسلامی قانون اور طرزِ زندگی کا دوسرا اہم ترین ماخذ ہے، اور اسی حیثیت سے یہ طرزِ عمل کا نمونہ اور قانون کی بنیاد فراہم کرتی ہے۔

HIJRA
محمد اور اُن کے پیروکاروں کی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت، جس سے مسلم تاریخ کا آغاز ہوتا ہے۔ مسلم تقویم کا پہلا سال 622ء تھا۔

IBN
"بہت سے مسلمان مردوں کے ناموں میں استعمال ہونے والا ایک جز، جس کا مطلب "کا بیٹا ہے۔ مثلاً ابن عباس کا مطلب "عباس کا بیٹا" ہے۔

IBN ABBAS
محمد کے چچا زاد بھائی۔ انہوں نے محمد کی بہت سی احادیث روایت کیں۔ قرآن پر اُن کی تفسیر کا عنوان *تنویر المقیاس* ہے۔

IKHWAN AL-SAFA'
لفظی معنی "پاکیزگی کے بھائی"—بصرہ، عراق میں قائم ہونے والی ایک خفیہ عرب جماعت۔ اس گروہ نے دسویں صدی عیسوی کے دوسرے نصف میں ایک فلسفیانہ اور مذہبی انسائیکلوپیڈیا *رسائل اخوان الصفا و خلان الوفا* ("پاکیزگی کے بھائیوں اور وفادار دوستوں کے رسائل") مرتب کیا۔

IMAM
اسلامی مذہبی رہنما یا بزرگ۔ مسجد میں نماز کی امامت کرنے والے شخص کے لیے بھی یہ لقب استعمال ہوتا ہے۔

INJIL
انجیل کے لیے عربی لفظ۔ تاہم قرآن میں یہ لفظ پورے عہدِ جدید کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

ISLAM
"محمد کی قائم کردہ مذہب۔ یہ لفظ ایک ایسے مادے سے نکلا ہے جس کے معنی "سپردگی، فرماں برداری" یا "تابعداری" ہیں۔"

ISTIA'ZA
لفظی معنی "پناہ طلب کرنا"، یعنی یہ کہنا: "أعوذ باللہ من الشیطان الرجیم" ("میں مردود شیطان سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں")۔ شیطان کی مداخلت سے مومن کو محفوظ اور مقدس رکھنے کے لیے مسلمان یہ کلمہ ادا کرتے ہیں۔

JINN, THE
بھی اسی سے "genie" فرشتوں جیسے مافوق الفطرت مخلوقات (واحد: جِنّی؛ انگریزی لفظ ماخوذ ہے)۔ جنّ آگ سے پیدا کیے گئے اور انہوں نے محمد کی تبلیغ سنی۔ ان میں سے بعض ایمان لائے اور مسلمان ہو گئے؛ جبکہ بعض نے انہیں رد کر دیا اور اُن کے لیے جہنم مقرر ہے۔ جنّات پر ایمان عوامی اسلام میں عام ہے۔ ابتدائی صدیوں کے سرکاری اسلام میں بھی اسے تسلیم کیا جاتا تھا، اور آج بھی بعض گروہوں میں یہ عقیدہ موجود ہے۔

KA'ABA
اس کا لفظی مطلب "مربع" یا "مکعب" ہے۔ مکہ میں واقع وہ چھوٹی عمارت جسے کعبہ کہا جاتا ہے (جسے بیت اللہ، یعنی "خدا کا گھر" بھی کہا جاتا ہے)، مسجدِ حرام کے صحن میں واقع ہے اور اس میں مشہور حجرِ اسود موجود ہے۔ کعبہ حج اور عبادت کا مرکز ہے اور وہ سمت ہے جس کی طرف تمام مسلمان نماز کے وقت رخ کرتے ہیں۔

MU'ADHIN
"وہ شخص جو مسجد کے مینار سے دن میں پانچ مقررہ اوقات پر اذان، یعنی "نماز کی پکار"، بلند آواز سے دیتا ہے۔

QURAN
اسلام کی مقدس کتاب۔ اس کی مکمل کتابت عہدِ جدید کے تقریباً دو تہائی حجم کے برابر ہے۔

RA'INA
عربی لفظ، جس کا مطلب "ہماری بات سنو" ہے—یہودیوں نے محمد سے یہ کہا تھا۔ عام بول چال میں اس کا مطلب "ہم سنتے ہیں اور نافرمانی کرتے ہیں" یا "ہم ایسے سنتے ہیں جیسے سن ہی نہیں رہے" ہے۔

SHARIA'
قرآن اور حدیث پر مبنی مذہبی قانون۔

SHIA'
اسلام کا ایک فرقہ، جو علی کے پیروکاروں نے قائم کیا۔ علی چوتھے خلیفہ تھے اور محمد کی بیٹی فاطمہ کے شوہر تھے۔

SUFI
اسلام کے ایک صوفی یا عارف کے لیے استعمال ہونے والی اصطلاح۔ بہت سے بڑے اسلامی علما اور شعرا نے مذہب کی صوفیانہ تشریح کو اپنایا ہے۔

SUNNI
اسلام کی روایتی شاخ، جو بہت بڑی اکثریت پر مشتمل ہے۔ عرب اور بحیرۂ روم کے ممالک کے بیشتر مسلمان، نیز ہندوستان اور مشرق کے مسلمانوں کی اکثریت اسی سے تعلق رکھتی ہے۔

SURA
قرآن کا ایک باب۔

TORAH
خاص طور پر بائبل کی پہلی پانچ کتابیں۔ تاہم قرآن میں یہ لفظ پورے عہدِ قدیم کے لیے استعمال کیا گیا ہے۔

WAHB IBN MUNABBEH
ایک مؤرخ، جو قدیم اقوام اور انبیاء کے بارے میں وسیع علم رکھتا تھا۔ 732ء میں وفات پائی۔

ZEMZEM
مکہ میں واقع وہ کنواں جہاں مسلم روایت کے مطابق ہاجرہ نے اپنے بیٹے کی پیاس بجھائی۔

اسلامی تفاسیر اور کتبِ حدیث

ابو داؤد، سلیمان بن الاشعث، حدیث (قاہرہ: n.d.)۔
البیضاوی، ناصر الدین، عبداللہ، انوار التنزیل (قاہرہ: n.d.)۔
البخاری، محمد بن اسماعیل، صحیح (قاہرہ: n.d.)۔
الغزالی، ابو حامد، احیاء علوم الدین (قاہرہ: n.d.)۔
الہندی، علاء الدین متقی، کنز العمال
(حیدرآباد: 1974)۔
الجلالان ("دو جلال" – جلال الدین المحلی اور
جلال الدین السیوطی)، تفسیر الجلالین (قاہرہ: n.d.)۔
القرطبی، ابو عبداللہ بن احمد الانصاری، الجامع
لکلام القرآن (قاہرہ: n.d.)۔
الرازی، فخر الدین، مفاتیح الغیب (قاہرہ: 1932)۔
السیوطی، جلال الدین، الدر المنثور (ایک تفسیر)
(قاہرہ: n.d.)۔
السیوطی، جلال الدین، اسباب النزول (قاہرہ: n.d.)۔
السیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن (قاہرہ: n.d.)۔
الطبری، ابو جعفر محمد بن جریر، جامع البیان،
(قاہرہ: 1968)۔
الثعالبی، ابو اسحاق احمد، عرائس المجالس (قاہرہ: n.d.)۔
الترمذی، ابو عبداللہ بن محمد، سنن
(قاہرہ: 1934)۔
الزمخشری، ابو القاسم محمود، الکشاف
(قاہرہ، n.d.)۔
ابن عباس، تنویر المقیاس (قاہرہ: n.d.)۔
ابن حنبل، احمد، مسند (قاہرہ، n.d.)۔

ابن ہشام، محمد کی سیرت
(ویلاخ: لائٹ آف لائف، 1997)۔
۔(n.d. :قاہرہ) ابن کثیر، اسماعیل، تفسیر القرآن العظیم
ابن کثیر، اسماعیل، البدایہ والنہایہ، دار الشعب
(قاہرہ: n.d.)۔
۔(n.d. :قاہرہ) ابن سعد، طبقات
مسلم، ابن الحجاج، صحیح (قاہرہ: 1956)۔

کتابیات

n.d. ،عبدالمسیح۔ اسلام میں اللہ کون ہے؟ ولاخ، آسٹریا: لائٹ آف لائف

n.d. ،عبدالمسیح۔ اسلام کو خوردبین کے نیچے۔ ولاخ: لائٹ آف لائف

عبدالحق، عبدیہ اکبر۔ ایک مسلمان کے ساتھ اپنے ایمان کا اشتراک۔ منیاپولس: بیتھنی فیلوشپ، 1980۔

اکاد، فؤاد الیاس۔ پل بنانا: مسیحیت اور اسلام۔ کولوراڈو اسپرنگز: نیوپریس، 1997۔

n.d. ،الطبرانی، ابراہیم۔ ایک مذہبی مناظرہ۔ ولاخ: لائٹ آف لائف

n.d. ،امبری، حمران۔ خدا نے میرے لیے ہمیشہ کی زندگی چنی ہے۔ ریکون: دی گڈ وے

n.d. ،اتھناسیوس، سینٹ۔ کلمہ کا مجسم ہونا۔ قاہرہ: مکتبة المحبة

بروس، ایف. ایف. نئے عہدنامے کی دستاویزات۔ کیمبرج: ٹنڈیل، 1960۔

کارلائل، تھامس۔ تھامس کارلائل کی سب سے معروف تصانیف۔ نیویارک: دی بک لیگ آف امریکہ، 1942۔

چیپمین، کولن۔ صلیب اور ہلال: اسلام کے چیلنج کا جواب۔ لیسٹر: IVP، 1993۔

کوپر، این۔ اسماعیل، میرا بھائی۔ مارک، 1993۔

وڈزورتھ پبلشنگ کمپنی، 1975۔ :CA ،کریگ، کینتھ۔ اسلام کا گھر۔ بیلمونٹ

کریگ، کینتھ۔ مشرق وسطیٰ میں عرب مسیحی۔ لندن: موبرے، 1991۔

کریگ، کینتھ۔ مینار کی پکار۔ لندن: کولنز، 1986۔

کریگ، کینتھ۔ محمد اور مسیحی۔ لندن: ڈارٹن، لانگ مین & ٹوڈ، 1984۔

داغر، حمدان۔ اسلام میں خواتین کا مقام۔ ولاخ: لائٹ آف لائف، 1995۔

گیسلر ، نارمن ایل ، اور عبدل سلیب ۔ اسلام کا جواب ۔ گرینڈ ریپڈز: بیکر بکس ، 1998 ۔
غوربل ، محمد ۔ المؤسوع العربیه المیوصرا. قاہرہ ، 1986 ۔
گب ، ایچ اے آر ، اور جے ایچ کریمرز ، ایڈز ۔ شارٹر انسائیکلوپیڈیا آف اسلام ۔ لیڈن: ای جے برل ، 1974 ۔
یسوع سے مسلمان ، 1986 ۔ :.S.A ، گلکرسٹ ، جان ۔ محمد اور اسلام کا مذہب بینونی
گیلوم ، اے ۔ اسلام کی روایات ۔ آکسفورڈ: آکسفورڈ یونیورسٹی پریس ، 1924 ۔
ہیبرمس ، گیری آر ۔ تاریخ کا فیصلہ ۔ نیش ول: تھامس نیلسن ، 1982 ۔
.n.d ، حیکل ، محمد حسین ۔ حیات محمد ۔ قاہرہ: دار الماریف
ابن حشام ۔ محمد کی زندگی ۔ ترمیم شدہ اور توسیع شدہ بذریعه عبد المسیح ۔ ولاچ: لائٹ آف لائف ، 1997 ۔
اخوان السفع ۔ رسول الخوان الصافع و خلّان الوافه (پاک بھائیوں اور وفادار دوستوں کی تحریریں) قاہرہ ، .n.d
کینڈل ، آر ۔ ٹی ۔ تھیولوجی کو سمجھنا ۔ لندن: کرسچن فوکس ، 1999 ۔
لیوس ، سی ۔ ایس ۔ محض عیسائیت ۔ گلاسگو: فونٹانا بکس ، 1975 ۔
موشے ، جی جے او ۔ یه الله کون ہے ؟ جیرارڈز کراس ، بکس: ڈورچسٹر ہاؤس ، 1994 ۔
.n.d ، مائر ، ولیم ۔ محمد اور اسلام ۔ لندن: مذہبی ٹریکٹ سوسائٹی
مسک ، بل اے ۔ پرجوش یقین ۔ کینٹ: مونارک پبلی کیشنز ، 1992 ۔
مسک ، بل اے ۔ اسلام کا غیر مرئی چہرہ ۔ مارکس ، 1994 ۔ نوربکھش ، جواد ۔ صوفیوں کی نظروں میں یسوع ۔ لندن: خانقاہی-نمت اللهی پبلی کیشنز ، 1983 ۔ قیراوانی ، فارس ۔ کیا واقعی مسیح کو مصلوب کیا گیا تھا ؟ ولاچ: لائٹ آف لائف ، 1994 ۔

سمن ، اواد ۔ قادیات الغفران فل مسیحیا ۔ قاہرہ: خود شائع شدہ ، 1951 ۔ صبیح ، محمد ، ۔ محمد. قاہرہ: دار الثقفه العما ، 1957 ۔ تببرا ، عفیف ۔ روح الدین اسلامی ۔ دمشق ، 1972 ۔
ٹیگور ، رابندر ناتھ ۔ جمع شدہ نظمیں اور ڈرامے ۔ نیو یارک: میک ملن ، 1937 ۔
حقیقی رہنمائی ، حصه 1-5 ۔ ولاچ ، آسٹریا: لائٹ آف لائف ، 1992 ۔
.n.d ، تھامس ، رچرڈ ڈبلیو اسلام: پہلو اور امکانات ۔ ولاچ: لائٹ آف لائف
تھور ، آندرے ۔ محمد ، انسان اور اس کا ایمان ۔ نیویارک: ہارپر اینڈ رو ، 1960 ۔
ٹسڈل ، ڈبلیو ۔ سینٹ کلیئر ۔ عیسائیت پر محمدین کے اعتراضات کی رہنمائی کا ایک دستی ۔ :۔ ٹریٹن ، اے ۔ ایس ۔ خلافت اور ان کے غیر مسلم مضامین ۔ لندن 1904 ، .S.P.C.K :لندن فرینک کاس اینڈ کمپنی لمیٹڈ ، 1970 ۔
یوسف ، مائیکل ۔ جدیدیت کے خلاف بغاوت ۔ لیڈن: ای جے برل ، 1985 ۔
یوسف ، مائیکل ۔ امریکه ، تیل اور اسلامی ذہن گرینڈ ریپڈز: زونڈروان ، 1991 ۔